سلطنتِ آصفیہ کے مشہور تاجدار

نظام علی خان

نظام الملک آصف جاہ ثانی

کے

سوانح زندگی کا پہلا حصہ

مؤلف

محمد سراج الدین طالب

۱۳۵۰ھ
۱۹۳۲ء

سراج الدین طالب مولف "نظام علیخان"

Chandrakanth Press, Hyd.-Dn.

مطبوعہ شمس الاسلام پریس حیدرآباد

فہرست مضامین

(نقشۂ حیدرآباد دکن)

فہرست تصاویر

تعریفِ کتاب

ریاستِ آصفیہ میں سب سے زیادہ آصف جاہ اور اُن کے بعد نظام علیخاں کا عہد آتا ہے مغفرت مآب کا زمانہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا ہے کہ انھیں کے عہد میں ریاست نے خود مختارانہ صورت اختیار کی اور نظام علیخاں کے عہد کے اہم ہونے کے کئی اسباب ہیں جن میں سے اہم ترین یہ ہے کہ آصف جاہ کے انتقال کے بعد حکومت کے کھوئے ہوے اثرات ان کے عہد میں پھر قایم ہوے اور اپنی خودمختاری غفراں مآب نے از سرِ نو قایم کی۔ ان کا ابتدائی عہد اہم اور پیچیدہ واقعاتِ تاریخی سے مملو ہے۔ مولوی میر محمود علی صاحب مؤلف آصف جاہ ثانی اپنی تالیف میں اگر ان امور پر روشنی ڈالتے جو درحقیقت غفراں مآب (آصف جاہ ثانی) کے عہد میں تحقیق طلب تھے تو مسئلہ حل ہو جاتا اور مجھے اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ عہد نظام علیخاں میں تحقیق طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان کے تختِ سلطنت پر متمکن ہونے کے اسباب کیا ہوے؟ میری یہ مختصر سی تالیف تقریباً اسی کے اظہار کے لئے مرتب ہوی ہے غفراں مآب جب صاحب تخت و تاج ہو چکے تو ان کے طرزِ عمل میں اتنا بین فرق آگیا کہ عمل سابقہ اور مابعد میں کوئی مناسبت قرار نہیں دیجا سکتی۔ اس تباین سے ان کی حیات کے قدرتی طور پر دو حصے ہو گئے ہیں ایک حصول سلطنت تک دوسرا حصول سلطنت کے بعد۔ اسی بنا پر میں نے سوانح کے دو حصے قرار دئے یہ اس کا پہلا حصہ ہے جو قارئین کے ملاحظہ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مولف

۱۵۔ شوال سنہ ۱۳۵۰ ہجری
پرانی حویلی۔ حیدرآباد دکن

انگریزی

ایچی سنس ٹریٹیز جلد ۸ سی یو ایچی سن

دی نظام ایچ۔جی۔برگس

ڈائری آف انند رنگا پلّے

ہسٹری آف دی مدراس ارمی ڈبلیو جے ولسن

ہسٹری آف دی مرہٹاس گرانٹ ڈف

ہسٹری آف انڈیا جیمس مل

ہسٹری آف ملٹری ٹرانزیکشنس
آف دی برٹش نیشن ان اندوستان آرارم

ہسٹری آف برٹش انڈیا ہیو مرے

ہسٹری آف فرینچ انڈیا جی بی میالیسن

اعلیٰ حضرت قوی شوکت رستم دوراں ارسطوئے زماں
لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس سلطان العلوم
نواب سر میر عثمان علی خان بہادر
فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الملک والممالک آصفجاہ سابع
جی - سی - یس - آئی - جی - سی - بی - ای

By Courtesy "Pictorial Hyderabad"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام علی خاں
کے
اب و جد

سمرقند کے اکابر و عظماء سے عالم شیخ نامی ایک بزرگ، قمرالدین خان آصف جاہ اول کے مورث اعلیٰ تھے جن کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو پہنچتا ہے نظام علیخاں انھیں آصف جاہ کے چوتھے فرزند ہیں آصف جاہ اول کے دادا عابد خاں (مخاطب بہ قلیچ خاں) عہد شاہ جہاں میں ہندوستان آئے اور مناسب خدمات بجالا کر قلعۂ گولکنڈہ کے محاصرہ میں (بعہد عالمگیر سنہ ۱۰۹۸ھ م سنہ ۱۶۸۷ء) زنبورک کے گولے سے شہید ہوے ان کے فرزند شہاب الدین (مخاطب بہ غازی الدین خان فیروز جنگ) سے شاہ جہاں کے مشہور وزیر علامہ سعد اللہ خان کی دختر منسوب تھیں جن سے آصف جاہِ اول تولد ہوے نظام علی خاں کے والد میر قمرالدین خان نے ہی سب سے پہلے آصف جاہ کا خطاب پایا۔ اُن کے بعد یہ خطاب اُن کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا

چنانچہ اب ریاست دکن پر جو بادشاہ قدر قدرت سکندر شوکت اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر (زادَ اللہ عمرہٗ وخلّد اللہ سلطنتہٗ وادام اللہ ودولتہٗ) حکمران ہیں آصف جاہ سابع ہیں۔

آصف جاہ اول کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ ان کے صاجزادے کے احوال میں ضمنی طور پر بیان کر دیجائے بلکہ اس موضوع پر ایک علٰحدہ کتاب کی تدوین کی ضرورت ہے جن کے حسن خدمات سے سلطنت مغلیہ کی عمر میں خاصہ اضافہ ہوگیا ورنہ وہ کبھی کے مٹ گئی ہوتی انھوں نے مختلف علاقوں پر خدمات صوبہ داری بجالائے۔ حملہ نادرشاہ کے دوران میں سلطنت کی طرف سے سینہ سپر ہوے اور صلح انہیں کی تحریک و مشورے پر ہوئی، وقتاً فوقتاً مرہٹوں کی سرکوبی بھی انہیں کے ہاتھوں ہوتی رہی آخر کارہائے نمایاں کے صلہ میں وزارت کی خدمت سے تک سرفراز ہوئے اور جب نظر دوربین سے دیکھا کہ سلطنت کی حالت زوال پذیر ہے تو مجبوراً اپنی ایک علٰحدہ حکومت قایم کی، لیکن اس کے بعد بھی اپنی ریاست اور اس کے تعلقات کو مرکزی حکومت مغلیہ سے منقطع نہیں کیا جو ان کی عین فراست اور دور اندیشی تھی اسی خودمختاری کے اعلان کی تقریب میں ہمارے اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اپنی ریاست ابد مدت میں اس تاریخ تعطیل منانے کا فرمان بتاریخ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ م ۲۶ جنوری ۱۹۲۴ء نافذ فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

"چونکہ ماہ[1] رجب المرجب کی ۲۹ تاریخ یوم پنجشنبہ خلوت میں ایک تاریخی واقعہ کی یادگار میں (یعنی اعلان آصف جاہ اولی مرحوم و مغفور بابتہ دوصد سالہ حکومت

---

[1] جریدۂ غیر معمولی جلد ۵۹ نمبر ۵، مورخہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۴۲ہجری۔

خود مختاری در سلطنت دکن) مغلائی دربار ہونے والا ہے اور غرہ شعبان یوم شنبہ کو
اسی سلسلہ میں دو صد اشخاص کا انگریزی ڈنر باغ عامہ میں منعقد ہونے والا ہے
لہٰذا ایک دن کی عام تعطیل یوم پنجشنبہ ۲۹ رجب المرجب تمام ممالک محروسۂ سرکار عالی
میں قرار دیجائے اور نہ صرف اس سال تعطیل ہوگی بلکہ ہر سال اسی تاریخ میں تعطیل
ہوا کرے گی ...."

آصف جاہ کی اولاد

آصف جاہ اول کے چھ صاحبزادے[1] اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔ ان کی رحلت کے بعد قایم مقامی میں جو کچھ جھگڑے ہوئے ہیں اُن پر اس وقت تک عبور حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُن کے ناموں سے واقفیت نہ ہو۔ اسی بنا پر علی التسلسل اُن کے نام اور خطاب یہاں بتائے جاتے ہیں

(۱) میر محمد پناہ۔ جو اپنے دادا کے خطاب آصف الدولہ، غازی الدین خان فیروز جنگ سے مخاطب و ممتاز تھے۔

(۲) نظام الدولہ میر احمد خان ناصر جنگ (شہید)۔

(۳) امیر الممالک آصف الدولہ سید محمد خاں صلابت جنگ و ظفر جنگ سپہ سالار۔

(۴) آصف جاہ ثانی نظام الملک نظام الدولہ میر نظام علی خاں اسد جنگ۔

(۵) شجاع الملک شجاع الدولہ میر محمد شریف خاں بسالت جنگ۔

(۶) ناصر الملک معتضد الدولہ میر مغل علی خاں ہمایوں جنگ۔ ہمارے دادا بزرگوار

(۷) خیر النساء بیگم۔ یہ متوسل خان سے منسوب تھیں اور ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ انھیں کے فرزند تھے جنھوں نے آصف جاہ کے بعد ناصر جنگ کی قیادت کو تسلیم نہیں کیا۔

[1] دربار آصف گلزار سوم صفحہ ۳۷ و ۳۸ و خورشید جاہی صفحہ ۳۷۲۔

(۸) پادشاہ بیگم منسوب بہ خواجہ بابا خان ۔

(۹) مکرمہ[1] بانو بیگم معروف بہ کالی بیگم منسوب بہ میر کلاں خاں ۔

(۱۰) خجستہ بانو بیگم معروف بہ خان بہادر صاحبہ ۔

(۱۱) محسنہ[2] بیگم ۔

(۱۲) مہ بانو بیگم منسوب بہ اخلاص خاں، سعد اللہ خانی ۔

---
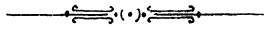
[1] ان کے صاحبزادے ممتاز الامرائے رسالت جنگ کی دختر بختاور بیگم منسوب تھیں قیام اتحاد و استیصال کمپنی انگریزی کی نسبت انھوں نے ٹیپو سلطان سے مراسلت کی تھی جس کا علم انگریزوں کو میسور فتح ہونے پر ہوا۔ اس مراسلت کو اس زمانے کے انگریزی رزیڈنٹ نے غفران مآب کے پاس پیش کرکے استفسار کیا کہ آیا یہ آپ ہی کے ایما سے لکھا گیا تھا؟ حضرت نے اس سے انکار کیا اور اس کے بعد مصلحتہً ممتاز الامرا کو بلدہ سے کلیانی روانہ کر دیا جہاں وہ آخر عمر تک رہے اور مرنے کے بعد ان کے محل کی فرمایش پر ان کا جنازہ بلدہ حیدرآباد لایا گیا اور یہیں دفن ہوئے۔ ان کے فرزند امتیاز الدولہ کی شادی نظام علیخاں کی صاحبزادی کمال النسا بیگم سے ہوئی۔ کلیانی جاگیر انہیں کی اولاد پر بحال ہے ترتیب کتاب ہذا کے دوران میں اس خاندان کے باقیات الصالحات میں معین الدین حسین خاں اور جمال الدین حسین خاں موجود ہیں اور جاگیر ان کی کم سنی کی وجہ سے زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس ہے مؤلف کو نواب جمال الدین حسین خاں صاحب سے نیاز حاصل ہے آپ عالیجناب نواب تلاوت جنگ بہادر نبیرۂ صمصام الملک سابق صدر المہام مال کی دختر نیک اختر منسوب ہیں ۔

[2] مغفرت مآب کی صاحبزادیوں کے ذکر میں صاحب نگارستان آصفی خیر النسا بیگم کے عوض محسنہ بیگم کا نام لیتا ہے اور مظفر جنگ کو انھیں کا فرزند بتاتا ہے، اور مہ بانو بیگم اور خجستہ بانو بیگم کو خواجہ بابا خان شوہر پادشاہ بیگم کی لڑکیوں میں شمار کرتا ہے ممکن ہے کہ مہ بانو بیگم اور خجستہ بانو بیگم کی نسبت اس کی تحقیق صحیح ہو۔ ہم کو مصنف "دربار آصف" کی تائید کسی اور تاریخ سے نہیں ہوتی اور صاحب نگارستان آصفی اس زمانے سے قریب کا مورخ ہے لیکن ہم اس مسئلہ کو کسی طرح قابل تبدیل نہیں سمجھتے کہ مظفر جنگ خیر النسا بیگم کے صاحبزادے تھے صاحب تاریخ خورشید جاہی نے بھی ان کی اولاد کا ذکر تفصیل سے کیا ہے وہ بھی ان کو خیر النسا بیگم ہی کا فرزند بتاتا ہے اور آصف جاہ اول کی لڑکیوں میں صرف ان تین کا ذکر کرتا ہے (۱) خان بہادر صاحبہ خجستہ بانو بیگم (۲) مکرمہ بانو بیگم (۳) خیر النسا بیگم ۔

ولادت و تعلیم

غرۂ شوال ۱۱۴۶ھ م ۔ مارچ ۱۷۳۴ء عید الفطر کی شب میں آصف جاہ اول کے محل عمدہ بیگم کے بطن سے ایک بلند بخت لڑکا عالم وجود میں آیا۔ صبح کو پیری کے ایک پیرزادے سید حسین (جن کی عمر ایک سو سال تھی) مغفرت مآب سے ملاقات عید کے لئے آئے تو آصف جاہ نے اُن سے فرمایا کہ

"آپ کے قدوم کی برکت سے آج ایک بندہ زادہ تولد ہوا ہے آپ بزرگ ہیں قرآن مجید سے فال لے کر اپنی زبان مُبارک سے اس کا نام رکھیں۔"

مُصحف میں حرف عین نکلا جس پر سے پیرزادہ صاحب نے نام علی تجویز کیا اور اُس کے قبل تبرکاً لفظ محمد اضافہ کر کے "محمد علی" نام رکھا۔ اس پر مغفرت مآب نے اظہار پسندیدگی کر کے یہ فرمایا کہ اس نام کے بے شمار لوگ ہیں اس لئے اگر اس کے ساتھ ہمارے نام یا خطاب کا بھی کوئی جز و اضافہ کر دیا جائے تو مناسب ہو گا اور فرمایا "نظام علی" اچھا نام ہے اس کے بعد اسی تہنیت و خوشی میں پیرزادہ صاحب کو نقد و یومیہ جاری فرمایا۔ کسی مورخ نے ولادت کی تاریخ "سعید بخت" ۱۱۴۶ھ پائی اور حضرت سید سلیمان صاحب نے "حفیظ الدین احمد" نام میں تاریخ ولادت نکالی اور اسی تاریخی نام کو لکھ کر آصف جاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا ۱۱۴۶ھ۔ صاحب تاریخ نظامی نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کے مادہ سے بادی النظر میں سن پیدایش ۱۱۴۷ھ ظاہر ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت شاعر نے مادۂ تاریخ سے ایک عدد کا تخرجہ کیا ہے اور چونکہ ایک مبارک امر کی تاریخ میں تخرجہ کا عمل مستحسن نہیں تصور کیا جاتا اس لئے اس کو صاف طور پر ظاہر نہیں کیا۔ کاتب نے اعداد مادہ کے

اعتبار سے سن کے اعداد لفظوں میں لکھدیئے اور اسی کی نقل حدیقۃ العالم میں بھی کر لی گئی۔

قطعۂ مذکور کے آخر کے اشعار یہ ہیں ؎

مورخ[1] آں سخندان نکو فال | چو شد در بحر فکر ضبط ایں سال
برون آورد از دریائے فکرت | درخشاں گوہرے با قدر و قیمت
رقم زد سال ایں تاریخ بہجت | طلوع آفتاب از صبح دولت

۱۱۴۶ = ۱ - ۱۱۴۷

دوسرے شعر میں دریائے فکر سے گوہر نکالنے کا جو ذکر ہے اس میں اس تخرجہ کی طرف ایہام ہے

حسب رسم معہودہ بسم اللہ خوانی کے بعد تعلیم آغاز ہوئی اور اپنے والد کے انتقال تک یہ باقاعدہ تعلیم پاتے رہے۔ آصف جاہ اول اگرچہ کہ اپنے اخیر عہد میں مہمات ملکی اور خلفشار ریاست میں مصروف تھے تاہم وہ اپنی اولاد کی تعلیم سے غافل نہیں رہتے تھے جب کبھی موقع ملتا اپنے مصاحبین یا امراء میں سے کسی نہ کسی کو اپنے صاحبزادوں کی تعلیمی حالت کی دریافت کے لئے حکم فرماتے تھے۔ نظام علی خاں کی تعلیم بھی بالکل ایسی ہی ہوئی ہے جیسی دوسرے صاحبزادوں کی لیکن کم سنی کی وجہ سے ان کو اتنا علمی تبحر نہ ہو سکا۔ جتنا کہ ناصر جنگ کو تھا۔ جس طرح ہر ایک صاحبزادے کی ہر ایک علم یا فن کی تعلیم کے لئے ایک اُستاد علیحدہ مقرر ہوتے تھے اسی طرح اُن کے لئے بھی مقرر تھے چنانچہ اُن کی عربی، فارسی کی تعلیم کے لئے مولوی شیخ محمد جمیل مامور تھے زبان ترکی کی تعلیم کے لئے جو اس زمانہ میں امراء و اعیان سلطنت اور ثقاۃ ملک کے لئے لازمات سے تھی۔ خوشحال بیگ ولد خدا تردی بیگ بدخشانی مقرر تھے اس کے علاوہ ان کو خطاطی کی

[1] تاریخ نظامی صفحہ ۴۲

مشق بھی کرائی گئی تھی، چنانچہ شیخ محمد جعفر سے انھوں نے خط ثلث کی مشق کی تھی۔ بعض اسناد و کاغذات میں نظام علی خاں کی قلمی تحریرات جو ہمارے دیکھنے میں آئی ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو نستعلیق اور شفیعہ لکھنے میں بھی مہارت تھی۔

جس زمانہ میں آصف جاہِ اول کا انتقال ہوا ہے یہ ابھی فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے اور اس کے بعد خانہ جنگیوں میں اتنا موقع نہیں مل سکا کہ ان کی تعلیم مکمل ہو جاتی۔

عالم طفلی میں نظام علی خاں کی جنگ آزمائی

اُس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ بچّوں کو علمی ادبی تعلیم سے زیادہ فنون حرب کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ نظام علی خاں نے بھی یہ تعلیم پائی اور ابتدائی تعلیم ہی کے زمانہ میں ان کو ایک جنگ میں عملی طور پر شریک ہونے کا موقع بھی ملا چنانچہ سنہ ۱۱۵۳ھ م سنہ ۱۷۴۰ء میں آصف جاہ نادر شاہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے۔ جو اُن دنوں علاقۂ بھوپال میں در آئے تھے وہ دار السّلطنت سے نکل رہے تھے کہ مخبرین نے یہ اطلاع دی کہ اُن کے عزیز صاحبزادے ناصر جنگ (جن کو مغفرت مآب نے اپنے غیاب میں دکن میں اپنا نائب مقرر کیا تھا) بعض ناعاقبت اندیشوں کے اغوا سے ان سے مُنحرف ہو گئے ہیں اور اپنے مویدین کو بہت ساری جاگیرات اور بے دریغ انعامات دے دلا کر ملک و مال لُٹا رہے ہیں اب ناصر جنگ کو تنبیہ کرنا بھی ضرور ہوا۔ اس پیش پا افتادہ مہم سے جلد فارغ ہونے کے لئے انھوں نے اپنی فوج کے دو حصے کئے ایک دستہ کو تو اپنے تحت رکھا اور ایک علیحدہ راستے سے مرہٹوں کی جانب روانہ ہوئے اور دوسرے دستے کو اپنے فرزند نظام علیخاں کے تحت کیا۔ جن کی عمر اس وقت تقریباً سات سال تھی۔ اُن کی اتالیقی میں

نجیب[1] الدولہ شیخ علی خاں کو مامور کیا اور حکم دیا کہ وہ ایک علٰحدہ راستے سے بھوپال میں مرہٹوں کے مقابل ہوں مرہٹہ سرداروں کو دو طرف سے فوجوں کی آمد کی اطلاع ملی تو خوف زدہ ہو گئے اور راہِ فرار اختیار کی ان کے تعاقب میں ان کی فوجیں مالوہ تک پہنچیں۔ یہاں سے مرہٹے جب کوسوں دور نکل گئے تو انھوں نے مزید تعاقب کو موقوف کیا اور فوج کے دونوں حصوں کو اکٹھا کر کے برہان پور کی سمت روانہ ہوئے یہ مہم اگرچہ کہ نظام علی خاں کے نام پر سر ہوئی اور اس میں وہ خود شریک بھی رہے لیکن سوائے اس کے کہ جنگ کے لئے جانے اور غنیم کے تعاقب کی تماشہ بینی ہو اور کوئی علمی تجربہ اُن کو نہیں ہوا اس موقع پر اگر جنگ ہو بھی جاتی تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ چھ سات سال کی عمر کا بچّہ کیا کر سکتا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ فنون سپہ گری کی تعلیم ان کو شیخ علی خاں نے دی اور اسی مناسبت سے وہ اس موقع پر ان کے اتالیق رہے آصف جاہ کے انتقال کے بعد ان کی قایم مقامی کی جنگ میں نظام علی خاں نے جو کچھ حصّہ لیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک اُن کو فنون سپہ گری میں کافی دخل و مہارت پیدا ہو گئی تھی۔

---

[1] یہ شیخ علی خان کلاں کے بیٹے اور سیّد الطائفہ شیخ جنیدؒ بغدادی کی اولاد سے ہیں ان کے دادا شیخ محمد جنید ریاست بیجاپور کے ملازم تھے جب عالمگیر نے اس کو فتح کر لیا تو وہ انکی ملازمت میں داخل ہو گئے انکے بعد ان کے بڑے فرزند بہروز خاں اور پھر ان کی وفات کے بعد شیخ علی خاں کلاں خدمت پر مامور ہوے اس کے بعد شیخ علی خاں نجیب الدولہ ہمیشہ نظام الملک آصف جاہ اول کی رفاقت میں گزارتے تھے ان کے عہد حکومت میں ان کو صوبیداری ناندیڑ سرفراز ہوی۔ صلابت جنگ کے عہد میں خطاب نجیب الدولہ سے مخاطب ہوے لیکن ان کو اس خطاب سے پکارا جانا پسند نہیں تھا۔ آدمی عظیم الجثّہ لحیم شحیم تھے اس پر بھی ان کو گھوڑے کی سواری کی خوب مشق تھی سنہ ۱۱۸۴ھ میں سفر آخرت کیا ان کے بعد انکے بڑے بیٹے عبدالقادر آشٹی وغیرہ دیہات پرگنہ پاتھری صوبہ برار بموجب فرامین سلطانی جاگیردارانہ حیثیت سے قابض رہے۔ عمر کم پائی۔

آصف جاہ کی قایم مقامی

آصف جاہ نے آخر مرتبہ دکن آنے پر جہاں اپنے اور صاحبزادوں کو مختلف صوبوں کی خدمتوں پر نامزد کیا وہاں اس ہونہار کو بھی صوبہ داری ایلچپور سے سرفراز کیا اور انتقال سے پیشتر ناصر جنگ کو اپنا قایم مقام اور دوسرے چھوٹے بھائیوں اور بھانجے کا سرپرست بنایا اور اُن کو نصیحت وصیت کی۔ لیکن اُن کی قایم مقامی اور قیادت کو اُن کے نواسے مظفر جنگ نے تسلیم نہیں کیا اور خود علاقہ کرناٹک میں چلے گئے تاکہ وہاں کے فوجدار کو ہموار کرکے اپنی سلطنت علیحدہ قایم کریں ناصر جنگ کو اُن کی فہمایش یا اُن سے مقابلے کے لئے اس طرف جانا پڑا۔ اِس مرحلہ میں اپنے اور بھائیوں کے ساتھ نظام علی خاں بھی ان کے ہم سفر رہے کرناٹک میں داخل ہوکر ناصر جنگ نے حکمت عملی سے مظفر جنگ کو قابو میں لالیا اور اُن کو نظر بند کرکے اپنے ساتھ لے چلے۔ حسین دوست خاں عرف چنداصاحب (فوجداری کرناٹک کے دعویدار) کی فہمایش پر فرانسیسی گورنر ڈوپلے مظفر جنگ کا طرفدار ہوگیا۔ جس کو اُس (چنداصاحب) نے یہ توقع دلائی تھی کہ اگر مظفر جنگ ریاست پر متمکن ہو جائیں تو خود اس (چنداصاحب) کے اور فرانسیسی کمپنی کے حق میں بہت سے مراعات جاری ہوں گے اس بناء پر فرانسیسی سردار اور اُن کے حلیف نے ناصر جنگ کے افغان سرداروں کو یہ تحریص و ترغیب دی کہ اگر وہ ناصر جنگ کو قتل کردیں اور اُن کی جگہ مظفر جنگ تخت نشین ہوجائیں تو ایک حصہ ملک اُن کو ان (افغان سرداروں) کے موجودہ ملک کے علاوہ دلایا جائیگا۔ اس لالچ میں افغان سرداروں نے ناصر جنگ کو شہید کردیا اور اُن کی جگہ فرانسیسیوں کی خواہش کے موافق مظفر جنگ تخت نشین ہوگئے۔ ناصر جنگ شہید ہوتے ہی اُن کے چاروں بھائی جو اُن کے ہمراہ تھے

(جن میں نظام علی خان بھی تھے) لشکر سے نکل کر راجہ رام چندر[1] کے پاس چلے گئے کہ وہ سنابت جنگ کی شہادت کا باعث مظفر جنگ ہی کو تصور کرتے تھے اور جب وہ تخت نشین ہو گئے تو نظام علیخان نے اپنے بھائیوں کو اُنھیں کے پاس چلنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ انھیں کے صلاح و مشورے سے اُن کے دونوں بھائی اور یہ راجہ رام چندر کے پاس سے نکل کر مظفر جنگ کے پاس آ گئے۔ اُن کی تخت نشینی فرانسیسی مرکز حکومت (پانڈیچری) میں دُھوم سے ہوئی۔ پانڈیچری کے گورنر نے ان کی پر تکلف شاہانہ ضیافت کی اور اعجوبۂ روزگار آتشبازی اور لنکھے کا انتظام کیا انھوں نے اس موقع پر جہاں اوروں کو مناصب و خدمات دیئے وہاں فرانسیسیوں کو بھی پانڈیچری کے اطراف کا علاقہ انعام میں دیا اور فرانسیسی فوج کا ایک دستہ موسیٰ بوسی (Bussy) کی ماتحتی میں نوکر رکھ لیا۔ اس دستہ فوج کی صراحت صاحب توزکِ آصفیہ نے اِن الفاظ میں کی ہے:-

"(گورنر پانڈیچری) موسیٰ بھوسی یکے از سرکردۂ خود را با مظفر خان وابراہیم خان[2] گارڈی با یک ہزار کلاہ پوش و پانزدہ ہزار بار ہمراہ رکاب دادہ مرخص نمود۔"

اس فرانسیسی فوج کو اپنے ہمراہ رکاب لے کر مظفر جنگ اورنگ آباد کی طرف مراجعت فرما ہوئے اب اُن افغان سرداروں نے ایفاء وعدہ کی استدعا کی لیکن بعض ناعاقبت اندیشوں نے یہ مشورہ دیا کہ مزید ملک دیکر اس ناحق شناس قوم کی قوت میں اضافہ نہ کرنا چاہئے اور اسی بناء ایفائے عہد میں تساہل ہونے لگا۔ چونکہ ان افغان سرداروں کا علاقہ (کڑپہ کرنول ہساونور)

---

[1] یہ چندرسین کا بیٹا تھا اور صوبۂ بیدر کے مواضع بھالکی، بھالکی وغیرہ کا جاگیردار۔ لوازم خدمت بجا نہ لانے کی بناء پر ۱۱۷۱ھ میں صمصام الدولہ نے جاگیر سے اُس کو علحدہ کرنا چاہا۔ جس پر اُس نے مقابلہ کیا آخر میں امان چاہی اس کی تمام جاگیریں سوائے بھالکی کے ضبط کر لی گئیں۔

[2] توزک آصفیہ قلمی صفحہ (۲۷)۔

فرانسیسی علاقہ سے قریب تھا اور یہ سردار خود آپ طاقت ور تھے اس کے بعد ان کو اگر اور ملک دیا جاتا
تو اُن کی طاقت میں اور اضافہ ہو جاتا اور ان کا ملک اتنا وسیع ہو جاتا کہ خود فرانسیسیوں کو اپنے
مقبوضات کے پھیلانے کی گنجایش نہیں رہتی اس بناء پر فرانسیسی عہدہ دار موسیٰ بوسی یہ چاہتا تھا
کہ ملک کا وہ حصہ جو اُن کو دیا جاتا خود اس کو مل جائے تاکہ اس کی فرانسیسی قوت ملک دکن میں
انگریزوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہو جائے اس لئے وہ بھی مظفر جنگ کو ایفائے عہد کے خیال سے
باز رکھتا تھا اور چونکہ ایسا کوئی معاہدہ خود مظفر جنگ نے بالذات یا فرانسیسیوں کے توسل سے اُن کے
ساتھ نہیں کیا تھا اس لئے اس کے ایفاء کا ان کو بھی بہت کم خیال تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افغان سردار
پُردل ہو گئے اور خفیہ طور پر اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اُن کی فوج کو رائچور ٹی سے آگے بڑھنے نہ دیا جائے
اور سازش یہ کی کہ دامل چیرو کے گھاٹ میں اُن پر حملہ آور ہوں اور آپ لشکر میں چھیڑ چھاڑ کرنے لگے
یہاں تک کہ ایک دفعہ ہمت بہادر خاں سردار کرنول کے سپاہی موسیٰ بوسی کے لشکر سے اراب
اور کچھ سامان لوٹ لے گئے ان کی اس سرزوری اور دیدہ دلیری پر موسیٰ بوسی کو طیش آیا اور مظفر جنگ سے
اس نے درخواست کی کہ ان پٹھانوں پر حملہ کیا جائے یا اُن سے سخت بازپرس کیجائے مظفر جنگ نے
اس کو یہ سمجھایا کہ اتنی جلدی مناسب نہیں ہے حکمت عملی سے اُن سے مواخذہ کیا جائیگا لیکن بوسی کو
جوش انتقام میں زمین و آسمان کی خبر نہ رہی اُس نے یہ کہا " میں ان صاحبزادے کو لیکر حملہ کر دیتا ہوں"
اور صلابت جنگ کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھا اور اپنی فوج سے حملہ کر دیا۔ جنگ چھڑ جانے پر مظفر جنگ بھی خود
نکل آئے ان کے ساتھ نظام علی خاں بھی شریک ہو گئے افغانوں نے اپنی فوج کو ایک ہزیمت نما
چکر دیکر حملہ آوروں کو اپنی مرکزی فوج اور توپخانہ سے دور اور بے راہہ کر دیا اور پھر یلغار کر کے

قلب فوج پر آگرے جس میں مظفر جنگ تھے صاحب توزک[1] آصفیہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر مظفر جنگ کا ہاتھی ہمت بہادر خاں کے ہاتھی سے مل گیا اور اس وقت انھوں نے ہمت بہادر خاں پر تلوار کے دو وار کئے جن کو خالی دیکر اس نے ایک تیر ایسا مارا کہ اُن کے سر میں سے ہو کر گدی سے نکل گیا اور ساتھ ہی رُوح پرواز ہوگئی یہاں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تیر تو ایک دور کی مار ہے جب دونوں ہاتھی ایسے مل گئے تھے کہ نوبت تلوار و خنجر تک پہنچ گئی تھی تو پھر ہمت بہادر خاں نے مظفر جنگ پر تیر کیوں چلایا یہ مظفر جنگ کا وار کرنا اور تاریخوں میں تو پایا نہیں جاتا البتہ ہمت بہادر خاں کا تیر چلانا مسلم ہے چنانچہ صاحب انور نامہ[2] نے جو قریب ترین زمانہ کا مصنف ہے اور موقع واردات سے قریب مقام پر والا جاہ کے ایماء اور تحریک پر اپنی تاریخی نظم لکھی ہے اس واقعہ کو حسب ذیل اشعار میں ظاہر کرتا ہے ؎

محمد بہادر چو دید آں گروہ — کہ گردید در کار ہیجا ستوہ
برآں کافۂ خاص سرکش شدہ — خسک ریز کانون آتش شدہ
در آتش لبسان سمندر شد — چو پروانہ بر شمع سوزندہ شد
بسوی ہدایت محی دیں رواں — بگردید وزد تیر سخت از کماں
بچشم جہاں بین او کار کرد — ہماں کشور ہستیش خوار کرد

ممکن ہے کہ صاحب توزک آصفیہ کو تسامح ہوا ہو اور اسی کو محسوس کر کے اس نے اپنے بعد کے نسخے سے اس کو نکال دیا ہو کیونکہ مطبوعہ کتاب میں ضرب شمشیر کا کوئی ذکر نہیں ہے ہمت بہادر خاں

---

[1] توزک آصفیہ قلمی صفحہ ۲۷۔ [2] انور نامہ ورق ۹۳۔

کے تیر کے ساتھ ہی محمد حسین خاں یمین الدولہ، صوبہ دار حیدر آباد (جو نظام علی خاں کی خواصی میں بیٹھے ہوے تھے) نے اُس پر فیر کیا جس سے وہ اپنے حوضہ میں گر گیا اور معاً نظام علیخان اپنے ہاتھی کو اُس کے ہاتھی سے ملا کر اس کے پاس پہنچے اور اس کا سر اُتار کر نیزے پر بلند کر دیا ؎

برائے بدی ہر کہ سر در کشید درین دیر آخر بکیفر رسید

اِسی دوران میں ایک تیر نظام علی خاں کے چہرے پر آ لگا جس کو انھوں نے خود نکال کر پھینک دیا افغان فوج اپنے سردار کا قتل ہونا دیکھ کر بھاگ نکلی اس کے بعد مظفر جنگ کا دیوان رگھناتھ داس نظام علی خاں کی خواصی میں آ بیٹھا اور اُن پر مورچھل جھلنے لگا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اُن کی جانشینی تسلیم کر لی گئی۔ مگر موسیٰ بوسی جس نے صلابت جنگ کو ہمراہ لیکر جنگ کا آغاز کیا تھا یہ چاہتا تھا کہ مظفر جنگ کی جگہ صلابت جنگ تخت نشین ہوں تاکہ وہ اس تصور سے کہ ان کو موسیٰ بوسی کی وجہ سے ریاست ملی اس کے زیر بار احسان ہو کر اُن مراعات میں اضافہ کریں جو مظفر جنگ نے اُس کے اور اس کی قوم کے حق میں جاری کی تھیں۔
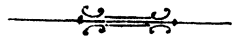
صلابت جنگ کی تخت نشینی

ایک ہی مقام اور ایک ہی لشکر میں رئیس کی قایم مقامی کی نسبت کسی اختلاف کے پیدا ہونے سے اندیشہ تھا کہ آپس میں بُری طرح جنگ چھڑ جائے ریاست آصفجاہی کے طرفدارون نے یہ پسند نہ کیا کہ مظفر جنگ کے بعد ان کا کمسن لڑکا تخت نشین ہو اور بعد مشورہ یہ قرار دیا کہ آصف جاہ کے صاحبزادوں میں سے ہی کسی کو قایم کیا جائے صلابت جنگ کی تخت نشینی پر غلبۂ آرا کا اندازہ دیکھ کر نظام علی خاں نے پیش اندیشی سے مناسب جانا کہ اپنی رائے بھی ظاہر کردیں تاکہ اس طریقہ سے اس خفت کا موقع نہ آنے پائے جو اپنی تخت نشینی کے اعلان اور پھر اس سے اختلاف واقع ہونے کے باعث پیدا ہوتی چنانچہ انھوں نے بیان کیا کہ

"نواب[1] میر سید محمد خاں صلابت جنگ عمر میں ہم سے بڑے ہیں اس لئے وہی ریاست کے سزاوار ہیں"۔

لیکن صاحب گلزار آصفیہ اس واقعہ کو شیر جنگ سے متعلق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انھوں نے یہ کہا،

"بڑے[2] بھائی کے موجود ہوتے ہوے چھوٹے بھائی کو تخت سلطنت پر بٹھانا خاندان آصفیہ کے آئین کے خلاف ہی یہ ہرگز نہ ہوگا . . . ."

ممکن ہے کہ اس تخیل کو پہلے شیر جنگ نے ہی نظام علی خاں کے ذہن نشین کیا ہو۔ مگر صورت واقعہ اس مبیّنہ عمل درآمد کے خلاف تھی کہ بعد انتقال آصف جاہ ان کے سب سے بڑے فرزند

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۲۰ ـ [2] گلزار آصفیہ صفحہ ۶۷ ـ
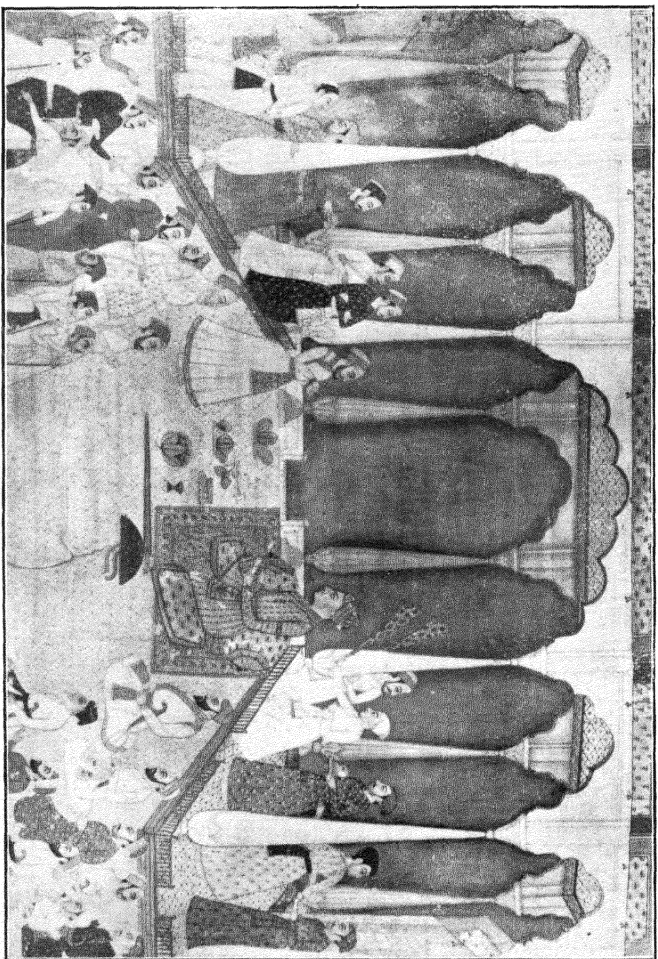
دربار نواب علابت جنگ بہادر

غازی الدین خاں فیروز جنگ کی موجودگی میں ناصر جنگ تخت نشین ہوے اور جب مظفر جنگ کے بعد تخت نشینی کی بحث پھر پیدا ہوی تو اس وقت بھی صلابت جنگ سے بڑے بھائی حی القلم تھے اگر عمل درآمد یہی ہوتا تو صلابت جنگ کے عوض اُن کا نام پیش کیا جاتا لیکن در اصل پیر موسیٰ بوسی کا پروپاگنڈا تھا کہ اپنے ہی منتخب کردہ شخص کو ریاست ملے تاکہ اس سے من مانے فوائد حاصل کرنے میں کامیابی ہو اُدھر اُس نے رگھناتھ داس کو یہ توقع دلا کر نظام علی خاں کی طرفداری سے باز رکھا کہ رئیس کوئی ہو دیوان اُسی کو مقرر کیا جائیگا۔ اس کے بعد صلابت جنگ کے رئیس ہونے میں کوئی امر مانع نہیں تھا۔ چنانچہ نذریں پیش کی گئیں اور ان کو رئیس دکن تسلیم کرلیا گیا حسب انور نامہ کہتا ہے کہ صلابت جنگ راجہ رگھناتھ داس اور اولوالالباب کی تائید سے دوسرے روز تخت نشین ہوے اس کے اشعار یہ ہیں ؎

برُوزِ دِگر راجہ رگناتھ داس[1] | بہ تجویز مَردانِ عالی قیاس
بہ سیّد محمدؐ صلابت، لقب | کہ او ہست فرزند آصف نسب
نظامت سپُردند در انجمن | پئے رونق صوبہ جاتِ دکن

صلابت جنگ نے رئیس بنکر رگھناتھ داس کی دیوانی کو بحال رکھا اور فرانسیسیوں کے حقوق سابقہ بھی برقرار رکھے۔

اس واقعہ تخت نشینی سے یہ ثابت ہوگیا کہ موسیٰ بوسی جو چاہتا تھا وہ ہوا اور دوسرے امرا جو اس سے اختلاف رکھتے تھے اس کی قوت و اثر سے متاثر ہوگئے اور چونکہ اُس نے

---

[1] انور نامہ ورق ۹۴۔

نظام علی خاں کے خلاف صلابت جنگ کی طرفداری کی تھی۔ اس لئے اُن کو اس کی نسبت سوءِ ظن پیدا ہوگیا اور نہ صرف اسی سے بلکہ ہر اس شخص سے جس نے اس موقع پر اُن کی طرف داری سے اغماض کیا تھا۔ حقیقۃً اگر دیکھا جائے تو یہی خلش تھی جو ان کی آئندہ کامیابیوں کے لئے سبق آموز اور راہنما ہوئی اور زمانۂ مستقبل میں نظام علی خاں نے انتظام ریاست میں فرانسیسیوں کے خلاف جو کچھ حصّہ لیا ہے اگر اس سے وہ باز رہتے تو کچھ دور نہ تھا کہ سلطنت فرانسیسیوں کے حوالے ہو جاتی۔

ریاست پر متمکن ہو کر صلابت جنگ اپنے لشکر کے ساتھ حیدرآباد کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے بھائیوں کو نظر بند کر کے اپنے ساتھ ساتھ رکھا تاکہ وہ ان کے خلاف کوئی کوشش نہ کر سکیں حیدرآباد پہنچکر نذریں لیں اور قلعۂ گولکنڈہ کے خزانے سے کچھ رقم حاصل کی اور اورنگ آباد کی طرف بڑھے کہ اس زمانے میں یہی دکن کا مرکز حکومت تھا۔

نظامت دکن پر غازی الدین خاں فیروز جنگ کی سرفرازی

جب انگریزی کمپنی کو یہ متیقن ہوگیا کہ فرانسیسی قوم دکن کے سب سے بڑے رئیس، صلابت جنگ کے دربار میں مستحکم طور پر جم گئی ہے تو انھوں نے فرانسیسیوں کو اُن سے علیحدہ کرنے کی کوشش شروع کی۔ نواب کرناٹک کے ذریعے دربارِ مغلیہ میں اور خود غازی الدین خان آصف الدولہ فیروز جنگ کو (جو آصف جاہ اول کے بڑے فرزند اور دربار شاہی میں وزارت کے مرتبہ سے ممتاز تھے) یہ اطلاع کی کہ صلابت جنگ نے اس قوم سے سازباز کی ہے جو شاہی صوبہ دار ناصر جنگ کی شہادت کے بانی مبانی تھے اس لئے لازم ہے کہ ان کے پاس سے اس قوم کو علیحدہ کر دیا جائے اور خود ان کی ریاست پر نظر ڈالی جائے اس اطلاع پر

دربار شاہی سے نظامت دکن خود غازی الدین خان کے نام بحال ہوی۔ چنانچہ نواب کرناٹک کے خط مذکور اور نظامت دکن پر غازی الدین خان کے تقرر کا حال ان کے خط موسومہ نواب محمد علیخان فوجدار کرناٹک سے ظاہر ہوتا ہے جو یہ ہے:۔

"......... مودّت نامۂ مخالصت مضمون و محبت ذریعۂ موالات مشحون متضمن شہادت سراسر قیامت اخویم نواب نظام الدولہ ناصر جنگ رحمۃ اللہ علیہ و طغیان ورزیدن فرانس پر تلبیس بدستگیری بعضے نمک حرامانِ انسان صورت و بسیرت ابلیس، وخرابی ملک کرناٹک و استقامت خویش در قلعۂ تھرٹنگر باوصف شورش اطراف وغلوئے اہل خلاف با عرضداشت حضور ظل سبحانی رسید، و واسطۂ تحسر و اندوہِ خاطر گردید از آنجا کہ بساط ہوائے غیر ہنگامی ایں صحرا بوزیدن است و بنیاد بے ثبات ایں بنائے بے بقا پامال سیل فنا گردیدن، انسان را جز برضائے الٰہی دستگاہے معلوم و بدون تسلیم مشیتِ ایزدی گزیرے نامفہوم، لہٰذا بہ اصطبار لاچاری کوشیدہ بہ پیروی اطاعت پیش آہنگانِ عرصۂ اعتبار و تحفظ اسباب نام آں خلوت گزینان نشیمن بایۂ حسب مراحم والطاف شاہی و مطابق اذعانِ حکم سایۂ الٰہی گردیدہ باشد یعنے نظامتِ دکھن از پیشگاہ خلافت پادشاہ زمن روز منظور گشتن عرضداشت آں استظہار احسن مفوض من ملتجیٔ افضال ذوالمنن و عہدہ نیابتِ ایں کار بر آں کارفرمائے انتظام روزگار مقرر و مستحسن گشت۔ چنانچہ شرح ایں عطیہ کبریٰ در فرمان واجب الامتثال حضور ظل ذوالجلال با دیگر عطیات خطاب و منصب و خلعت و استقلال حراست

ملک کرناٹک وغیرہ نوازشات مناسبہ مبرہن ست یقین است کہ برطبق حکم

بارگاہ خلافت از تقدیم نشاط مراتب مبذولہ معبدّد وگذارش سپاس واحد احد،

در تصفیۂ خس و خاشاک فرانسیس وغیرہ جمہور حدود میدہٗ باغستان ملک کرناٹک

خواہند پرداخت، وتا رسیدن این جانب از انتظام امور دکن مسرور سعی بلیغ خواہند ساخت

انشاءاللہ تعالیٰ بعد دستِ داد اتصال بہ تجویز وصلاح یک دیگر ہمہ نظم ونسق مہام

کرناٹک ودکن خاطر خواہ احبا بعرصۂ شہود خواہد شتافت۔ بفضلہ من کل الوجوہ تکیہ

بتوجہات روز افزوں شاہی اطمینان کُلی باید داشت"۔

غازی کا دکن آنا۔ فتنہ کو دور کرنا و نواب کرناٹک کو نائب بنانا

اس سے ظاہر ہے کہ غازی الدین خان نے اپنی نظامت دکن کا فرمان حاصل کرنے کے بعد یہ ارادہ کیا کہ ممالک دکن سے فتنہ وفساد رفع کرنے کے لئے خود آپ روانہ ہوں اور یہ خواہش تھی کہ رفع فساد کے بعد اس علاقہ کا انتظام نواب کرناٹک کو اپنا نائب مقرر کرکے ان کے حوالہ کردیں لیکن ان کا یہ خیال اس وقت تک صورتِ عمل میں نہ آسکا جب تک کہ دعویدار فوجداری کرناٹک چنداصاحب قتل نہو گئے اور محمد علی خاں بلا مزاحمت غیرے فوجدار کرناٹک تسلیم نہ کرلئے گئے جس کے بعد انھوں نے دکن کی سمت میں چلنے سے پہلے اپنے اس تہیّہ کا اظہار نواب کرناٹک کو ان الفاظ میں کیا ہے۔

"........ دریں روزہا صلابت جنگ بہ ہوس گیرودار اعتبار ناپائدار

ناموس برادری را برباد دادہ وبہ اغوائے ناکسانِ بے ننگ، واتفاق فرانسیسان

شقاوت آہنگ، درکینہ این متوثق بہ تائید ذوالمنن، وتخریب نظامتِ دکن افتادہ

بنا برآں پا بر کاب یکران عزیمت و خاطر بہ شتاب تہیۂ نہضت سواد دکن ہستم تا بنیاد فساد ازآں میمنت آباد بر اندازم و بمعاضدت آں قوت بازوئے خویش و خلاصۂ یکرنگان وفا اندیش کہ جملگی سرکشانِ آں ناحیہ را بہ کیفر کردار ناہموار ہر یک رسانیدند و حسین دوست خاں را مع حشمت و شکوہش مذبوح دشنۂ تدارک گردانیدند و در اصل نسبت بہ ایں دوست یک رنگ بنا بر افاضت نظامت دکن باعث ہستند التجا مندم کہ در آں سرزمین فراسیسان را در شکنجۂ سزائے بدعہدی آنہا سخت کشند و قلعہ پھولچری کہ بنائے طغیانی ہر طاغی و واسطۂ بغاوتِ ہر باغی است متاصل گردانند بہ حکم قول کسے بیت

دو دل یک شود بشکند کوہ را — پراگندگی آرد انبوہ را

یقین است کہ در ایں صورت رفع ابتری دکن تا کرناٹک بلکہ تمامی ولایت ہند بفعل آید۔ زیادہ اسباب حجبت زیادہ و سامان دولت آمادہ باد۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکن پہنچنے سے پہلے یہ چاہتے تھے کہ اس علاقہ کے ذی اثر اصحابِ حکومت کو اپنی طرف کرلیں تا کہ اپنے مخالفین کی سرزنش میں ان کو آسانی ہو چنانچہ انھوں نے اُدھر محمد علی خاں نواب کرناٹک کو اپنا بنا لیا اور اِدھر مرہٹہ پیشوا کو ہموار کرلیا اور ایک لاکھ فوج کے ساتھ دکن کی جانب روانہ ہوئے اس کی اطلاع جب صلابت جنگ کو ہوئی تو مقابلہ میں ان کو اپنی کامیابی کی کوئی توقع نہیں رہی اس لئے وہ معًا اورنگ آباد سے حیدرآباد آگئے اور ایسے انتظامات عمل میں لانے لگے کہ مقابلہ نہ ہونے پائے اور کام اپنے حسبِ مراد بن جائے

انگریزی تواریخ سے یہ پایا جاتا ہے کہ اپنی اسی تدبیر کی پیش رفت میں انھوں نے لشکر خان رکن الدولہ کو (جو اُن کے دیوان تھے) اپنے پاس سے علحٰدہ کر کے اورنگ آباد اور برار کی طرف روانہ کر دیا۔

غازی الدین خان کا اورنگ آباد آنا اور ہلاک ہوجانا

آخر غازی الدین خان اپنی کثیر فوج کے ساتھ (اکٹوبر ۱۷۵۲ء محرم ۱۱۶۵ھ) شہر اورنگ آباد میں داخل ہوے۔ صاحب توزک والاجاہی کہتا ہے[1] کہ اس موقع پر صلابت جنگ نے اپنی والدہ کو ان کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ اپنے حقیقی بیٹے سے ناراضنگی کا اظہار کر کے ان کا اعتماد حاصل کریں اور اس کے بعد کسی نہ کسی طرح ان کو زہر دے دیں۔ اسی بنا پر وہ گئیں اور مذکورہ طریق سے ان کا اعتماد حاصل کیا اس کے بعد ایک دفعہ غازی الدین خاں نے شدت گرما کو محسوس کر کے یہ بیان کیا کہ ان کے والد گرمیوں میں کھیرے[2] اور چھانچھ کا مرکب استعمال کرتے تھے اور خواہش ظاہر کی کہ وہ خود بھی اس کو استعمال کریں گے۔ صلابت جنگ کی والدہ نے اس پر یہ کہا کہ اس کے بنانے کا ان کو بڑا تجربہ ہے اور خلوص کے ساتھ ان کے لئے تیار کرنے کا ارادہ کیا غازی الدین خان نے اس کو قبول کیا۔ بیگم صاحبہ نے اس مرکب میں کوئی زہر ملا دیا جس کو انھوں نے استعمال کیا اور اس کے بعد ہی وہ فوت ہو گئے۔ لیکن میالیسن کہتا ہے کہ نظام علیخاں[3] کی والدہ نے ایک روز اُن کے شام کے کھانے میں زہر ملا دیا اور یہ کہکر وہ زہر آلود کھانا ان کو کھلا دیا کہ "اس کو میں نے اپنے ہاتھوں تیار کیا ہے" جسے کھا کر وہ ہیضہ میں مبتلا ہو گئے اور اسی سے جاں بحق ہوے

---

[1] توزک والاجاہی ورق ۱۷۶۔

[2] لکھا ہے کہ کھیرے کو باریک تراش کر نمک اور مصالحہ کے ساتھ ملا کر چھانچھ میں ڈالتے تھے یہ ایک ذائقہ دار مرکب بن جاتا اس کو گرمی کے موسم میں دفع حرارت کے لئے استعمال کرتے تھے۔

[3] میالیسن صفحہ ۲۴۹۔

ہم کو جب غازی الدین خان کے زہر ہی سے مرنے میں تامل ہے تو ہم کسی صورت میاںلیسن کے اُس قول کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ نظام علی خاں کی والدہ نے ان کو زہر دے دیا۔ اگرچہ کہ اس صورت میں اس قیاس کی گنجایش ہے کہ عمدہ بیگم نے اس آرزو میں اُن کو زہر دے دیا۔ کہ اپنے لڑکے کو اپنے باپ کی مسند پر بیٹھا دیکھیں۔ لیکن ہم اس کو نہیں مان سکتے اس واسطے کہ غازی الدین خان سے زیادہ وہ صلابت جنگ کی مخالفت ہو سکتی تھیں۔ کہ انھیں کی وجہ سے اُن (نظام علی خاں) کی قایم مقامی کا اعلان ہو کر کالعدم ہوا تھا اور اب بھی اُن کے رئیس ہونے میں صلابت جنگ ہی حایل و مزاحم تھے اور جس طرح غازی الدین خان ان کے علاتی فرزند تھے۔ اسی طرح صلابت جنگ بھی تھے اور اپنی مخالفت کو ان کے خلاف کام میں لانے کے لئے بیگم صاحبہ کو بہت سارے مواقع بھی حاصل تھے کہ وہ اکثر اورنگ آباد میں اُن سے قریب رہی ہیں۔ اس سے زیادہ قرینِ عقل صاحبِ توزکِ والاجاہی کا بیان ہے جس کی تائید اُس عصر کے اور مورخین سے بھی ہوتی ہے ۔ دوسرے مورخین زہر دئے جانے کو تو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتاتے کہ زہر دیا کس نے؟ اگر ہم زہر خورانی کے واقعہ کو تسلیم کر لیں تو یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس موقع پر اورنگ آباد میں کوئی ہل چل کیوں نہ پیدا ہوی۔ جس کا امکان اس وجہ سے تھا کہ وہاں اس وقت دونوں کے طرفدار موجود تھے اور غازی الدین خاں کے ساتھ تو ایک کثیر اور معقول فوج تھی اور ہر دلعزیزی بھی ان کو حاصل تھی اور جب ان کی موت کا سبب زہر خورانی ہی ٹھیرتا ہے تو ہم یہ قیاس کیوں نہ کریں کہ یہ تدبیر یا سازش اس فرانسیسی ڈاکٹر مسمی ڈی وولٹن کی ہے جو اس موقع پر غازی الدین خاں کے ساتھ دہلی سے آیا تھا اور اسی کے ذریعہ انھوں نے اپنا یہ حکم فرانسیسی گورنر ڈوپلے کے پاس بھیجا تھا کہ صلابت جنگ کے پاس کی متعینہ فرانسیسی فوج کو واپس طلب کر لے

اور اپنی اس غرض کی تکمیل کے لئے ممکن ہے کہ فرانسیسیوں نے محلات کی فضا کو اپنے موافق کر لیا ہو۔
ہمارا خیال یہ ہے کہ غازی الدین خاں کو ثقیل غذاؤں سے رغبت تھی اور وہ زمانہ امتزاج فصلین کا
تھا۔ ممکن ہے کہ غذا کی بے احتیاطی نے بہ اعتبار موسم ان کو ہیضہ میں مبتلا کر دیا ہو اور اُن کے اس
مرض سے فوت ہو جانے کے بعد فرانسیسیوں کے معاندین نے (جو اسی سلسلے میں صلابت جنگ کے
بھی مخالف ہو سکتے تھے) یہ مشہور کر دیا ہو کہ اُن کو زہر دیا گیا ہے اور یہ صورت دور از عقل بھی نہیں ہے
ایسے بعض مشاہیر اشخاص کے واقعات ہمارے سننے میں بھی آئے ہیں جن پر زہر کھا کر مرنے کا گمان
کیا جاتا ہے۔

جنگ سا دنور اور اس کے اسباب | اس کے بعد ہم تاریخ آصفیہ میں کئی اوراق تک نظام علی خاں کا ذکر
نہیں پاتے۔ وہ رگھناتھ داس اور لشکر خاں کی مدار المہامی کے پورے زمانے میں اپنے بھائی
بسالت جنگ کے ساتھ نظر بند رہے یہاں تک کہ لشکر خاں فرانسیسیوں کی مخالفت کی بنا پر دیوانی سے
علیحدہ ہوئے اور ان کی جگہ شاہنواز خاں صمصام الملک دیوان ہوئے ان کے اس خدمت پر
سرفراز ہونے کے بعد ہی سا دنور کی جنگ چھڑی جس میں صلابت جنگ کو بذات خود حصہ لینا پڑا اسی
جنگ کے دوران میں ان دونوں بھائیوں کی قسمت نے پلٹا کھایا اور نظام علی خان اور بسالت جنگ
گوشۂ خلوت سے باہر نکالے گئے اور اُن پر خطاب و خدمت کی سرفرازی ہوئی۔ اس کی تفصیل اور
اسباب معلوم کرنے کے لئے پہلے سا دنور کی جنگ پر نظر ڈالنا ضروری ہے کہ اسی سلسلے میں اُن کی
سرفرازی ہوئی ہے اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں سا دنور، علاقہ سرکار عالی کے حاکم عبدالحکیم خان
افغانی اپنی بالادست حکومت سے منحرف ہو گئے تھے اور اُن کا ہمسایہ مرہٹہ سردار مراری راؤ پیشوا سے

باغی ہوکر اُن کے علاقہ گوتی پر خود مختارانہ طور پر قابض ہوگیا تھا۔ جب اس مرہٹہ سردار کو یہ خبر ملی کہ بالاجی راؤ پیشوا اس کی سرکوبی کے لئے آرہے ہیں تو اُس نے عبدالحکیم خان سے مصالحت و اتفاق کرکے پیشوا سے مقابلہ کرنے کی تجویز کی۔ اب بالاجی راؤ نے یہ محسوس کیا کہ ساونور صلابت جنگ کے زیر حکومت ہے اس پر قابو پائے بغیر مراری راؤ کی تادیب ناممکن ہے اس لئے اُنھوں نے اس واقعہ کا اظہار کرکے حاکم ساونور اور مراری راؤ کے مقابلہ میں صلابت جنگ سے استمداد کی جس پر وہ راضی ہوگئے پونہ سے بالاجی راؤ اور اورنگ آباد سے صلابت جنگ اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ ساونور کی طرف بڑھے۔ لیکن "واقعات جدا شدنِ اہل فرنگ" کا مصنف کہتا ہے کہ عبدالحکیم خاں (شاید ادائے چوتھ کی نسبت) عدول حکمی کر رہا تھا اور مراری راؤ گھوڑپڑہ اور مظفر خاں گارڈی کے ساتھ متفق ہوگیا تھا اس بنا پر پرسرام پنڈت کے ذریعہ جو صلابت جنگ کے دربار میں بالاجی راؤ کا وکیل تھا یہ تصفیہ ہوا کہ اُدھر بالاجی راؤ اپنی فوج کے ساتھ ساونور کو مقابلے کے لئے جائیں اور ادھر پرسرام پنڈت صلابت جنگ کو اُن کی مدد پر آمادہ کرے اور اُن کی فوج کو لیکر آگے بڑھے۔ یہ ممکن ہے کہ بالاجی راؤ پیشوا کی درخواست استمداد پر صمصام الدولہ شاہنواز خان مدار المہام نے جن کے خیالات فرانسیسیوں کے موافق نہیں تھے۔ اپنے عندیہ کی پیش رفت میں اس جوابی امداد کی خواہش کی ہو کہ صلابت جنگ اس شرط سے پیشوا کو مدد دے سکتے ہیں کہ پھر اُن کو بھی اُن کی فرانسیسی فوج کے برطرف کرنے میں پیشوا مدد دیں اور اس برطرفی کے بعد آئندہ اُن سے باہمی اتحاد قائم رہے یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ پیشوا اس کو قبول نہ کرتے۔ بہرحال ان مدارج کے طے پانے کے بعد صلابت جنگ کی فوج ساونور کی طرف روانہ ہوی۔ یہ امر متحقق ہے کہ میدان جنگ میں پہلے بالاجی راؤ کی فوج اُتری

اور تقریباً ڈھائی مہینہ تک ساونور کا محاصرہ کئے ہوئے ٹھیری رہی اس عرض مدت میں بارہا مقابلے ہوئے اور بالاجی راؤ کو بہت کچھ نقصان برداشت کرنا پڑا آخر صلابت جنگ کی فرانسیسی فوج کے توپ خانہ کی مدد سے بہت تھوڑے عرصہ میں ساونور کے سردار سے صلح ہوگئی اس صلح کے متعلق اورمی کہتا ہے کہ موسیٰ بوسی نے اپنی قوم کے جلب منفعت کی خاطر اراکین دولت کے مشورے کے بغیر شرائط صلح طے کئے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ترچنا پلی کی گذشتہ جنگ میں مراری راؤ کی خدمات کی بنا پر فرانسیسی حکومت اس کی مقروض ہوگئی تھی۔ جسے اہل فرانس نے معاً ادا کرکے اس کو ایک دستاویز لکھدی تھی۔ اب مراری راؤ نے خفیہ طور پر بوسی کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ :۔

"وہ دستاویز[1] میرے پاس موجود ہے میں اس سے اس شرط سے دست بردار ہوتا ہوں کہ تم آسان شرائط پر بالاجی راؤ اور صلابت جنگ سے صلح کرادو..."

اس پر بوسی نے شرائط صلح خود قایم کیں جن پر صلح ہوگئی اور دستاویز مذکور اس کو واپس مل گئی اس صلح کے خفیہ شرائط کی کوئی اطلاع یا اس کی نسبت کوئی اجازت بوسی نے صلابت جنگ سے حاصل نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی نسبت ان کی اس بدگمانی میں اور اضافہ ہوگیا جو خان شاہنواز اس کے خلاف پیدا کر رہے تھے۔

'واقعات جدا شدن اہل فرنگ' میں اس صلح کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا گیا ہے۔

اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ساونور[2] میں دو روز اور تین راتوں میں فرانسیسی فوج نے تین ہزار پانسو گولے چھوڑے جس سے فصیل اور بروج وغیرہ مشبک اور اکثر مکانات خاک کے برابر ہوگئے

---

[1] اورمی جلد اول صفحہ ۴۲۷۔

[2] "واقعات جدا شدن اہل فرنگ" صفحہ ۵۔

نواب نظام الملک آصفجاہ بہادر اول

By Courtesy " Pictorial Hyderabad "

آخر کار صلح ہوگئی۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ وہ شرایط و مبانی صلح سے قطعاً اعراض کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کا مصنف حیدر جنگ[1] کا ہوا خواہ تھا جو موسی بوسی کا وکیل تھا اس لحاظ سے اس کے نزدیک ایسے امور کا بیان کرنا جن سے اس کے مربی یا اس کے موئدین کی کمزوری ظاہر ہوتی ہو درست نہ تھا۔ بہر حال اس صلح کے بعد فرانسیسی فوج کے مخالفین نے صلابت جنگ کو اُن شرایط و امور سے آگاہ کر دیا۔ جن کی بناء پر یہ صلح ہوی تھی۔ اب تک جتنی باتیں فرانسیسیوں کے خلاف گوش زد ہوئی ہو رہی تھیں۔ ان میں یہ اضافہ ہوئی اب خود بدولت اس امر پر مائل ہوے کہ فرانسیسی فوج کو برطرف ہی کر دیا جائے لیکن ان کو ایک ایسے شفیق کی ضرورت تھی جو فرانسیسی فوج کے نکالنے میں بھی مدد دے اور اُن کی آئندہ مشکلوں کے وقت بھی امداد کی حامی بھرے۔ ان اغراض کے تحت وہ صلح کے بعد تن تنہا بالاجی راؤ کے پاس پہنچے اور اپنی مشکلات کا اظہار کر کے ان کی رائے لی۔ انھوں نے ان کے عندیہ کو پرچا کر فرانسیسیوں کی

---

[1] حیدر جنگ کا نام عبدالرحمن تھا اس کا باپ خواجہ قلندر بخاری آصف جاہ اول کے عہد میں بلخ سے ہندوستان آکر ان کے پاس رسوخ حاصل کرکے مچھلی پٹن کی فوجداری سے سرفراز ہوا لیکن جب فرانسیسیوں نے مچھلی پٹن میں مداخلت شروع کی تو اُس نے ان سے چشم پوشی کی یہاں تک کہ اس بندرگاہ پر انھوں نے پوری طرح پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد وہ پانڈیچری پہنچکر فرانسیسی گورنر کے پاس مقیم ہوگیا اس وقت عبدالرحمن حیدر جنگ کم سن تھا پانڈیچری کا گورنر اس کو بہت عزیز رکھتا تھا جب فرانسیسی فوج مظفر جنگ کی ملازم ہوکر ان کے ہمراہ چلنے لگی تو فرانسیسی گورنر ڈوپلے نے اس بنا پر کہ وہ "جامع بین المسلمین والنصاریٰ" ہے موسی بوسی کے ہمراہ کر دیا صاحب ہیوار پور بوسی کے قول کے مطابق عبدالرحمن بوسی کا ملازم اس وقت ہوا ہے جبکہ فرانسیسی فوج گولکنڈے کے پاس پہنچ گئی تھی اور اس نے فرانسیسی عہدہ دار سے اپنے والد کے احسانات کا اظہار کرکے ملازمت کی درخواست کی تھی۔ ملازم ہوکر اس نے بوسی کا بڑا اعتبار حاصل کیا اور اس کی سفارش پر خطابات ذوالفقار خاں حیدر جنگ اسد الدولہ سے تک سرفرازی پائی اس کا ایک بھائی ذوالفقار جنگ تھا جس کو بوسی نے حیدر جنگ کے قتل کے بعد اس کا قایم مقام بنایا اور وہ انگریزوں سے سرکاران شمالی میں شکست کھانے کے بعد بربناء عہد نامہ (مابین صلابت جنگ و انگریز سردار کرنل فورڈ) علاقہ سرکار عالی کی ملازمت سے علحدہ کر دیا گیا تو اس کو بسالت جنگ نے اپنے پاس ملازم رکھ لیا۔

برطرفی کا مشورہ دیا اور یہ کہا کہ میری طرح آپ بھی اپنے بھائیوں کو قوت و اقتدار عطا کیجئے کہ صاحب جمعیت واستعداد ہوجائیں اور ضرورت کے وقت اپنی فوج سے آپ کی رفاقت کریں اس رائے میں ممکن ہے کہ بالاجی راؤ کے پیش نظر اپنے مفاد بھی ہوں یعنے ایک تو یہ کہ وہ اس یوروپین فوج کے مقابلے میں صلابت جنگ پر مستولی نہیں ہو سکتے تھے اور دوسرے یہ کہ اگر یہ فوج ان کے پاس سے علیحدہ ہو جائے تو ممکن تھا کہ وہ خود اس کو نوکر رکھ کر اپنی فوجی قوت میں اضافہ کر لیتے۔ چنانچہ اسی کا اظہار میالیسن نے اس طرح کیا ہے کہ بالاجی راؤ موسی بوسی کو صلابت جنگ کے پاس سے علیحدہ ہونے پر اپنے پاس نوکر رکھ لینا چاہتے تھے اور اسی غرض سے انھوں نے برطرفی کے حکم کے بعد ہی موسی بوسی کو ان الفاظ میں تہنیت نامہ لکھا۔

"ایسی[1] احسان فراموش مغل قوم کی ملازمت سے علیحدہ ہونا تم کو مبارک ہو۔"

اس باہمی مفاہمت کو "واقعات جدا شدن اہل فرنگ" کے مصنف نے کسی قدر تفصیل سے بتایا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔

"(بعد علیحدگی اہل فرنگ) بالاجی[2] راؤ اپنے بھائیوں اور سرداروں کے ساتھ دریائے تنگبھدرا کو عبور کر کے عمدۃ الملک موسی بوسی کی قیام گاہ پر پہنچا اور یہ اقرار پیش کیا کہ وہ دو لاکھ روپے ماہوار پر تم اپنی تمام فوج اور توپ خانہ کے ساتھ میری رفاقت و ملازمت اختیار کرو کہ مجھے ملک ہندوستان کی تسخیر میں رفقاء کی پشت گرمی کی ضرورت ہے۔"

---

[1] میالیسن صفحہ ۴۶۶۔ [2] واقعات جدا شدن اہل فرنگ صفحہ ۷۔

بالاجی راؤ کا یہ سخن دو کام دیتا ہے ایک تو یہ کہ موسی بوسی کو صلابت جنگ کی ترک خدمت پر نارا ض اور مشتعل ہونے سے باز رکھے دوسرا یہ کہ اگر وہ اپنی ملازمت پر راضی ہو جائے تو صلابت جنگ سے یہ ظاہر کر کے اس کو اپنے پاس نوکر رکھ لے کہ ہندوستان میں پھیلے ہوئے فتنہ و فساد کو فرو کرنے کی غرض سے بوسی کے خدمات کی ضرورت ہے۔

فرانسیسی فوج کی برطرفی اور اس کے اسباب:

پیشوا سے مشورہ کرنے کے بعد صلابت جنگ نے پہلے اپنے بھائیوں کو نظر بندی سے نکال کر سرفراز کیا۔ چنانچہ نظام علی خاں کو خطاب نظام الدولہ اور صوبہ داری برار سے ممتاز کیا اور بسالت جنگ کو صوبہ داری بیجاپور و ادھونی عطا کی۔ صاحب توزک آصفیہ کہتا ہے کہ اس[1] سرفرازی پر موسی بوسی نے بھی اپنے لئے بیدر کی صوبہ داری کی درخواست کی۔ جس سے غالباً اس کی غرض یہ تھی کہ اس مرکزی علاقہ پر قابض ہو کر تمام بھائیوں کی قوتوں اور اعمال پر نظر رکھے اور ان کو ایک جگہ جمع ہونے نہ دے۔ لیکن اس کی اس درخواست کے خلاف صلاح کاروں نے صلابت جنگ کو ایسا ہموار کیا کہ انھوں نے فرانسیسی فوج کی برطرفی کے احکام جاری ہی کر دئے اپنی فوج کی برطرفی کے بعد موسی بوسی کو ممکن ہے کہ یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ اس کے باعث دراصل شاہنواز خاں ہیں لیکن ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اس دوران میں واقعات و اسباب ہی کچھ ایسے پیش آرہے تھے کہ جن کی وجہ سے فرانسیسیوں کا اثر خود بخود کم ہوتا جا رہا تھا۔ جن اسباب سے صلابت جنگ فرانسیسیوں سے بدل ہو رہے تھے اور جن امور کی بنا پر فرانسیسوں کا اثر کم ہو رہا تھا یہ ہیں:۔

(۱) انگریز سرکار ان شمالی اور مدراس کے علاقہ میں ان کو برابر دباتے چلے جا رہے تھے اور موسی بوسی کی تمام توجہ اسی طرف منعطف ہو گئی تھی۔

---

[1] توزک آصفیہ ۶۸

(۲) کرناٹک کے وسیع علاقہ پر فرانسیسی پانچ سال سے منجانب ریاست قابض و متصرف تھے لیکن انھوں نے اس کے متعلق کوئی رقم پیشکش داخل نہیں کی اور بخلاف ان کے محمد علی (حلیف انگریز) نے اس کی بابت سالانہ تیئیس لاکھ روپے پیشکش اور فرمان کے صدور کے ساتھ ہی بارہ لاکھ روپے نذرانہ دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

(۳) فرانسیسیوں کے مخالفین میں سے ایک شاہنواز خاں مدارالمہام تھے اور دوسرے پرسرام پنڈت (وکیل بالاجی راؤ پیشوا) جو اپنے پیشوا کی خاطر یہ چاہتے تھے کہ صلابت جنگ کی ملازمت میں یہ فوج نہ رہے تاکہ اُن پر خود غلبہ پاسکیں۔ تیسرے جعفر علی خاں تھے۔ جن کی جاگیر سرکاران شمالی میں تھی اور یہ علاقہ بُوسی کو تفویض ہونے کی وجہ سے وہ اپنی جاگیرات سے محروم ہوگئے تھے اور اسی بنا پر وہ ان کے خلاف ہوکر انگریزوں اور مرہٹہ سرداروں سے تعلقات قایم کررہے تھے اور آخر میں صلابت جنگ کے پاس پہنچکر سپہ سالاری فوج کی خدمت سے سرفرازی پائی اور اس کے بعد فرانسیسیوں کے خلاف بڑے زور سے کارروائی شروع کردی تھی۔

(۴) فرانسیسی گورنر ڈوپلے جب فرانس واپس ہوا تو "گوڈے ہو" اس کا قایم مقام ہوا اس کی اطلاع شاہنواز خاں کو ہوئی تو انھوں نے حیدرآباد کے صُوبہ دار محمد حسین خاں یمین الدولہ کو لکھا کہ:-

"میں اس حیرت میں مستغرق ہوں جو گورنر بہادر کی واپسی کی اطلاع سے مجھ پر طاری ہوئی ہے اس تغیر و تبدل سے وہ اپنی وقعت اور اپنا علاقہ کھودینگے۔ مخفی نہ رہے کہ ہم اس نئے گورنر سے کوئی مفاہمت نہیں کرسکتے کہ وہ ہمارے معاملات سے قطعاً ناواقف ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ فرانسیسی اب طاقت ور نہیں رہے اور انگریز

اُن پر غالب آگئے واضح ہو کہ میں عنقریب انگریز اور محمد علی سے مصالحت کرنے والا ہوں۔"

شاہنواز خاں کو اس خیال کے پیدا ہونے کی وجہ وہ مراسلت ہوئی جو ڈوپلے کے تبادلے کے زمانہ میں صلابت جنگ اور فرانسیسی گورنر کے مابین ہوئی اور اس لئے گورنر نے اپنے خط میں اپنی عدم مداخلت کی پالیسی کا صریحی اظہار کر دیا۔ جس سے متاثر ہو کر صلابت جنگ نے موسیٰ بوسی کو لکھا کہ۔

"...... تمھاری قوم نے اب تک میری مدد کی جو کچھ اس نے میرے خدمات بجالائے مجھے معلوم ہے میں نے چچا ڈوپلے کو کرناٹک کی حکومت دی اور مجھے قوی امید تھی کہ وہ اپنے اعداء پر کامیابی حاصل کریگا۔ لیکن اب میں بڑے افسوس کے ساتھ اُس کی واپسی کی خبر سُن رہا ہوں میرے ایلچیوں کو جو میری جانب سے اس کے نام کے خطوط لے گئے تھے نئے گورنر نے کہا ہے کہ "صوبہ دار سے کہو کہ میں اپنے پادشاہ کی طرف سے یہاں بھیجا گیا ہوں اُس نے مجھے مغلیہ سلطنت میں مداخلت کرنے کی ممانعت کی ہے اور کہا ہے کہ اس سلطنت کے سربراہ کار ممکنہ طریقہ پر اپنی حفاظت آپ کر سکتے ہیں" اور ایلچیوں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ قیدی محمد علی کو دیدئے گئے ہیں اور مراری راؤ اور میسور والے تم کو چھوڑ چکے ہیں ان تمام امور سے یہ ثابت ہے کہ انگریز تم پر کامل غلبہ پا چکے......"

اس مضمون سے ہی ظاہر ہے کہ اب صلابت جنگ کے دل میں فرانسیسیوں کی کوئی وقعت باقی نہیں تھی اور وہ اُن سے کسی مدد یا اُن کی کسی خدمت کے متوقع نہیں رہے تھے۔

(۵) ریاست آصفیہ کو پیشوا کی طرف سے بڑا خطرہ تھا انھیں کے حملوں کی مدافعت کی غرض سے

اس کو فرانسیسی فوج کی جیسی ایک مستقل باقاعدہ فوج کی ہمیشہ ضرورت رہتی تھی اسی وجہ سے صلابت جنگ
اس کو علیحدہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ لیکن ساونور کی جنگ میں بالاجی راؤ پیشوا کے ساتھ اتحاد
قایم ہوگیا اور اب اس طرف سے کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا تھا۔

(۶) ساونور کی صلح میں موسی بوسی نے اپنی قوم کی منفعت کی خاطر ریاست آصفیہ کے مفاد پر
کوئی نظر نہیں ڈالی اور اخراجات جنگ تک اس موقع پر اس سے حاصل نہیں کئے اور شرائط پوشیدہ
رکھ کر صلح کرلی۔ جس سے صلابت جنگ کی سوءظنی میں اور اضافہ ہوگیا۔ بہرحال یہ سب امور
ایسے جمع ہوگئے تھے کہ ان کی بناء پر صلابت جنگ موسی بوسی اور اس کی فوج سے متفق و رضامند
نہیں رہ سکتے تھے۔ احکام برطرفی کے بعد فرانسیسی فوج نے مقابلہ کا تہیہ کیا۔ لیکن اسی مقام پر اس
وجہ سے نہیں بگڑی کہ وہاں فوجیں بہت زیادہ تعداد میں جمع تھیں بہت جلد ان کی قسمت کا فیصلہ
ہوسکتا تھا اس لئے وہ پہلے مچھلی بندر کے رخ پر روانہ ہوے اور اس سمت میں کچھ منازل طے
کرکے اپنا رخ حیدرآباد کی طرف پھیرا اور وہاں پہنچکر بلدۂ حیدرآباد کے مرکز میں چار محل کو اپنی جولانگاہ قرار دیا
اور ادھر مچھلی پٹن سے استمداد اور فوج طلب کرلی۔ دو ڈھائی ماہ کے بعد اعیان و اراکین سلطنت کے
نفاق اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر موسی بوسی نے اپنے من مانے شرائط پر صلابت جنگ سے
۲۹ ذیقعدہ ۱۱۶۹ھ م ۱۵ اگست ۱۷۵۶ء کو صلح کرلی۔ اراکین سلطنت کے نفاق اور کمزوری کا اظہار
سرسری طور پر صرف غلام علی آزاد بلگرامی نے احوال شاہنواز خاں میں کیا ہے کسی اور مورخ نے
اس پر روشنی نہیں ڈالی۔ "واقعات جدا شدنِ اہل فرنگ" کے مصنف نے اسی موضوع پر اپنی تصنیف
کی بناء رکھنے کے باوجود بھی اس کے متعلق کوئی ذکر کیا ہے اور نہ شرائط صلح کا کوئی مذکور۔ یہ البتہ

معلوم ہوتا ہے کہ اس صُلح میں محمد حسین خان نے بڑی کوشش کی ہے جو صمصام الدولہ شاہنواز خاں کے گھرے دوست تھے لیکن اس کے بعد بھی ان دونوں کی باہمی دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا اس پر سے یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ مقتضائے وقت کے اعتبار سے شاہنواز خاں نے اندرونی طور پر صلح پر رضامندی ظاہر کی ہو اور خود علانیہ طور پر اُس سے منحرف رہے ہوں معین خاں شوکت جنگ بھی اس صُلح سے خوش نہیں تھے کہ بُوسی کا سب سے پہلا حملہ ان کے داماد ابراہیم علیخاں پر ہوا تھا جو ان کی طرف سے حیدرآباد کے نائب تھے بہرحال اس صلح کے بعض شرائط کا ذکر انگریزی بعض تاریخوں میں آتا ہے چنانچہ اورمی کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوسی نے اپنے معاملات کے تصفیہ کے لئے مدارالمہام کے توسل کو ترک دیا اور اس دوران میں جو اخراجات کہ فرانسیسی فوج کو لاحق ہوے تھے اس کی ادائی ریاستِ آصفیہ کے ذمّہ ہوی۔ مدارالمہام کے توسل کو ترک کرکے موسی بُوسی اپنے تمام معاملات اپنے وکیل حیدرجنگ کے ذریعہ طے کرنے لگا۔ جس سے خود اُس (حیدرجنگ) کے خیالات بلند پروازی کرنے لگ گئے فرانسیسیوں سے صلح ہونے کے بعد نظام علیخاں واحد علیخاں کی آتالیقی میں اپنے متعلقہ صُوبہ برار کو روانہ ہو گئے بعض مورّخین یہ کہتے ہیں کہ سادنور کی صلح کے بعد ہی نظام علیخاں اپنے علاقہ کو روانہ ہو گئے تھے۔ اور یہی زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ اگر وہ اس کے بعد بھی صلابت جنگ کے ساتھ رہتے تو ممکن نہ تھا کہ چارمحل کی فرانسیسیوں کے مقابل کی جنگ میں ان کا کوئی ذکر نہ آتا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ وہ بااختیار و حکومت کردئے گئے تھے۔ جب انگریزوں نے یہ دیکھا کہ شاہنواز خاں کو فرانسیسیوں کے نکالنے میں کامیابی نہیں ہوی تو خود انھوں نے یہ تہیّہ کیا کہ فرانسیسیوں کو صلابت جنگ سے علٰحدہ کردیں اور اس غرض کے لئے نواب کرناٹک کے ذریعہ جارج پگٹ (گورنر مدراس) نے

موسیٰ لالی کو یہ لکھوایا کہ تمھاری ہماری باہمی صلح اُس امر پر موقوف ہے کہ ایک کا دوست دوسرے کا دوست اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن متصور ہوگا اور ہم بادشاہ مغلیہ کے ساتھ متفق ہیں اور تم صلابت جنگ کے ساتھ جنھوں نے بادشاہ کے خلاف مرضی ناصر جنگ شہید کے بڑے بھائی آصف الدولہ غازی الدینخاں کو جو حضور سلطانی سے نظامت دکن پر مامور ہو کر پہنچے تھے زہر سے ہلاک کر کے بادشاہ سلامت کے خاطرِ اقدس کو مکدر کر دیا ہے تمھارا ان کے ساتھ متفق رہنا ہمارے صلح نامہ کے منافی ہے تم کو چاہئے کہ اس ریاست دکن سے اپنا تعلق قطع کرلیں اور موسی بُوسی کو پانڈیچری طلب کرلیں اس کے جواب میں موسی لالی نے لکھا کہ موسی بُوسی ہمارے دست قدرت وعلاقہ سے خارج اور اپنی ذات سے ان کی سرکار کا ملازم ہے ممکن نہیں کہ پانڈیچری کے گورنر کے حکم کی تعمیل ہو اس سے مطلع ہو کر نواب کرناٹک کی طرف سے صلابت جنگ کو لکھا گیا کہ اُس فرقہ (فرانسیسیوں) کو ملازم رکھنا جو ظل سُبحانی شہنشاہ مغلیہ کے پسند نہیں اور اُس قوم کو رفیق بنانا جو ان کے بھائی کی قاتل ہے فدویت اور اخویت کے خلاف ہے اس قوم سے احتراز کرنا لازم ہے چنانچہ صاحب تزکِ والاجاہی نے اس رسل و رسائل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

"موسی[۲] لیری حارس پھولچری بموجب عرض جارج پکٹ از حضور از فام پذیرفت کہ بنائے صلح شما با ما بریں معنی موکداست کہ با مخالفان و موافقان ما مخالف و موافق باشند بسکہ رضائے ما متفق با رضائے بادشاہی و نواب صلابت جنگ خلاف مرضی

---

[۱] یہ ۱۷۵۴ء کے معاہدہ کا ذکر ہے جو عہد نامہ پانڈیچری کے نام سے موسوم ہے اور مسٹر سانڈرس اور موسی گوڈے ہو کے طے کیا تھا

[۲] توزک والاجاہی ورق ۱۹۵ -

پادشاہ برادر کلاں نواب ناصر جنگ شہید یعنے نواب آصف الدولہ غازی الدین خان بہادر
راکہ از حضور سلطانی بہ نظامت دکن مامور شدہ رسیدہ بود بزہر ہلاک ساختہ، خاطر شاہی
را از خود مکدر گردانیدہ۔ لہٰذا بودن تعلق شما با نواب صلابت جنگ خلاف عہد صلحنامہ
ماست باید کہ علاقۂ خود از دکھن بردارند و موسی بوسی را بہ پھولچری طلب نمایند موسی لیری
جواب نوشت کہ موسی بوسی خارج از علاقۂ ما بالفعل بالذات نوکر ہماں جاست دریں صورت
نمی رسد کہ نوکر حاکم دکھن عمل بر حکم حارس پھولچری نماید حضرت اعلیٰ پس از ملاحظۂ کتابت
موصولہ اش بنواب صلابت جنگ نوشت کہ از ارقام موسی لیری معلوم گشت کہ موسی بوسی
مع توابع خود نوکر سرکار دکھن گردیدہ و بپایۂ اعتماد رسیدہ قومے کہ داشتن اوناپسند ظل سبحانی
است بنوکری گزیدن و فرقۂ کہ قاتل برادر گرامی یعنے نواب ناصر جنگ بہادر شہید باشد
برفاقت چیدن صلاح حال فدویت و مناسبت مروت اخویت ندارد۔ احتراز از آمیزش
ایں قوم واجب شود۔[1]"

لیکن اس مراسلت کا کوئی اثر صلابت جنگ کو نہیں ہوا اس واسطے کہ یہ امر ان کے دل میں اچھی طرح جاگزیں
تھا کہ ریاست ان کو انھیں فرانسیسیوں کی بدولت ملی اور اسی بناء پر انھوں نے اس خط کو موسی بوسی کے
پاس بھیجدیا جس سے مطلع ہو کر اس نے انگریزی کمپنی یا نواب کرناٹک کو کوئی جواب دینے کے عوض سراج الدولہ
ناظم بنگالہ سے انگریزوں کے خلاف سازش شروع کر دی۔ بعض مورخین کے بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ
اس سازش کے دفع دخل کے طور پر انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں نے نظام علی خان سے باہمی مفاہمت

---

[1] تاریخ نظامی صفحہ ۶۷۔

کے لئے ریشہ دوانی شروع کر دی۔ لیکن اب تک نہ اس کا کوئی تحریری داخلہ مل سکا نہ کوئی تفصیلی قلمبند کردہ حالات معلوم ہو سکے۔ اسی وجہ سے ہم یہ تصفیہ نہیں کر سکتے کہ نظام علی خاں نے اس مسئلہ میں کہاں تک انگریزوں کا ساتھ دیا۔ البتہ اس دوران کے واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ فرانسیسیوں کے مخالف تھے اور یہ چاہتے تھے کہ دربار صلابت جنگ سے بہت جلد ان (فرانسیسیوں) کا قلع قمع ہو جائے اور اس معاملہ میں صلابت جنگ کے مدار المہام شاہنواز خاں باطناً نظام علی خاں کے ساتھ متفق ہو گئے تھے۔

فرانسیسیوں کے خلاف سازش

فرانسیسیوں کے خلاف جو سرگرم کارروائی آغاز ہوی۔ اس کی ابتدا اُس زمانہ سے ہوتی ہے جب کہ صلابت جنگ نے چار محل کے محاصرے کے بعد موسی بوسی سے صلح کر لی کہ اس مصالحت سے فرانسیسی جنرل مہام ریاست میں مطلق العنانی کے ساتھ دخیل ہو کر ذی اختیار اور طاقت ور ہو گیا تھا اور مدار المہام وقت سے بھی اس کے اعزاز زیادہ ہو گئے تھے اور اس طرح فرانسیسی قوم موسی بوسی کے پردے میں سلطنت کو کمزور اور اس کی جڑوں کو کھوکھلی کر رہی تھی۔ اسی کی امدادی فوج کی تنخواہوں کے بارسے خزانۂ گولکنڈہ خالی ہو چکا تھا اور اس کے بعد سرکاران شمالی کا ایک وسیع علاقہ اس فوج کی تنخواہوں میں تفویض کر دیا گیا تھا۔ بہر حال ان پیچیدہ واقعات اور سازشی معاملات پر مورخین نے کوئی تفصیلی یا تحقیقی نظر نہیں ڈالی اس زمانہ کے تاریخی ماخذ یا تو فارسی تاریخیں ہیں یا اُس زمانے کی فرانسیسی مکتوبات یا تاریخیں۔ انگریزی مورخین نے فرانسیسی مورخین کی تقلید کی ہے اور فرانسیسی مورخین نے اس خیال کو پیش نظر رکھا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہو۔ جس سے فرانسیسی عہدہ داروں پر کوئی الزام عاید ہو یا ان کی کوئی غلطی پائی جائے اور فارسی مورخین نے صرف ایسے واقعات کا اظہار کیا ہے۔ جس سے اراکین سلطنت کی کوئی فروگذاشت نہیں پائی جاتی اور

فرانسیسی عہدہ داروں کی مداخلت اور چال بازی ظاہر ہوتی ہے اگرچہ بعض انگریز مورخین نے فارسی تواریخ میں سے سیر المتاخرین سے بھی ان واقعات کا اظہار و استنباط کیا ہے لیکن ہم صمصام الدولہ شاہنواز خاں اور غلام علی آزاد بلگرامی کے مقابلے میں عہد مابعد کے کسی اور فارسی مورخ کو قابل استناد و قابل ذکر تصور نہیں کرتے یہ دونوں مورخ ان واقعات میں بذات خود شریک رہے ہیں اور اس زمانے کی لایق اور قابل وقعت ہستیوں میں تھے اس لئے عجب نہیں جو ان واقعات کا پلاٹ انھیں مشہور و معروف مورخین کے باہمی مشورے پر قایم ہوا ہو اور اسی بناء پر شاید انھوں نے واقعات کے من و عن بیان کرنے میں تاویل و توریہ سے کام لیا ہو بایں ہمہ مورخین مابعد نے اپنی اپنی تواریخ میں ایک حد تک انھیں کی خوشہ چینی کی ہے اور واقعات پر کوئی تنقیدی نظر نہیں ڈالی۔ جس سے اکثر روایات متواتر ہو کر درجہ یقین تک پہنچ گیئں اور بعض مورخین نے اپنی درایت کو کام میں لا کر یہ نتیجہ نکالا کہ اس سازش کے بانی مبانی نظام علی خاں ہیں۔ جنھوں نے حصول سلطنت کے لئے یہ ساری کوشش کی اور اسی لئے انھوں نے واقعات معلومہ کی ترتیب و تفصیل سے تک گریز کی اور آزاد کے کلام سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ حیدر جنگ ہی کی چال تھی۔ جس کا خمیازہ خود اس کو اور شاہنواز خاں کو بھگتنا پڑا۔ اور نظام علیخاں بھی اس سے کچھ متاثر ہوے۔ ہم نے ان سب پر نظر غائر ڈال کر تحقیق واقعات کے بعد یہ استنباط کیا ہے کہ اس زمانہ کے واقعات کئی منصوبوں پر مشتمل تھے۔ ایک منصوبہ تو وہ تھا جو شاہنواز خاں نے فرانسیسیوں کے خلاف قایم کیا۔ دوسرا منصوبہ وہ تھا جو بوسی اور حیدر جنگ نے اپنے استیلاء اور دیوانی کے لئے مرتب کیا۔ لیکن ان کے اس پلاٹ کے دو حصے ہیں ایک تو جارحانہ جو خود نظام علی خاں اور شاہنواز خاں کے خلاف قایم کیا گیا تھا اور دوسرا مدافعانہ جو ان کے پلاٹ کے دفع دخل کے طور پر تجویز کیا گیا تھا۔

بہر حال اس اجتماع کی وجہ سے واقعات کچھ پیچیدہ ہوگئے ہیں۔ ہم حتی الامکان ایک مسلسل طریقہ سے اُن کا اظہار کریں گے۔ جس سے تمام منصوبے علی التسلسل اچھی طرح ذہن نشین ہوجائیں گے اور قارئین کو ہر ایک کے عمل اور ردّ عمل سے آسانی کے ساتھ واقفیت ہوجائیگی۔

سب سے پہلے ہم شاہنواز خاں کا ذکر کرتے ہیں کہ پہلے انھیں کا منصوبہ برسر کار آیا ہے وہ فرانسیسیوں کی مخالفت کی بناء پر یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اُن سے قطع تعلق کرلیا جائے انھوں نے دیوان ہوتے ہی اپنی تمام توجہ اسی طرف منعطف کردی لیکن جب یہ دیکھا کہ صلابت جنگ خود یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ انھیں (فرانسیسیوں) کی بدولت تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہیں تو پھر ممکن نہ تھا کہ اُن کے پاس فرانسیسیوں کے خلاف کوئی چال چل سکتی۔ چنانچہ شاہنواز خاں کے پیشتر لشکر خاں نے بھی بہ حیثیت مدار المہام فرانسیسیوں کے خلاف کوشش کی تھی حتیٰ کہ انگریزی کمپنی کے بعض عہدہ داروں سے اس بارے میں امداد بھی طلب کی لیکن اُس زمانے میں فرانسیسیوں کی قوت گھٹی نہیں تھی جو خطوط کہ لشکر خان نے انگریزی سردار مسٹر سانڈرس کو طلب امداد میں لکھے تھے فرانسیسیوں نے گرفتار کرلئے اور وہ خفیہ کارروائی قبل از قبل طشت از بام ہوگئی۔ ڈوپلے نے اس کی اطلاع موسیٰ بوسی کو کی۔ جس کی تحریک پر وہ (لشکر خاں) خدمت سے علٰحدہ کردئے گئے ان کے بعد شاہنواز خاں مدار المہام ہوئے اِس خدمت پر سرفرازی پاتے ہی اُنھوں نے فرانسیسیوں کے خلاف کارروائی شروع کردی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مدار المہاموں کا فرانسیسیوں کی وجہ سے کیا نقصان ہوا تھا جو برسر خلاف تھے؟ علانیہ طور پر تو اس کا جواب یہی ہے کہ صلابت جنگ پر موسیٰ بوسی کا اتنا اثر ہوگیا تھا کہ وہ ایک ادنیٰ سی بات بھی اس کے خلاف نہیں کرنا چاہتے تھے اور اس سے ہر ایک مدار المہام کو اس سوءِ ظن کی گنجایش تھی کہ اگر ان کو

یا ان کی خدمت کو کسی سے خطرہ ہو سکتا ہے تو وہ بُوسی ہے اور یہ ایسی بات تھی کہ جس کی وجہ سے یہی کیا دو
اور بھی جتنے مدار المہام ہوتے اس کے مخالف ہو جاتے۔ بہرحال جب شاہنواز خاں مدار المہام ہوئے تو
انھوں نے یہ مُناسب خیال کیا کہ موسیٰ بُوسی کو نیچا دکھانے کے لئے صلابت جنگ کے بھائیوں (نظام علیخاں
اور بسالت جنگ) کو ذی اقتدار و صاحب حکومت بنا دیا جائے تاکہ ان کی حکومت سے بُوسی کو کوئی خلش
پیدا ہو اور اس اقتدار پانے کی وجہ سے وہ خود شاہنواز خاں کے مؤید ہو جائیں یہ چال ایسی تھی کہ اس سے
تقریباً ہر وہ شخص جو نظام علی خاں اور بسالت جنگ سے خاص تعلق رکھتا تھا فرانسیسیوں کا مخالف ہو گیا
اور اپنی اس معمولی سی حکمت سے شاہنواز خاں نے ایک بڑا جتھا اپنے موافق کر لیا۔ حیدرآباد میں صلابت جنگ
سے مصالحت ہونے کے ایک مہینہ بعد مُوسی بوسی اپنے وکیل حیدر جنگ کے ساتھ مچھلی پٹن روانہ ہوا کہ
ادھر کی بدامنی کو فرو کر کے حسب مناسب انتظام و بندوبست کرے اس کی اطلاع پا کر، ابراہیم[1] خاں
گارڈی (جو بوسی کی طرف سے وہاں کا عامل تھا) بہت سارا خزانہ حاصل کر کے پالونچہ کے جنگل میں سے
چاندہ ہوتے ہوئے ایلچپور پہنچا اور نظام علی خاں کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ لیکن صاحب تاریخ
نظامی لکھتا ہے کہ اس کو نظام علی خاں نے سوا لاکھ روپئے ماہوار پر مع توپخانہ اپنی ملازمت کے لئے
طلب کیا تھا اسی بناء پر وہ بُوسی سے علٰحدہ ہو کر اُن سے جا ملا۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"........ ابراہیم[2] خاں گارڈی را کہ از تربیت کردہ ہائے کلاہ پُوشاں و دریں ایام

---

[1] بہر جنگ اس کا خطاب تھا یہ نظام علی خاں سے ایک عرصہ تک متحد رہا حتیٰ کہ نظام علیخاں اورنگ آباد گئے سندکھیڑ کی جنگ میں شریک رہے اس میں اس نے ان کی جانب سے بڑے بڑے کارنمایاں کئے آخر جب اس جنگ کے ختم پر بُوسی اپنے علاقہ سے آگیا تو اسکی استدعا پر ابراہیم خاں کو نظام علیخاں نے اس کے پاس منتقل کر دیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے اس کا ساتھ چھوڑا اور جب حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علی خاں برہان پور روانہ ہوئے تو یہ بھی اپنے توپخانہ کے ساتھ ان کے ہمراہ چلا گیا اور سال ڈیڑھ سال ان کے ساتھ رہنے کے بعد جب نظام علیخاں نے صلابت جنگ سے حیدرآباد میں مکرر ملاقات کی اور کاروبار ریاست میں دخیل ہوئے تو اس کی بدمزاجی پر اس کو انھوں نے برطرف کر دیا جس کے بعد وہ بالاجی راؤ کے پاس جا کر ملازم ہو گیا وہاں وہ مرہٹوں کے ساتھ پانی پت کی مہم میں شریک رہا اور اسی جنگ میں مارا گیا ۱۲

[2] تاریخ نظامی صفحہ ۶۷۔

بجہاتے چند از آنہا کبیدہ خاطر و دل گراں بود بحضور معلّٰی (بندگانعالی) طلب نمودہ با جمعیت شایستہ خوب و توپ خانہ ہائے جہاں آشوب بقرر یک لک و بست و پنجہزار روپیہ در ماہہ در سلک ملتزمان رکاب سعادت منسلک فرمودند۔"

اس سے ظاہر ہے کہ بُوسی کی قوت کو توڑنے اپنی طاقت میں اضافہ کرنے اور اپنے آئندہ منصوبے کو صُورت عمل میں لانے کے لئے نظام علی خاں نے ابراہیم خاں کو اپنے پاس طلب کر لیا وہ عین ایسے موقع میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اِن دنوں جانوجی بھُونسلہ نے دیوگڈھ چاندہ پر متصرف ہو کر شور مچا رکھا تھا اور وہاں سے ملکِ برار کو تاخت و تاراج کرتا رہتا تھا۔ نظام علی خاں کو اس کی سرتابی کی سزا دینی بھی تھی اور ابراہیم خاں کا امتحان بھی منظور تھا۔ اس لئے اس مہم میں اس کو شرکت کی اجازت دی۔ اس کی یہ نئی طاقت اس موقع پر کارآمد ثابت ہوی۔ دو مہینہ کی لڑائی کے بعد اس شرط پر جانوجی سے صلح ہوی کہ اپنے علاقہ کی آمدنی سے فیصدی ساٹھ روپئے نظام علی خاں کو سالانہ ادا ہوں اور باقی وہ لے۔

نواب نظام علی خان بہادر آصفجاہ ثانی

By Courtesy " Pictorial Hyderabad "

حصولِ اقتدار نظام علیخاں

نظام علی خاں نے ریاست میں جو کچھ اقتدار حاصل کیا وہ شاہنواز خاں صمصام الدولہ کی تدبیر اور منصوبے کا نتیجہ ہے اگرچیکہ کسی فارسی مورخ کے بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شاہنواز خاں نے اس امر میں کوئی حصہ لیا تاہم واقعات کا بغور مطالعہ کرنے اور فارسی مورخین کے کلام کو انگریز مورخین کے بیان کے ساتھ مطابق کرنے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ شاہنواز خاں کو یہ منظور نہیں تھا کہ ریاست میں فرانسیسیوں کا عمل دخل رہے جیسا کہ صلابت جنگ کے عہد حکومت میں تھا اور ساونور کی جنگ میں انھوں نے حتی الامکان یہ کوشش کی تھی کہ صلابت جنگ کی ملازمت سے فرانسیسیوں کو برطرف کردیں لیکن احکام برطرفی کے اجرا کے بعد موسی بوسی نے عدول حکمی اور بغاوت کرکے ریاست میں پھر اپنے قدم جمالئے اور اب پہلے سے زیادہ رئیس وقت کو متاثر کرلیا تھا۔ ایسی صورت میں یہ ممکن نہیں تھا کہ صلابت جنگ اپنے دورانِ حکومت میں فرانسیسیوں سے کنارہ کش ہوجاتے۔ اسی تصور کی بناء پر شاہنواز خاں کو نظام علیخاں سے موافقت پیدا کرنے کا خیال ہوا اور چونکہ ساونور کی جنگ کے بعد فرانسیسیوں کی برطرفی شاہنواز خاں کی تدبیر سے عمل میں آئی تھی۔ اس لئے فرانسیسی سردار موسی بوسی اور اس کے وکیل حیدر جنگ کو اُن کی طرف سے خلش ہوگئی تھی اور گو وہ بظاہر ان سے صاف تھے۔ لیکن باطناً چاہتے یہ تھے کہ اُن سے حکومت منتزع ہوجائے تاکہ اُن (فرانسیسیوں) کی جولانی کے لئے میدان صاف رہے اس غرض کے لئے انھوں نے یہ سوچا کہ ایک ایسی وجہ قایم کی جائے جو قرین عقل ہو۔ اپنی برطرفی کے بعد بوسی نے صلابت جنگ سے جو مقابلہ

کیا تھا۔ اس میں اس نے بڑی سیرچشمی کے ساتھ روپیہ صرف کیا تھا اور اسی وجہ سے اس کو اس موقع پر کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی اپنے ذاتی اعتبار پر بیگم بازار کے بڑے بڑے ساہوکاروں سے اُس نے روپیہ قرض لیا تھا اور اس روپیہ سے سامان رسد اتنا فراہم کرلیا تھا کہ ایک سال تک کے لئے اس کی فوج اطمینان سے بسر کرسکتی تھی اور اسی رقم سے اُن سپاہیوں کے پسماندوں کو معقول وظائف جاری کر رہا تھا۔ جو اس لڑائی میں کام آرہے تھے اور معذور سپاہیوں کو اسی رقم سے رعایتی وظایف بھی جاری کردئے۔ بہرحال مصالحت کے بعد اس کو لازم تھا کہ اس رقم قرض کی ادائی کرتا اس لئے اس نے بطور اخراجات جنگ ایک معتدبہ رقم حاصل کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ برطرفی کے احکام کے بعد مقابلہ کرنے میں غلطی مُوسی بوسی کی تھی اس لئے باقاعدہ طور پر صلابت جنگ سے مطالبہ کا اس کو حق نہیں تھا اس بنا پر اُس نے سپاہیوں کے تنخواہ کے مطالبہ کا سوال پیدا کیا۔ چنانچہ بعد مصالحت جب صلابت جنگ بسالت جنگ کو ہمراہ لیکر اورنگ آباد پہنچے تو یہاں صمصام الدولہ پر فوج کی تنخواہوں کی ادائی کا تقاضا ہونے لگا کہ تقریباً بائیس مہینوں کی تنخواہ واجب الادا تھی اگر مدارالمہام چاہتے تو وقت واحد میں ادا کردیتے۔ لیکن ابھی اس کا ادا کرنا اُن کو منظور نہیں تھا اور یہی ان کے منصوبے کی غلطی تھی اگر اس موقع پر رقم مطلوبہ وہ ادا کردیتے تو بوسی کو اُن سے کوئی سوءظن ہونے نہیں پاتا اور جو کچھ سوءظن اس کو پیدا ہوچکا تھا وہ اس طریقہ سے رفع ہوجاتا۔ لیکن شاہنواز خاں نے یہ خیال کیا کہ اس رقم کی ادائی سے فرانسیسی فوج مطمئن ہوجائیگی اور مُوسی بوسی بےفکری کے ساتھ اپنے ذہنی منصوبوں کے صورت عمل میں لانے کی کوشش میں لگ جائیگا۔ اِن کی اس غلط خیالی کا خمیازہ خود انہیں کو بھگتنا پڑا جس کا ذکر آئندہ آئیگا

سندکھیڑ کی جنگ اور اس کے اسباب

اس دوران میں یہ اطلاع ملی کہ بالاجی راؤ اورنگ آباد کی سمت میں حملے کی

غرض سے بڑھ رہے ہیں اورمی یہ قیاس پیش کرتا ہے کہ یہ شاہنواز خاں ہی کی چال تھی جو پیشوا
بالاجی راؤ کی فوج اُس کے بیٹے وسواس راؤ کے تحت اورنگ آباد کی طرف بڑھی۔ تاکہ فرانسیسوں اور
صلابت جنگ کے خلاف ان کے منصوبے کو صُورت عمل میں لانے کے لئے آسانی پیدا ہو اس کی تائید
پچھمی نارائن شفیق کے بیان سے بھی ہوتی ہے چنانچہ اُس نے مآثر آصفی کے دوسرے حصّہ میں لکھا ہے
کہ صمصام الدولہ نے مرہٹہ سردار کو اس امر پر آمادہ کیا کہ سلسلۂ منازعت آغاز کرے اور اسی بناء پر
مرہٹہ افواج اورنگ آباد کے اطراف میں پہنچکر تاخت و تاراج کرنے لگیں۔ ممکن ہے کہ صمصام الدولہ نے
اپنی گلو خلاصی کے لئے مرہٹوں کو اکسایا ہو۔ مرہٹوں کے لئے ان کی تحریک اس لئے مغتنمات سے
تھی کہ انھیں دنوں میں مرہٹہ سردار جانوجی بھونسلہ پر نظام علی خاں نے غلبہ پاکر اپنے حسب مراد اس سے
مصالحت کی تھی جو مرہٹوں کے مفاد کے خلاف تھی۔ اس لئے دوسرے مرہٹہ سردار اور پیشوا ریاست آصفیہ
سے انتقام لینے اور اس مصالحت کو کالعدم کرنے پر آمادہ تھے اس موقع پر بعض انگریز مورخین یہ جو
کہتے ہیں کہ نظام علی خاں کو شاہنواز خاں نے طلب کیا تھا صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اگر ان کو
حقیقتہً مرہٹوں کی سرکوبی کا خیال ہوتا تو سب سے پہلے وہ اپنے مستقرِ حکومت اور اپنے پاس کی فرانسیسی
فوج کی تنخواہوں کو ادا کرکے مقابلے کے لئے تیاری کا حکم دیتے نہ کہ نظام علی خاں کو دور دراز مقام سے
طلب کرتے دراصل صلابت جنگ ہی نے بالاجی راؤ کے حملہ کی خبر سُنکر ان کو طلب کیا کہ وہ موسیٰ بوسی
کے اورنگ آباد میں نہ رہنے کی وجہ سے اپنے آپ کو بے یار و مددگار تصور کر رہے تھے صاحب تُزک آصفیہ[۳]
کہتا ہے کہ بعض بدخواہوں نے صلابت جنگ کو کچھ غلط باور کردیا جس پر انھوں نے نظام علی خاں کو اپنا
وہاں آنا ملتوی کرنے کے لئے خطوط لکھے لیکن صاحب مآثر آصفی کہتا ہے کہ جب بالاجی راؤ کو یہ اطلاع ملی کہ

---

[۱] اورمی جلد ۲ صفحہ ۲۶۷۔ [۲] مآثر آصفی حصّہ دوم ورق ۵۔ [۳] تزک آصفیہ صفحہ ۷۷۔

نظام علی خاں علاقۂ برار سے اورنگ آباد کی طرف آرہے ہیں تو اس نے ان کے پاس اپنے وکیل بھیجے کہ ان (نظام علی خاں) کو اُدھر متوجہ ہونے سے روکیں لیکن وہ کسی طرح رُکے نہیں۔ برابر بڑھتے آئے اور اورنگ آباد پہنچ گئے۔ اِسی دَوران میں فوج والوں نے بڑی شدت کے ساتھ شاہ نواز خاں کے بقایائے تنخواہ کے لئے ہنگامہ کیا اور ۶ ذیقعدہ ۱۱۷۱ھ م ۲۳ جولائی ۱۷۵۸ء کو بسالت جنگ کو لیکر صلابت جنگ کے پاس پہنچے اور معروضہ کیا کہ۔

"شاہنواز خاں[1] کو خدمت سے علٰحدہ کردو اور اُن کی جگہ بسالت جنگ کو وکالت مطلق پر مامور کرو۔"

صلابت جنگ نے اُن کی استدعا کے موافق شاہنواز خاں کو علٰحدہ کر کے بسالت جنگ کو ان کا قایم مقام کیا۔ اس کے بعد بلوائیوں نے جمع ہوکر شاہنواز خاں کی ڈیوڑھی پر بڑا ہنگامہ کیا اور چاہتے تھے کہ لوٹ ڈالیں لچھمی نارایَن شفیق کا بیان ہے کہ اس ہنگامہ[2] کو فرو کرنے میں ان کے والد منسارام اور شاہ محمود اور میر غلام علی آزاد نے بڑا حصّہ لیا اور آزاد بلگرامی کہتے ہیں کہ ایسے اسباب ظہور میں آئے کہ شام تک بلوہ موقوف رہا رات میں بلوائی متفرق و منتشر ہو گئے۔ صمصام الدولہ نے یہ سُوچا کہ اگر صبح کو پھر یہی صورت پیش آئے تو ان کو اپنے آقا سے مقابل ہو کر جنگ کرنی پڑیگی جو آداب کے خلاف اور ناممکن ہے اور اسی بنا پر وہ اِسی رات بلدہ اورنگ آباد سے نکل کر قلعۂ دولت آباد چلے گئے آزاد کے اس بیان سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس ہنگامہ میں صلابت جنگ یا اُن کے معتمد علیہم میں سے کسی کا ہاتھ ضرور تھا ورنہ اپنے آقا سے مقابلہ کا خیال شاہنواز خاں کو نہ آتا اور نہ ان کے دولت آباد پہنچکر قلعہ بند ہو جانے

---

[1] مقدمہ مآثر الامرا احوال شاہنواز خاں ۱۲ [2] مآثر آصفی حصہ دوم صفحہ ورق (۴)

کے بعد سرکاری فوج بسالت جنگ کے تحت اُس قلعہ کا محاصرہ کرتی (جیسا کہ من بعد واقع ہوا) اس کے متعلق آزاد بلگرامی بیان کرتے ہیں کہ شجاع الملک بسالت جنگ سے ملاقاتیں کرکے انھوں (آزاد) نے مصالحت کی تحریک کی اور تکمیل شرائط کے لئے وہ (آزاد) قلعہ میں گئے محاصرہ اٹھا دیا گیا لیکن ابھی شرایط صلح کی تکمیل نہیں ہونے پائی تھی کہ نظام علی خاں ایلچپور سے اورنگ آباد تشریف لائے صلابت جنگ سے ملاقات کی اور فتح میدان میں اقامت گزیں ہوے اور اُن سے یہ ظاہر کیا کہ اس موقع پر فوج کی دُرستی ضروری ہے اگر اس کی تنخواہ ادا شدنی ہے تو میں ادا کر دیتا ہوں بشرطیکہ ریاست کی وکالت مطلق اور مہر نیابت مجھے عنایت ہو انھوں نے اس کو قبول کیا اور نظام علیخاں کو اپنی ولیعہدی سے سرفراز کرکے مہر نیابت بھی مرحمت کی۔

اورمی[1] کہتا ہے کہ نظام علی خاں نے صلابت جنگ کے سپاہیوں کو ان کی بائیس مہینوں کی تنخواہ کے بقایا کے لئے دنگہ فساد کرنے کو اُکسایا جنھوں نے ان کے محل پر پہنچکر ان کی توہین کی۔ اس ہنگامہ میں شاہنواز خاں صلابت جنگ کی خفگی کا اندیشہ کرکے دولت آباد کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوے صلابت جنگ روپے کے نہ ہونے سے متفکر ہو گئے تھے نظام علیخاں نے موقع کو غنیمت جانکر اس شرط کے ساتھ فوج کو مطمئن کرنے کی ذمہ داری لی کہ خدمت دیوانی اور مُہر نیابت ان کے تفویض کردی جائے۔ صلابت جنگ بادل ناخواستہ راضی ہوے نظام علی خاں مُہر حاصل کرکے شاہی اختیارات استعمال میں لانے لگے یہ ضرور ہے کہ انھوں نے شاہی اختیارات ضرور استعمال کئے چنانچہ حسب بیان گردھاری[2] لال احقر انھوں نے اکثروں کو مُناسب مناصب وخدمات وخطابات دیے

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶۔ [2] تاریخ طغرہ صفحہ ۱۳۳۔

سرفراز کیا لیکن ہم اس جزو سے متفق نہیں ہو سکتے کہ فوج کو نظام علی خاں نے ہنگامہ کرنے کے لئے اکسایا
کیونکہ بائیس مہینوں کی تنخواہ کا چڑھ جانا ہی سپاہیوں کے ہنگامہ کے لئے کافی سے زیادہ تھا نظام علی خاں
نے مہم حاصل کرنے کے بعد جہاں اوروں کو خدمات مناصب وخطابات سے سرفراز کیا وہیں اپنے بھائی
بسالت جنگ کی جاگیرات میں بھی اضافہ کر کے ان کی دلجوئی کی کہ شاہنواز خاں کے بعد سے اب تک
وہ اس خدمت کو بجالا رہے تھے جس سے وہ ان کے باعث محروم ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں (نظام علی خاں)
نے شاہنواز خاں کی استمالت کے لئے غلام علی آزاد کو مامور اور اپنا مافی الضمیر لکھ کر ان کے ذریعہ بھیجا۔
اس کو دیکھ کر اور آزاد کی فہمایش پر وہ حضور میں حاضر ہونے پر آمادہ ہوئے نظام علی خاں نے چند سرداروں کو
ان کے استقبال کے لئے بھیجا آخر صمصام الدولہ شاہنواز خاں غرہ ربیع الاول ۱۱۷۱ھ م ۲ دسمبر ۱۷۵۷ء کو
قلعہ سے نکلے۔ پہلے نظام علی خاں سے اور پھر صلابت جنگ سے شرف ملاقات حاصل کیا اس کے
بعد مرہٹوں کے مقابلے کی تیاریاں شروع کیں۔ نظام علی خاں نے ان کو فوج ساقہ پر متعین کیا اور
بسالت جنگ اور ابراہیم خاں کو مقدمۃ الجیش بنایا اور غلام سید خاں سہراب جنگ کو ہر سمت میں
کمک پہنچانے کے لئے مامور کیا لیکن قبل اس کے کہ جنگ شروع ہو مخالفین نے صلابت جنگ کو بھڑکایا
کہ اس مہم کو اپنے بھائی (نظام علی خاں) کے اختیار پر نہ چھوڑیں بلکہ وہ خود بھی اس میں شریک ہوں
جب صلابت جنگ اس مشورہ پر کاربند ہوتے نظر آئے تو نظام علی خاں نے پہلے سید واحد علی خاں
اور پھر غلام سید خاں سہراب جنگ کے ذریعہ ان کے پاس کہلا بھیجا کہ :-

"محض[1] سنی سنائی باتوں پر مجھ سے بدگمان ہو کر امر خطیر کے مرتکب ہو جانا اور اپنے

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۷۸۔

آپ کو تہلکہ میں ڈالنا روا نہیں ہے۔ رئیس کی زبان اپنے قبضۂ اختیار میں ہونی چاہئے
جو بات کہ زبان سے نکلے ایک بار قضاء مبرم کی طرح اٹل ہو یہ بد اندیش جو مخالفت پھیلا
رہے ہیں اس سے اندیشہ ہے کہ ناکامی ہو اور پھر سوائے کف افسوس ملنے کے اور
کچھ بن نہ پڑے میں نے یہ جو تکلیف برداشت کی ہے آپ ہی کی ریاست کے انتظام
کے لئے ہے ورنہ اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔۔۔۔"

اس پر صلابت جنگ نے ان کو رخصت مرحمت فرمائی انھوں نے کمال استقلال کے ساتھ میدان رزم
میں قدم رکھا۔ بالاجی راؤ نے اپنے لڑکے وسواس راؤ کو بڑی فوج اور توپ خانہ کے ساتھ جنگ کے لئے
آگے روانہ کیا اور خود اس کی کمک کے لئے پیچھے پیچھے رہا راجہ رامچندر راؤ اپنے علاقہ مہالکی سے اورنگ آباد
کو آرہے تھے تاکہ صلابت جنگ کی فوج میں شریک ہوں مرہٹہ فوج نے اس کو سندکھیڑ سے آگے
بڑھنے نہیں دیا اور ایک مہینہ تک اس کا محاصرہ کئے رہے آخر نظام علیخاں اپنی فوج کے ساتھ چھوٹی
لڑائیوں کے بعد سندکھیڑ پہنچ گئے اور وہاں سے جادو راؤ کو لیکر دوسرے روز واپس ہو گئے اس روز
کی جنگ کی تفصیل ایک مرہٹی خط[1] موسومہ بلونت راؤ میں خوب لکھی ہے چنانچہ اس میں درج ہے کہ

"نواب نے ابراہیم خاں کو حکم دیا کہ مرہٹہ مورچہ پر مسلسل گولندازی کی جائے اس
طریقہ سے مغل فوج نے ہماری ساسوڑ کے پاس کی ٹیکری کا مورچہ ہم سے لے لیا اس وقت
ہم نے بھی بہت زور شور سے توپیں لگائیں دتوبا کی فوج گارڈی اور نمبالکر و نیکٹ راؤ
سے مقابل ہوئے دونوں طرف سے خوب لڑائی ہوئی بہت کشت و خون ہوا۔

---

[1] ڈسپاچس ریلے ٹنگ ٹو دی بیاٹل آف اودگیر خط نمبر (۱)۔

ہم اور وہ ایک تیر کے فاصلے پر اڑے کھڑے رہے .... مغلوں کے دو سو گھوڑے
اور سوار زخمی ہوئے اور مرے دو چار سردار جادو راؤ کی طرف کے اور ہنمنت راؤ کے مارے گئے"

صاحب توزک آصفیہ کہتا ہے کہ اس جنگ میں تقریباً تین ہزار سوار اور چار سو سردار کام آئے
اگر جانبین کے مقتول کی تعداد کو ایک جگہ جمع کرلیں تو بھی اس حد تک نہیں پہنچتے ۔ نہیں معلوم کہ اس
مورخ کا ذریعۂ معلومات کیا ہے ۔ توزک آصفیہ کا بیان اِس جنگ کی صلح کے متعلق یہ ہے کہ جنگ میں
مرہیٹے پسپا ہوئے اور نظام علی خاں نے اُن کا تعاقب کیا اور بالاجی راؤ نے صلح کی درخواست کی لیکن
انھوں نے کوئی التفات نہ کی اور آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ دریائے گوداوری کے کنارے پہنچ گئے ۔
یہاں نظام علی خاں پر پیشواء نے صلح کے لئے بڑا اثر ڈالا جس پر صلح ہوئی وسواس راؤ نے ۱۷۔ ربیع الاول کو
حضور میں آکر ملاقات اور معاہدۂ صلح کی تکمیل کی ۔ لیکن اُس خط سے جو دفتر پیشوا سے بدست ہوا ہے
اور جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلح کی تحریک نظام علی خاں کی طرف سے ہوئی
اور جو شرائط کہ طے ہوئے مرہٹوں کے حق میں مفید تھے چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ

"......... اسطرح لڑائی ہوئی اس کے پانچ سات روز بعد نواب کی طرف سے
صلح کا پیغام آیا ۔ جس کی تکمیل کے لئے پندرہ روز لگے اس صلح کی رُو سے مغلوں نے
پچیس لاکھ کا علاقہ بطور جاگیر اور نلدرگ کا قلعہ مرہٹوں کو دیدیا"۔

اس صلح کی نسبت صاحب تاریخ نظامی نے یہ لکھا ہے کہ پیشواء کے بیٹے وسواس راؤ کو ایک جاگیر
دیگئی اور مرہٹہ ریاست کو منجملہ صوبہ جات دکن ستائیس لاکھ محاصل کا ملک دیا گیا اس کے الفاظ یہ ہیں
"انجام کار مصالحہ بقرار دادن جاگیر بنام وسواس راؤ قرار یافت و ملک بیست و ہفت لکھ بیعہ

---

[1] تاریخ نظامی صفحہ ۲۷ ۔

از صوبہ جات دکن بناء بر مصلحت وقت بدست غنیم رفت . . . . اما بعون و عنایت یزدانی باز در اندک زمانے ہمیں قدر ملک از غنیم نیز مسترد شدہ بضبط اولیائے دولت قاہرہ در آمد "[1]

مچھلی پٹن سے بوسی کی واپسی اور اس کا طرز عمل

سندکھیڑ کی جنگ کے آغاز کے وقت موسی بوسی مچھلی پٹن میں ہی تھا۔ یہاں اس کا قایم مقام ایک ناتجربہ کار عہدہ دار تھا۔ اُس نے یہاں کے منصوبوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اِن واقعات اور جنگ کی اطلاع موسی بوسی کو کردی وہ اس سے مطلع ہوتے ہی راجمندری سے اپنی فوج کے ساتھ اورنگ آباد کو واپس ہوا اس کی رکاب کی فوج پانچسو یورپین پیدل اور دوسو سوار اور پانچ ہزار سپاہی اور دس توپوں پر مشتمل تھی تقریباً چارسو میل کا فاصلہ اکیس روز میں طے کر کے شہر اورنگ آباد کے مغربی سمت میں آ اُترا اور یہ وہ مقام تھا۔ جہاں نظام علی خاں مرہٹوں کا تعاقب کرتے ہوے دریائے گوداوری سے قریب پہنچ گئے تھے اس کی فوج کے آگے چار فوجیں تھیں یا (۱) فوج نظام علی خاں (۲) فوج صلابت جنگ جو ان دونوں نظام علی خاں ہی کے زیر اثر کام کر رہی تھی (۳) فوج بسالت جنگ (۴) فوج مرہٹہ تحت وسواس راؤ ۔

جس روز بوسی کی فوج نظام علی خاں کی فوج سے قریب ہوئی ہے اسی روز انھوں نے دریا کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر تبدیل مقام کیا موسی بوسی اور حیدر جنگ نے وہیں پہنچ کر اُن سے ملاقات کی اس کے بعد شاہنواز خاں کے ذریعہ بوسی اور حیدر جنگ نے کہلا بھیجا کہ ابراہیم خاں علیم ہمارے پاس کا عہدہ دار ہے اور اس پر سیکاکول وغیرہ کا حساب کتاب باقی ہے اس لئے اس کو ہمارے

[1] تزک آصفیہ صفحۂ ۸۲ ۔

حوالے کردیجے۔ نظام علی خاں نے اس وجہ سے کہ وہ ان کی پناہ میں آگیا تھا غالباً ان شرائط پر اس کو حوالے کرنے پر رضامندی ظاہر کی کہ اس پر کوئی سختی نہ کی جائے اور محاسبہ سابقہ معاف کردیا جائے اور مناسب خدمت پر مامور ہو۔ بوسی نے اِن امُور کو قبول کرلیا اور ابراہیم خاں فرانسیسی فوج میں مکرر چلا گیا اور توپ خانہ کی عہدہ داری پر مامُور ہوا۔ ابراہیم خاں کو اپنے پاس طلب کرلینے سے بوسی کی غرض یہ تھی کہ نظام علی خاں کی قوت کو توڑ دے کہ وہ اس جنگ میں اپنی طرف کے فرانسیسی توپخانہ کی کامیابی کو اپنے حسُن خدمات اور اپنی کارگزاری میں شامل کر رہے تھے (جیسا کہ اورمی کہتا ہے[1]) اور اس کو فرانسیسیوں کے حوالے کرنے کی تحریک سے شاہنواز خاں کی غرض یہ تھی کہ بوسی اور حیدر جنگ کے اس سُوء ظن کو رفع کریں جو اِن کی نسبت اُن دونوں کو ہو رہا تھا اور ابراہیم خاں کو فرانسیسی فوج میں واپس کرنے میں نظام علی خاں کی مصلحت یہ تھی کہ اپنا ایک ہواخواہ بوسی کے پاس رہ کر ان کو اس کے ارادوں سے آگاہ کرتا رہیگا اور وقت ضرورت وہ بعوض اس کے کہ بُوسی کے احکام بجالائے یا اس کیلئے کارآمد ثابت ہو اپنی طرفداری کریگا اور اپنا ساتھ دیگا۔ اس طرح ہر ایک اپنے خیال میں راستی پر تھا۔ بہر حال اس کے بعد بوُسی بالاجی راؤ کے پاس گیا اُس نے ڈیرے سے آگے آکر استقبال کیا اور خیمے کے اندر دونوں مل کر داخل ہوے اور دیر تک تخلیہ میں سرگرم گفتگو رہے اس ملاقات کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ اس فوج کشی کے متعلق بالاجی راؤ کا خیال معلوم کرے اور بُوسی کو اپنے اس قیاس کی نسبت کوئی ثبوت ملے کہ آیا وسواس راؤ یا بالاجی راؤ شاہنواز خاں کی کسی اندرونی تحریک کی بناء پر تو حملہ آور نہیں ہوے اس ملاقات کے بعد اس کو یہ یقین ہوگیا کہ شاہنواز خاں نظام علی خاں کی طرفداری کر رہے ہیں اور ان دونوں کا مقصد یہ ہے کہ ریاست آصفیہ سے فرانسیسیوں کو بیدخل کردیں

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶۔

اس بناء پر اس نے حیدر جنگ کے ذریعہ انتظام کیا کہ شاہنواز خاں پر ایسی نگرانی قایم کی جائے کہ وہ نظام علی خاں کو کسی قسم کی امداد یا اطلاع پہنچانے سے باز رہیں۔ اس کے بعد موسی بوسی نے ایک وقت معین کر کے نظام علی خاں سے ملاقات کی اور دوران ملاقات میں اُن سے مہر نیابت کی واپسی کی درخواست کی یہ درخواست اُس نے شاید صلابت جنگ کی جانب سے ہی کی ہو۔ کیونکہ اس کو تو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ لیکن ہم اس میں صلابت جنگ کی ذاتی تحریک یا خواہش کو مطلق دخل نہیں دے سکتے کہ وہ بذات خود کسی امر کے کرنے کی طرف راجع نہیں تھے اور اس صورت میں تو ان کو مطالبہ کی وجہ بھی نہیں تھی اس واسطے کہ کسی جبر یا زیادتی کے بغیر اُنھوں نے مہر نظام علی خاں کو دی تھی اور اس کے عوض انھوں نے سپاہیوں کی تنخواہ کی ادائی کر دی تھی۔ اس مطالبہ پر انھوں نے ذرا گرم ہو کر یہ جواب دیا کہ

"میں اور میرے بھائی بسالت جنگ فوج کے ہنگامے کی بناء پر اس مہر کو اُن سے لینے[1] مجبور ہوے اگر ہم فوج کے بقایا تنخواہ کی ادائی کا انتظام نہ کرتے تو فوج باغی ہونے سے نہیں رُک سکتی تھی۔ یہ بڑی ناانصافی ہوگی اگر ہم کو اپنی خرچ کردہ رقم کی وصول یابی کے ذریعہ سے محروم اور اپنے معاملات کی آئندہ تکمیل کے ناقابل کر دیا جائے۔"

یہ جواب سُنکر بوسی واپس ہوگیا اُس کے دوسرے رُوز خود صلابت جنگ نے نظام علیخاں سے ان کی قیام گاہ پر آکر ملاقات کی اور مہر کا مطالبہ کیا ان کو بھی وہی جواب دیا گیا اس موقع پر اورمی لکھتا ہے کہ دوسرے دن نظام علیخاں نے شاہنواز خاں کو طلب کر کے اُن کو "خدا جانے حقیقۃً یا نمایشی طور پر" اس امر کی نسبت زجر و توبیخ کی کیونکہ یہ مشورہ انھوں نے ہی دیا تھا کہ فوج کی تنخواہ کی ادائی کی ذمہ داری لیکر مہر حاصل کریں۔

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۳۴۳۔

بسالت جنگ پر بندوق کا فیر

۵۔ جمادی الثانی ۱۱۷۱ھ م ۱۴۔ فروری ۱۷۵۸ء کو بسالت جنگ اپنے ہاتھی پر صلابت جنگ کے محل کے قریب سے گزر رہے تھے کہ مجمع عام میں سے ایک بندوق سر ہوئی اس کی گولی اُن کی عماری کے سقف میں سے نکل گئی بندوق چھوڑنے والا اسی وقت گرفتار کرلیا گیا۔ اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حیدر جنگ[1] اور شاہنواز خاں نے اس کو پانچ ہزار روپئے کے وعدے پر اس غرض کے لئے مامور کیا تھا۔ یہ خبر شدہ شدہ نظام علی خاں کو پہنچی جو اس اندیشہ سے کہ اُن کے بھائی کی جان خطرے میں ہے اپنی فوج کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھ کر شہر پناہ کے دروازے تک آگئے لیکن اس علم کے بعد کہ بسالت جنگ محفوظ و مصئون ہیں شام کو واپس ہوگئے اس واقعہ کے دوسرے دِن بسالت جنگ صلابت جنگ کے دربار میں گئے کھڑے کھڑے گفتگو کی اور مہر نیچے پھینک دی یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہنواز خاں نے نظام علی خاں کی زجر و توبیخ سے اپنے آپ کو متاثر کرکے حیدر جنگ سے یہ ظاہر کیا کہ انھوں نے سپاہ کی تنخواہ میں جو روپیہ دیا ہے اُن کو ادا کردینا چاہئے جس پر حیدر جنگ نے تقریباً آٹھ لاکھ روپئے ان کو ادا کردئے مہر کی واپسی کے بعد حیدر جنگ نے یہ خیال کیا کہ اس کو اپنے قبضہ میں رکھے لیکن علانیہ طور پر تو وہ اس کو حاصل کر نہیں سکتے تھے کیونکہ اس کے دعویدار تین تھے:۔ نظام علی خاں، بسالت جنگ، شاہنواز خاں اور بمقابل حیدر جنگ یہ تینوں ریاست میں ایک خاص اعزاز و رتبہ رکھتے تھے اس لئے اس نے صلابت جنگ سے کہا کہ یہ مہر اور خدمت وکالت مطلق بسالت جنگ کو دیجائے تاکہ اس طریقہ سے ادھر بسالت جنگ خوش ہوکر نظام علی خاں کا ساتھ چھوڑدیں اور ادھر اِن کو زیر بار احسان کرکے ان کی طرف سے خود دخیل کاروبار ہوجائے اور مہر تا وقتیکہ

---

[1] ان دونوں کا نام یہاں اس وجہ سے ایک ساتھ آیا ہے کہ اس زمانے میں یہ دونوں بظاہر متفقہ طور پر کام کر رہے تھے۔

اس کے حسب خواہش بسالت جنگ کو دیدیجائے اس نے اپنے ایک عہدہ دار کے زیرنگرانی ایک مہر خریطہ میں رکھدی وقت ضرورت مہر اس کے پاس سے لیکر استعمال کی جاتی اور پھر اسی کی تحویل میں دیدی جاتی اب مہر کی واپسی کے بعد سے فوج نظام علی خاں سے علنحدہ ہوگئی تھی صرف چند مصاحبین اور شاگرد پیشہ ان کے ساتھ رہ گئے تھے ۔

صُوبہ داری برار سے نظام علیخاں کی علنحدگی

اس واقعہ کے بعد صلابت جنگ نے اپنے عہدہ داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نظام علی خاں کے پاس ایک فرمان اس امر کی نسبت روانہ کیا کہ وہ برار کی حکومت سے علنحدہ کئے گئے اور اس کے عوض بیس ہزار روپئے ماہوار سے حیدرآباد کی صوبہ داری پر انکی ماموری عمل میں آئی نظام علی خاں نے اس سے انکار کردیا اہالی فوج میں جب اس حکم کی اشاعت ہوئی تو نظام علی خاں کی ہر دلعزیزی کے لحاظ سے فوج نے متفقاً یہ شور مچایا کہ " صلابت جنگ جس طرح نظام الملک کے صاجزادے ہیں اسی طرح نظام علیخاں بھی ایک صاجزادے ہیں "۔ بڑے بڑے عہدہ داروں پر اثر ڈالا اور توقعات پر اُن کو لگالیا گیا کہ وہ حصُول حکومت برار میں نظام علیخاں کی مدد نکریں اور وہ اس شرط سے راضی ہوے کہ برار کے علاوہ کوئی اور حکومت ان کو دیدی جائے۔ لیکن اس پر اس وقت تک کوئی عمل نہیں کیا گیا جب تک کہ شاہنواز خاں اور قلعۂ دولت آباد کا تصفیہ بوسی کے حسب دلخواہ نہیں ہوا۔

موسئی بوسی کا منصُوبہ اور اس میں اس کی کامیابی

نظام علیخاں کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بوسی کے خیال میں تین امور کی تکمیل لازمی تھی :۔

(۱) سب سے پہلے یہ کہ اُن کے تعلقات کو شاہنواز خاں سے منقطع کردیا جائے اور یہ اس وقت تک

ممکن نہ تھا جب تک کہ اُن (شاہنواز خاں) کو نظر بند نہ کریں

(۲) دولت آباد کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے جو شاہنواز خاں کے قبضہ میں تھا اور اورنگ آباد سے نزدیک تھا اس وجہ سے یہ گمان ہوتا تھا کہ نظام علیخاں یا شاہنواز خاں پر اگر کوئی سختی کی جائے تو وہ وہاں پہنچکر اس میں متحصن ہو جائیں گے اور پھر اطمینان کے ساتھ مقابلہ کرتے رہیں گے۔

(۳) نظام علی خاں کو خدمت صوبہ داری سے علیحدہ کر دیا جائے تاکہ ان کی قوت فی الفور گھٹ جائے یا اگر یہ ممکن نہو تو کم سے کم برار سے ان کا تبادلہ کر دیا جائے کہ وہ اپنی اس ہر دلعزیزی سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکیں جو انھوں نے اس علاقہ میں حاصل کر لی تھی۔ اپنے اِن خیالات کی پیش رفت میں بوسی نے یہ پلاٹ قایم کیا کہ شاہنواز خاں اور ان کے طرفدار محمد حسین خاں کو ایک ساتھ قید کر لیا جائے اور اس کے ساتھ قلعہ دولت آباد پر قبضہ بھی کر لیا جائے اور یہ تصور کر لیا گیا کہ اس کے بعد نظام علیخاں برار کی حکومت کو چھوڑنے پر خود آمادہ ہو جائیں گے اور پھر میدانِ حکومت اپنے لئے خالی رہیگا۔ دونوں کو قید کرنے اور دولت آباد پر قبضہ کرنے کی ایک ہی تاریخ مقرر کی گئی چنانچہ ۲۶ - رجب ۱۱۷۱؁ھ م ۵ - اپریل ۱۷۵۸؁ء کو صلابت جنگ رابعہ دورانی کے مقبرہ کو تشریف لے گئے اور وہاں شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کو طلب کیا حیدر جنگ نے جو صلابت جنگ کے ساتھ تھا اپنی فوج کے ذریعہ ان کو وہیں گرفتار کر لیا اور اُدھر بوسی اسی تاریخ قلعہ دولت آباد کے بالائی حصّہ کے معائنہ اور تفریح کی اجازت قلعدار سے حاصل کر لی تھی جس نے اجازت کے ساتھ اس کو اس روز کھانے کی دعوت بھی دیدی۔ بوسی تین سو فرانسیسی سولجروں کے ہمراہ قلعے کے پائین میں پہنچا۔ جہاں قلعدار نے اپنے قلعہ کے اوپر کے حصّہ کی تمام فوج کو بغرض اعزاز و استقبال طلب کر لیا تھا صرف پچاس سپاہیوں کے ساتھ قلعہ دار اوپر کے حصّہ میں رہا جہاں اس نے خود مہمان کا

استقبال کیا۔ موسی بُوسی کے ہمراہ اوپر صرف چالیس آدمی گئے جن میں سے اکثر عہدہ دار تھے وہ قلعہ دار کے مکان کے دالان میں داخل ہوا اس کا باڈی گارڈ دروازے پر ٹھیرا رہا قلعہ دار نے اخلاقاً اپنے کسی عہدہ دار یا سپاہی کو اندر داخل ہونے سے باز رکھا اُس نے دسترخوان پر بیٹھنے کی فرمایش کی جس پر موسی بوسی نے قلعہ دار سے کہا کہ :۔

"اپنے معاملات[1] کی ضرورت کے اعتبار سے تم کو قید کرلینا اور قلعہ پر قبضہ حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے میں تمھاری دعوت قبول نہیں کرسکتا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے یہ وعدہ کیا کہ اس کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائیگا بشرطیکہ اُس سے یا اُس کی فوج سے کوئی مزاحمت نہ کی جائے قلعدار نے مبہوت ہوکر اپنے ہتھیار ڈالدئے اس کے بعد وہ صحن میں لایا گیا۔ جہاں اس کے کہنے پر اس کی فوج والوں نے بھی ہتھیار رکھ دئے مقررہ اشارے پر نیچے کی منزل کے فرانسیسی سپاہی بھی تیار ہو گئے اتنے میں قلعہ دار کی طرف کے آدمیوں نے بھی نیچے پہنچکر واقعہ کا اظہار کر دیا بعضوں نے قلعہ دار کی طرفداری میں مقابلہ کیا دو تین آدمی مارے جانے پر جھگڑا ختم ہو گیا اور قلعہ کی فوج نے راہِ فرار اختیار کی۔

یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ جب تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ دولت آباد کی قلعداری پر ان دنوں شاہنواز خاں کا کوئی طرفدار مامور تھا تو کیا یہ شیوۂ طرفداری ہے کہ اپنے سرپرست (شاہنواز خاں) کے مشورے یا اطلاع کے بغیر اس کے مخالف (بوسی) کو ایسے شورش کے زمانے میں قلعہ کے سرپا معائنہ کی اجازت دیدے اور اجازت ہی نہیں بلکہ اس موقع پر اس کو کھانے کی دعوت بھی دے تاکہ اس سے

---

[1] اورمی جلد ۴ صفحہ ۳۴۶۔

بالمشافہ ملنے اور اس کے بعد کسی مقابلے کے بغیر اُس (بوسی) کے ہاتھوں گرفتار ہو جانے اور قلعہ کو اس کے سپرد کر دینے کا مناسب موقع ہاتھ آئے اور خود مورد الزام نہ ہو یہ بالکل یقینی امر ہے کہ قلعدار کو بوسی نے اپنا بنا لیا تھا اور یہی اورمی کا خیال ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ۔

"بوسی[1] نے حیدر جنگ کو اس غرض کے لئے مامور کیا تھا کہ دولت آباد کے قلعدار کو فراہم کرلے جو کچھ مخالفت اور حجت کے بعد آخر ایک معتد بہ رقم کے وصول پانے اور معقول خدمت کے لالچ پر اُن (شاہنواز خاں) کی جنبہ داری سے باز آنے پر آمادہ ہو گیا"۔

اورمی کے اس بیان سے یہ امر اچھی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کی گرفتاری کے لئے بوسی نے قلعدار کو اپنا کر لیا تھا اور اسی وجہ سے اُس نے قلعہ میں فرانسیسیوں کو داخل ہونے میں کوئی مزاحمت نہیں کی اور نہ اس کی کوئی اطلاع شاہنواز خاں کو دی۔ قلعہ دولت آباد کے انتزاع قبضہ اور ان گرفتاریوں سے نظام علیخاں متاثر نہ ہوئے لیکن انھوں نے ظاہر یہ کیا کہ "قلعۂ دولت آباد کا قبضہ ہمارے مفاد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے"۔ ان کا یہ خیال اب بھی صحیح معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس حکومت پر قابو پائیں جو اورنگ آباد اور خود دولت آباد پر قایم تھی۔

اس زمانے میں بالاجی راؤ شہر اورنگ آباد سے پچاس میل پر تھا قلعہ دولت آباد پر بوسی کے قبضہ کی اطلاع ملتے ہی وہ آگے بڑھا اور صلابت جنگ کی فوج سے قریب تر ہو گیا اور قلعہ دولت آباد کے حصول کے لئے بوسی سے ملاقات کی اور کہا کہ:-

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۳۴۵۔

"تم یورپین[1] لوگوں کو اس قلعہ کے قبضہ سے جو ہندوستان کے مرکز میں واقع ہے کوئی فائدہ نہیں اگر تم اپنی ہی فوج سے اس کی حفاظت کروگے تو ہر اس وقت جبکہ تم اورنگ آباد کی قربت چھوڑوگے تمھاری فوجی طاقت دو حصوں میں منقسم ہو کر کمزور ہو جایا کریگی اور اگر اس کو تم صلابت جنگ کے قبضہ اختیار میں چھوڑوگے تو اُن کے دشمن خود تمھارے دشمن ہیں وہ اُس پر قبضہ کرلیں گے جیسا کہ اب سے قبل شاہنواز خاں نے کیا۔ کیا یہ اچھا نہیں ہوگا کہ تم اس کو میرے حوالے کردو؟ اگر میں اس کو تمھارے ذریعے سے حاصل کروں تو تم مجھ سے واقف ہو کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں وہ جھگڑے جو صلابت جنگ کے دربار میں پھیلے ہوئے ہیں اور تمھارے سرکاران شمالی کا موقع اور وہ جنگ جس میں تم کرناٹک میں انگریزوں کے ساتھ مصروف ہو مجھے موقع دیں گے کہ میں تمھاری قوم کی کوئی مدد کروں......"

مُوسی بوسی نے اس کا یہ جواب دیا کہ:۔

"دولت آباد کا قلعہ حاصل کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ بوقت جنگ یا مخالفت صلابت جنگ کی ذات کی حفاظت کے لئے کوئی مناسب مقام رہے۔"

یہ جواب ایسا تھا کہ اس کے بعد بالاجی راؤ کو موقع ہی باقی نہیں رہا کہ بوسی کی قوم کی بہی خواہی کرے یا خود بوسی کی صلاح و فلاح کو پیش کرے اس جواب پر پیشوا ساکت ہو گیا۔

اورمی یہ کہتا ہے کہ نظام علیخاں اس قلعہ کی واپسی کے لئے ساعی تھے اور اسی لئے انہوں نے

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۳۴۷۔

بالاجی راؤ سے یہ کہہ کر امداد طلب کی تھی کہ اگر قلعۂ دولت آباد اس کی مدد سے اُن کو مل جائے تو اس قلعہ کو اس کے حوالے کر دیں گے جس پر اُس نے ان کی کوئی مدد نہیں کی لیکن ہم اورمی کے اس خیال سے اس لئے متفق نہیں ہو سکتے کہ ان کا مطمح نظر قلعۂ دولت آباد نہیں تھا بلکہ ان کا خیال پہلے فرانسیسوں کو نکال باہر کرنے اور پھر حکومت میں دست رس حاصل کرنے کا تھا اور اس سے ان کا یہ خیال پورا نہیں ہو سکتا تھا اور اگر ہم اس کو تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیں تو ہم یہ باور نہیں کرتے کہ جس قلعہ کو حاصل کرنا نظام علیخاں اپنے اغراض کے تحت ضروری تصوّر کرتے ہوں اور بالاجی راؤ سے جس کے لئے امداد چاہیں اسی کی نسبت اُس سے یہ وعدہ بھی کریں کہ اس کو حاصل کرنے پر وہ اسی کو دیدیا جائیگا۔ اس حصُول سے نہ کچھ حاصل نہ اس دینے کا کوئی نتیجہ البتہ فرانسیسوں ہی کے قبضہ میں رہنے سے ان کو توقع ہو سکتی تھی کہ جب کبھی موقع ملیگا اس کو اُن سے حاصل کر لیا جائیگا اور بالاجی راؤ نے اس کے حصُول کے لئے بوسی سے جو ریشہ دوانی کی تھی اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس امر کی توقع نہیں تھی کہ یہ قلعہ نظام علیخاں سے اس کو مل سکیگا اور یہ خیال کیا کہ بُوسی اس کی اہمیت سے واقف نہیں ہوگا ذراسی کوشش میں اس کو دیدیگا لیکن اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا
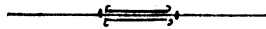
تدبیر نظام علیخاں

موسیٰ بوسی کو اس کے منصوبوں پر یہاں تک کامیابی ہونے کے بعد نظام علی خاں کو لازم تھا کہ اس کے ساتھ متفق ہو جانے کا اظہار کریں چنانچہ انھوں نے اسی غرض سے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ صلابت جنگ اور حیدر جنگ کے منشاء پر کاربند رہیں گے اور بظاہر مطمئن بن گئے۔ صاحب تزک آصفجاہی کہتا ہے کہ ان دنوں صلابت جنگ اپنے بھائیوں (نظام علی خاں اور بسالت جنگ) سے علیحدہ کر دیے گئے تھے اور حیدر جنگ نے معاملات ریاست میں اتنا دخل پیدا کیا تھا کہ اس کی بلا علم و اطلاع صلابت جنگ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے کسی بھائی سے مل نہیں سکتے تھے اور نظام علی خاں کے پاس سے ان کی فوج کو علیحدہ کر کے ان کی قوت کو توڑ دیا گیا تھا اس زمانہ میں صلابت جنگ کی حالت کے متعلق یہی مورخ یہ لکھتا ہے کہ اپنے[1] بھائیوں کی جدائی کی وجہ سے ایک روز وہ اتنے متاثر ہوے کہ رونے لگ گئے اور اُن کی یاد میں ایک دن اور ایک رات غذا نہیں کھائی اور اپنے بھائیوں سے ملنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کی خواہش حیدر جنگ سے ظاہر کی جس پر اس نے ان کو ان کے پاس آنے کی اجازت دی جن کے آنے کے بعد پُر دلی کے ساتھ اُن سے ملاقات کی اور ہمطعام ہوے۔ نظام علیخاں نے اسی موقع پر حیدر آباد کی صوبہ داری کی خلعت پائی۔ اس کے بعد ہی وہ اپنے مستقر (حیدر آباد) کو جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ۲۳ رمضان ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۱ رمئی ۱۷۵۷ء حیدر آباد کو روانہ ہونے کی تاریخ ٹھیری

---

[1] تو زک والاجاہی ورق ۱۹۴۔

صلابت جنگ ان کے جانے نہ جانے کا کوئی خیال نہ کرکے اِس تاریخ سے دو روز قبل اپنے والد کے فاتحہ کیلئے خلد آباد تشریف لے گئے۔

بوسی کے دیوان حیدر جنگ کا قتل

نظام علیخاں نے اپنی روانگی کے روز صبح کے وقت ایک دربار منعقد کیا تاکہ ریاست کے خاص خاص عہدہ دار و ارکین سے رخصت ہوں ان میں حیدر جنگ بھی موجود تھے جن کے ساتھ وہ خاص اعزاز کے ساتھ پیش آئے جب دربار برخاست ہوا تو انھوں نے حیدر جنگ اور اپنے بعض خاص عہدہ داروں کو اشارہ کیا کہ اپنے خیمے کے اندر داخل ہوں جہاں کچھ دیر تک عام معاملات پر بحث ہوتی رہی یہاں تک کہ نظام علیخاں رفع حاجت کی غرض سے اٹھے اور حیدر جنگ کو ٹھہرنے کے لئے ہاتھ کا اشارہ کیا اور وہ ڈیرے کے پچھلے حصہ میں جس پر پردہ پڑا ہوا تھا چلے گئے حیدر جنگ بغرض تعظیم اُٹھ رہے تھے کہ دو عہدہ داروں نے جو ان کے دو بازوؤں پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے کاندھے پکڑ کر ان کو جھکا دیا اور ایک شخص نے اپنا خنجر حیدر جنگ کے دل میں اُتار دیا اس کے ساتھ ہی ان کی رُوح پرواز ہوگئی۔ صاحب توزک آصفیہ اس واقعہ قتل کے متعلق یہ لکھتا ہے کہ نظام علی خاں نے اپنے امراء میں سے ان کو جنھیں حیدر جنگ خود اپنی رفاقت میں لینا چاہتے تھے اس کے سپُرد کرکے کہا کہ " یہ میرے مونس اور فدویان جاں نثار تھے اب ان کو میں تمھارے سپُرد کرتا ہوں " اور اس کے بعد بیت الخلاء کی غرض سے روانہ ہوئے۔ سہراب جنگ نے ان کے آگے آکر کہا کہ ہم تمام خاندان آصفی کے جاں نثار فدوی ہیں اور ایک عرصہ تک مطیع و منقاد رہ کر اِن مناصب کو پہنچے اب کون والا گھرانا ایسا ہے جس کے اثر اور رفاقت میں ہم اس کے تنزل و ادبار پر اپنی جان کا

ایثار کریں ایسے شخص کی صحبت میں رہنا جس سے سوائے شر اور فساد کے کوئی اور نتیجہ نہ نکلے عقل و فہم کے خلاف ہے تیری کیا مجال ہے کہ ریاست آصفی میں دخل دے اور خاندان آصفیہ کے جاں نثاروں کو اپنا محتاج و دست نگر بنائے اس کلام سے حیدر جنگ عصّہ ہوا، اور چاہتا تھا کہ اس کے جواب میں کچھ تند کلامی کرے کہ اتنے میں قمقام جنگ نے پیچھے سے اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں دیکر شکنجہ کر دیا اور اُس کی ایک طرف سے زبردست خاں اور دوسری طرف سے شہسوار جنگ نے دو جمدھر ایسے لگائے کہ ان کی رُوح پرواز ہوگئی اور ساتھ ہی سہراب جنگ نے ایک وار تلوار کا سر پر لگایا جس سے سر کٹ کر مغز نکل گیا۔ صاحب تو زک آصفیہ نے اس واقعہ کو مآثر آصفی سے نقل کیا ہے لیکن صاحب مآثر آصفی نہ ابتدائے تکرار و بحث میں سہراب جنگ کا نام لیتا ہے اور نہ آخر واقعۂ قتل میں۔ البتہ زبردست خاں و شہسوار جنگ کے جمدھر رسید کرنے کے بعد وہ بیان کرتا ہے کہ راجہ[1] پرتاب ونت نے ایک وار شمشیر کا اس کے سر پر ایسا لگایا کہ مغز نکل آیا۔ یہ ممکن ہے کہ ابتدائے مناقشہ سہراب جنگ نے کی اور ختم مجنّت راجہ پرتاب ونت نے۔

برہان پور کو نظام علیخاں کی روانگی حیدر جنگ کا کام تمام ہوتے ہی ان کی لاش کو چاندنی میں لپیٹ کر ڈال دیا گیا اور خیمے کے سراچہ کو چاک کر کے نظام علیخاں اور ان کے معدودے چند ہمراہی باہر نکلے سب گھوڑوں پر سوار ہو کر راجہ رامچند کی فوج کے پڑاؤ کی طرف نکل گئے۔ جب گھوڑے آگے بڑھے تو حیدر جنگ کی باڈی گارڈ کو واقعہ کا علم ہوا اس نے نظام علیخاں کا تعاقب کیا اور ان پر بندوق کی شلک لگائی مگر سب آوازیں ہوا میں اُڑ گئیں کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا

---

[1] مآثر آصفی حصّہ دوم ورق ۱۰۔

صاحب گلزار آصفیہ لکھتا ہے کہ اس واقعہ کا چشم دید حال اُس نے اپنے والد کے ایک قدیم رفیق حیات خاں نامی سے سُنا ہے جس نے بیان کیا کہ

"حیدر[1] جنگ کے قتل کے بعد جب نظام علیخاں اپنے رفقا کے ساتھ خیمہ سے برآمد ہو کر بازار لشکر میں نکلے تو میں بھی اس وقت بازار میں کھڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ موسیٰ بوسی کے جوانان بارہ سے پانسو جو ہمیشہ حیدر جنگ کی سواری میں رہتے تھے نظام علیخاں کی سواری کے پیچھے دوڑے اور اُن کی طرف بندوقوں کی شلک کی ایک بندوق کی گولی سے نظام علیخاں کی دستار کا فقط طرّہ اڑ گیا نہ دستار کو کوئی اثر ہوا اور نہ خود اُن کو کوئی آسیب پہنچا۔"

تاریخ ریاست حیدر آباد دکن کے مؤلف نے اس واقعہ کو صاحب گلزار آصفیہ کے والد کے ساتھ منسوب کر کے لکھا ہے کہ

"گلزار[2] آصفیہ کا مؤلف لکھتا ہے کہ اس وقت میرے باپ بازار میں کھڑے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ پلٹن والوں نے بازار میں پہنچکر نظام علیخاں کے بازار کی طرف بندوقوں کی باڑھ ماری لیکن ان کے کوئی گولی نہ لگی تمام گولیاں باد ہوائی گئیں۔"

مؤلف موصوف نے گلزار آصفیہ کا ترجمہ کرنے میں سخت غلطی کی ہے گلزار آصفیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"حیات خاں نامی مرد کامل العقل رفیق قدیم والد مؤلف کہ عمر قریب صد سال داشت اکثر بعاصی نقل می کردند۔"

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۷۳، [2] تاریخ ریاست حیدر آباد دکن صفحہ ۲۸۰۔

اس سے ظاہر ہے کہ نقل کرنے والے صاحب گلزار آصفیہ کے والد نہیں بلکہ ان کے والد کے ایک قدیم دوست تھے مورخین کو چاہیئے کہ کسی واقعہ کو بیان کرنے یا اس کا کوئی ترجمہ پبلک میں پیش کرنے سے پہلے واقعہ کو ممکنہ طریقہ پر اچھی طرح جانچ لیں تاکہ ایسی کوئی فاش غلطی نہ ہونے پائے ۔

بُوسی کو حیدر جنگ کے قتل کی اطلاع ملتے ہی اُس نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور اس کی فوج کے ساتھ جعفر علی خاں بھی آملے جو صلابت جنگ کی فوج کے سپہ سالار تھے اس فوج کا ایک حصّہ صلابت جنگ کی حفاظت کی غرض سے ان کی طرف روانہ ہوا اور ایک اور دستہ شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کی طرف بھیجا گیا کہ وہ ان کو بُوسی کے پاس لائے تاکہ نظام علی خاں اُن کو رہا کرنے نہ پائیں فرانسیسی فوج کا یہ دستہ شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کے ڈیروں میں داخل ہونا چاہتا تھا اور صلابت جنگ کی فوج ان کو روکتی تھی اس ہنگامہ میں شاہنواز خاں اور اُن کا ایک لڑکا اور محمد حسین خاں مارے گئے ۔

صاحب توزک آصفیہ کہتے ہیں کہ عہدہ دار[1] فرانسیسی موسی بوسی کے حکم پر اس کے ترجمان لچھمنا نے اُن تینوں کو بندوق سے ہلاک کر دیا اور یہی زیادہ صحیح ہے جس ہنگامہ کی طرف مورخین نے اشارہ کیا ہے نمایشی معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اس ہنگامہ میں انھیں اشخاص کا مارا جانا جن کا ہلاک ہونا بوسی کو مقصود تھا اس امر کی طرف دلالت کرتا ہے کہ اس شورش میں بناوٹ تھی تاکہ ان لوگوں کے قتل کی نسبت بادی النظر میں کوئی سوءظن پیدا نہ ہو ۔ اس ہنگامہ سے قطع نظر کر کے ہم اگر دیکھیں تو اس امر سے بھی شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کو نشانۂ بندوق بنانے کے لئے حکم دینے کا ثبوت ملتا ہے کہ جس نے ان کو مارا ہے وہ فرانسیسی فوج کے اس دستہ میں موجود تھا جو نظام علی خاں کے تعاقب میں بھیجی گئی تھی

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۹۱ ۔

اور جب اس فوج کو نظام علی خاں نے اپنا بنا لیا تو لچھمنا (جس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا) نے
وہاں سے الگ ہو کر بُوسی کو اس کی اطلاع کی کہ وہ فوج اُس سے فرنٹ ہو کر نظام علیخاں سے مل گئی ہے
اب اُن کا ہاتھ آنا یا تعاقب کرنا مشکل ہو گیا ہے اور عجب نہیں جو اسی اطلاع کی بنا پر بوسی نے اسی
اطلاع دہندہ کو اس غرض کے لئے مامور کیا ہو۔ صاحب تاریخ ظفرہ یہ لکھتا ہے کہ موسیؔ بوسی کو حیدر جنگ کے
قتل کی اطلاع ملتے ہی اُس نے اپنی ٹوپی زمین پر دے ماری اور لچھمنا کو حکم دیا کہ حیدر جنگ کے انتقام
میں شاہنواز خاں اور اُن کے بیٹے عبدالنبی خاں اور میر محمد حسین خاں کو مار ڈالے۔ چنانچہ اُس نے اسی وقت
ان تینوں کو طبنچہ سے مار ڈالا۔ بہرحال یہ امر ثابت ہے کہ اُن کو مار ڈالنے کا بوسی نے حکم دیا۔

حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علی خاں کی روانگی

انگریز مورخین کہتے ہیں کہ حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علی خاں شاہنواز خاں کے شہید ہونے تک اورنگ آباد ہی میں ٹھہرے رہے۔ کہتے ہیں کہ شاہنواز خاں
کی شہادت کی اطلاع نظام علی خاں کو آدھی رات کو ہوئی، اور اُنھوں نے اُسی وقت اپنے منتخب
سواروں کے ساتھ بُرہان پور کی راہ لی جو اورنگ آباد سے ڈیڑھ سو میل ہے اور چھبیس گھنٹوں میں وہاں
پہنچ گئے اس رفتار پر انگریز مورخین حیرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قریبًا ناممکن ہے لیکن ہمارے
مورخین کے بیان سے یہ امر ثابت نہیں کہ وہ برہان پور چھبیس گھنٹے میں پہنچے۔ صاحب توزک آصفیہ
کہتے ہیں کہ وہ حیدر جنگ کے قتل کے بعد ہی اپنی قیام گاہ سے اپنے رفقا کے ساتھ نکل گئے اور جب
ان پر شلک چھوڑی گئی تو ایک پشتہ پر پہنچکر انھوں نے بان سے اس کا جواب دیا جس پر تعاقب
کرنے والی فوج رُک گئی اور بندگان عالی سید ھار امچندر کے لشکر میں جا پہنچے وہاں کچھ توقف کیا۔ اور

---

[۱] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۳۴۔ [۲] توزک آصفیہ صفحہ ۹۱۔

وفادار خاں کو جو عین روانگی کے وقت چند خریطے اشرفیوں کے لیکر ہمراہ رکاب ہو گئے تھے
راجچندر کے پاس بھیجا کہ قرارداد عہدو پیماں کے بموجب رفاقت بجالائے اس کو خود ان کا ساتھ
دینے میں مصلحت معلوم نہوی۔ اس لئے انؔ کے ہمراہ دو تین سو سوار کردئے بوُسی نے ابراہیم خاں کو
اس کے توپخانہ کے ساتھ اس غرض کے لئے مامور کیا تھا کہ کسی صورت نظام علیخاں کو آگے کی طرف
بڑھنے نہ دے، جدھر سے وہ نکلنا چاہیں ان کا سدِراہ ہو بوسی کے اس حکم کی تعمیل میں وہ اپنی
جمیعت کے ساتھ راستے میں آاُترا تھا اور بوُسی کے ترجمان لچھمنا کو آگے بھیجکر حکم دیا تھا کہ نظام علیخاں
کا راستہ روک رکھے۔ بندگا نعالی کی طرف سے وفادار خاں اُس کے پاس پہنچ گئے لچھمنا نے راستہ دیدیا وہ
ابراہیم خاں کے پاس پہنچے اور نظام علیخاں کا کوئی پیام پہنچایا جس پر وہ معہ اپنے تمام توپخانہ کے آکر
ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ فرانسیسی توپخانہ کے بیل جو چراگاہ میں تھے اپنے ساتھ لے لئے جس سے
فرانسیسی توپخانہ نقل مقام کے قابل نہ رہا۔ ابراہیم خاں کو ہمراہ لیکر نظام علیخاں آگے روانہ ہوئے
اُس روز چکل ٹھانہ میں قیام ہوا جو اورنگ آباد سے کمابیش دس بارہ میل ہے حیدر جنگ کے قتل کے
ساتھ ہی یا اس کے بعد اسی شب میں یا اس کے دوسرے روز صبح میں نظام علیخاں کے اورنگ آباد
سے نکلنے کی نسبت مورخین کے باہمی اختلاف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دنوں شہر اورنگ آباد
کی آبادی تقریبًا چکل ٹھانہ تک پھیلی ہوی تھی اور اس دوران میں سندکھیڑ کی جنگ کی وجہ سے جو
اطراف کے عاملوں کی فوجیں آئی ہوی تھیں اُن سے تو اس کی آبادی اور بھی زیادہ دور تک ہو گئی تھی
اس پر سے خیال یہ ہوتا ہے کہ واردات کے ساتھ ہی وہ چکل ٹھانہ چلے گئے اور جب ان کو شب میں

لہ مآثر آصفی جلد دوم ورق (۱۰۰)۔

شاہنواز خاں کے قتل کی اطلاع ملی تو وہاں سے وہ علی الصبّاح برہان پُور کی طرف نکل گئے اور خاندیس کے علاقہ سے ہوتے ہوے ۱۳۔ رمضان المبارک ۱۱۷۰ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۷۵۷ء کو برہان پور پہنچے۔ صاحب داستان نظام علیخاں بیان کرتا ہے کہ انھوں نے اُسی روز اورنگ آباد سے نکل کر پھُوٹری میں مقام کیا جو اورنگ آباد کے شمال مغرب میں واقع ہے اور وہاں سے ؎

شتابی اجنٹے کا اُترے ہیں گھاٹ
سُو جلدی لگے کاٹنے راہ باٹ

اورنگ آباد سے برہان پور جانے کے لئے نزدیک ترین راہ یہی ہوسکتی تھی اس لئے صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ نظام علیخاں نے یہی راستہ اختیار کیا اسی شاعر نے تیزروی پر لکھا ہے کہ پھوٹری سے بُرہان پُور دس روز کا راستہ ہے لیکن اُنھوں نے چھ ہی روز میں اس کو طے کیا چنانچہ کہتا ہے ؎

تھی دس روز کی راہ چھ دن گئے
چھٹے روز بُرہان پورُ آ ملے

اس کا اعتبار کیا جائے تو دسویں رمضان کو برہان پُور پہنچنا قابل تسلیم ہے بہر حال وہاں پہنچکر انھوں نے عالم آرا بیگم کے باغ کی پال امرائی میں نزول اجلال فرمایا پہلے وہاں کے بزرگان دین کے مقابر کی زیارت کی اس کے بعد وہاں کے مشایخ و علمائے موجودہ سے ملاقات فرمائی قلت خزانہ کے باعث متفکر تھے اور ساکنین بلدہ پر مصادرہ کے جاری کرنے کی تجویز فرمائی چنانچہ محمد انور خاں قطب الدولہ، شیخ شمس الدین، شیخ عبداللہ اور حافظ محمد حفیظ اللہ نے

معقول رقمیں داخل کیں۔ صاحب تاریخ ظفرہ کہتا ہے کہ راجہ وٹھل[1] داس کی صلاح سے بندگانعالی نے وہاں کے صوبہ دار محمد انورخاں کو قید کیا اور اس سے خزانہ حاصل کیا۔ اگر اس کا اعتبار کیا جائے تو کچھ نامناسب بھی نہیں ہے ممکن ہے کہ محمد انورخاں نے صلابت جنگ کی طرفداری میں رقم داخل کرنے سے گریز کی ہو۔

بہرحال نظام علیخاں عید تک یہیں مقیم رہے۔ عیدگاہ میں نماز عید بڑی طمطراق سے ادا فرمائی نماز و خطبہ سے فارغ ہوکر انتظامات کی طرف متوجہ ہوئے۔ میر علی اکبر کو چار ہزاری منصب اور خطاب خانی بہادری مع طبل و علم سے سرفراز کیا اور ان کے بیٹے صدرالدین خان کو اپنے باپ کی نیابت کی منظوری عطا کی اور حشمت جنگ اور ان کے بیٹے کو نظامت بلدہ برہان پور پر اور محمد بہادر خاں کو داروغگی عدالت سے سرفراز کیا اسی طرح اوروں کو بھی لائقہ مناصب مرحمت ہوئے۔

نظام علی خاں کا محل اولی

اس کے بعد یہاں ایک بڑا جشن ترتیب دیا گیا۔ جس میں کئی روز تک رقص و سرود کی محفلیں گرم رہیں خصوصاً وہاں کی ایک طوائف مسماۃ سجانی کا ناچ بندگان عالی بہت دلچسپی سے ملاحظہ فرماتے رہے اسی دوران میں اسلم خاں صوبہ دار برہان پور نے خواجم قلی خاں[2] کی چھوٹی لڑکی

---

[2] خواجم قلی خاں ندربے کے فرزند ہیں جو توران کے سرداروں سے تھے اور بہ سبیل سفارت عالمگیر کے پاس توران سے آئے تھے ان کی شیرخوارگی کے ایام میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا اور یہ (خواجم قلی خاں) اپنے بھائی بیگلر بیگی خاں قلعہ دار مانڈو کے زیر پرورش رہے ۱۱۳۶ھ میں آصف جاہ اول دکن آئے تو راستہ میں ان کو (خواجم قلی خاں) کہ قلعدار دھار اور فوجدار مالوہ تھے اپنے ہمراہ لے لیا اور ان کی جگہ ابوالخیر خاں (مورث صاحبان پائیگاہ) کو دھار اور مالوہ پر چھوڑا اور مبارز خاں کی جنگ کے بعد صوبہ برہان پور سے جاگیر کی سرفرازی پائی اور سرکار گھرکھون صوبہ خاندیس کی فوجداری سے سربلند ہوئے ناصر جنگ کے عہد میں نظامت برار پر مامور ہوئے اور پھر چند ماہ بعد معزول ہوئے اس کے بعد فوجداری بگلانہ اور پھر نیابت صوبہ داری برہان پور پر مامور ہوئے صلابت جنگ کے عہد میں ذوالفقار الدولہ قایم جنگ خطاب پایا جب جاگیر خاندیس مرہٹوں کے قبضہ میں جاتی رہی تو پریشان حالی کے ساتھ صلابت جنگ کے پاس حیدرآباد پہنچے اور پرگنہ جلگانوں صوبہ برار جاگیر پایا اور وہاں سے ادھر کی طرف روانہ ہوئے ۱۱۷۹ھ میں انتقال کیا۔ شاعر تھے موزوں تخلص کرتے تھے۔

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۳۴

زیب النسا بیگم کا پیام بندگا نعالی کو پہنچایا۔ مراسمِ عقد کی تکمیل کے بعد محلات میں داخل ہوئیں ان بیگم کو بندگانعالی نے بُرہان پوری بیگم کا خطاب مرحمت فرمایا یہاں سے عنانِ عزمیت قصبہ باسم کی طرف منعطف فرمائی اور توپ خانہ کی تیاری کے لئے شیخ امین الدین احمد کو بُرہان پُور میں چھوڑا۔ باسم پہنچکر اپنی حقیقی والدہ عمدہ بیگم کو اورنگ آباد سے طلب کیا اور اپنی بیگم کی رُونمائی کرائی۔ موسمِ سرما قصبہ باسم ہی میں گذارا۔ اس کے بعد یہ اطلاع ملی کہ صلابت جنگ نے موسیٰ بوسی کی تحریک پر پیشوا بالاجی راؤ کو لکھا ہے کہ

"حتی الامکان نظام علیخاں کو ملک برار میں داخل ہونے نہ دیا جائے۔"

اس امر کی نسبت پیشوا سے مفاہمت کے لئے انھوں نے سہراب جنگ کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔

گرانڈیا کی مہم

جانوجی بھونسلہ کو صلابت جنگ کی تحریر کی بنا پر جب یہ اطلاع ملی کہ نظام علیخاں اور صلابت جنگ میں باہمی مخالفت ہوگئی ہے اور وہ نظام علی خاں کو علاقۂ برار میں مداخلت سے روکنا چاہتے ہیں تو اس نے اپنے سردار گرانڈیا کو ایما کیا کہ اپنے حدود میں ان کو داخل ہونے نہ دے اور اُن سے مقابلہ کرے چنانچہ اُس نے باسم کے اطراف کے مواضعات کو جلانا شروع کیا اور ان کے ساتھ مخالفت اور مقابلہ کی تیاری کرنے لگا اور چاہتا تھا کہ اُن آلات حرب و ضرب پر قبضہ کرے جو بندگانعالی کے حکم پر بُرہان پور سے نکلنے کو تھے بندگانعالی نے داروغہ جنسی کے نام احکام صادر فرمائے کہ اپنا لشکر پہنچنے تک بوجوہ احسن توپخانہ کی حفاظت کرے اور خود بدولت آکولہ کی طرف سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے منزل بمنزل ادھر متوجہ ہوئے اور زد و برد کے ساتھ دو ماہ تک قطع مسافت کرتے ہوئے یکم ربیع الثانی ۱۱۷۱ھ مطابق ۲۱ر دسمبر ۱۷۵۷ء کو برہان پور واپس آکر دریائے تاپتی کے کنارے اُترے اور آلاتِ حرب وغیرہ

جو وہاں تیار تھے ہمراہ لے لئے اور ۶۔ ربیع الثانی کو وہاں سے نکل کر ناگپور روانہ ہوئے اس عرصہ میں بھونسلہ
نے جب دیکھا کہ بندگانعالی کے مقابلے میں اس کے سردار گرانڈ با کی کچھ پیش نہیں چل سکتی تو خود اپنی کثیر فوج
سے اُس کے ساتھ شریک ہو کر بندگانعالی کی افواج پر چاروں طرف سے حملہ آور ہوا اس کا مقابلہ توپخانے
سے کرتے ہوئے دریائے پورنا تک پہنچے ایک دفعہ بندگانعالی کے حکم سے سیدی عنبر خاں اور اقدام خاں
نے متفق ہو کر مخالف فوج پر شب خون مارا جس سے مرہٹے پریشان ہو کر بھاگے بھونسلہ اور گرانڈ با بھی
بے زین گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل بھاگے اس بھاگا بھاگ میں اکثر دریائے پورنا میں ڈوب مرے مال
و اسباب کے علاوہ بہت سارے اونٹ گھوڑے بھی غنیمت میں ہاتھ آئے اس کے بعد جانوجی نے بہت
کچھ ہاتھ پاؤں مارا۔ حرکت مذبوحی کی لیکن جب کچھ پیش نہ چلی تو راجہ وٹھل داس کے ذریعہ صلح کی درخواست
کی، بندگانعالی نے اپنے دیوان کے پاس خاطر سے درخواست منظور کی، جس پر جانوجی نے رسم مقررہ کے
مطابق حضور میں حاضر ہو کر شرف زمین بوسی حاصل کیا اور نذر لایقہ اور معقول پیشکش گذرانی، اس کے بعد
خود بدولت بھی اس کی قیام گاہ پر جلوہ افگن ہوئے اسی زمانے میں سہراب جنگ بالاجی راؤ کے پاس سے
بعد مفاہمت واپس آئے اور آستان بوسی کی سعادت حاصل کی اور پیشوا کی طرف سے جواہر اور
کئی زنجیر ہاتھی تحفۃً پیش کئے، بھونسلہ کے ساتھ جو مصالحت کی ٹھیری تھی۔ اس میں اُس نے یہ شرط پیش
کی تھی کہ قلعۂ چانده کے حاصل کرنے میں اس کو مدد دیجائے اور راجہ وٹھل داس اس کے مؤید تھے بندگانعالی
نے اس امر میں سہراب جنگ سے مشورہ کیا تو انھوں نے اس سے اتفاق نہ کیا ان دنوں نظام علیخاں
کو صلابت جنگ کے پاس پہنچنا ضروری تھا کہ سرکاران شمال میں انگریزوں سے جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے
ان کی تمام فرانسیسی فوج اُدھر جا چکی تھی اب وہ حیدرآباد میں اپنی فوج کے ساتھ ٹھیرے ہوئے تھے اور چونکہ

صلابت جنگ نظام علیخاں سے ناخوش تھے اس لئے اس امر کا امکان تھا کہ ان کے وہاں پہنچنے پر باہمی جنگ چھڑ جائے۔ اس اعتبار سے نظام علیخاں نہ خود چاندے کی مہم میں حصہ لے سکتے تھے نہ گراند یا جانوجی کی مدد کے لئے اپنی فوج کا کوئی حصہ وہاں روانہ کر سکتے تھے۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر سہراب جنگ نے یہ رائے ظاہر کی کہ:۔

"صلاحِ دولت یہ ہے کہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد کو تشریف لیجا کر صلابت جنگ کے حضور میں اقامت گزیں ہوں کہ ساری جزئیات کلیات کے تحت ہوتی ہیں جب کل پر حاوی ہو جائیں گے تو جزئیات ساری اس کے حیطہ میں آجائیں گی ..."[1]

یہی رائے بندگان عالی نے پسند فرمائی اور سہراب جنگ کو حکم فرمایا کہ جانوجی سے مل کر معاملہ کا تصفیہ کرلیں چنانچہ وہ اُس کے پاس گئے اور تمام مدارج صلح حسب دلخواہ طے کئے اس کے بعد فوج نرمل کی طرف متوجہ ہوئی جب ماہور کے علاقہ میں گذر ہوا تو وہاں کے حاکم مجاہد جنگ صف شکن خاں نے باس نمک صلابت جنگ کی طرفداری میں بندگانعالی کی افواج کی مزاحمت کی تھوڑے سے مقابلے کے بعد خود کمربستہ حاضر خدمت ہوے بندگانعالی نے قلعہ ماہور کو عضد الدولہ کے بیٹے خواجہ عبدالشہید خاں کے حوالہ کیا اور خود حیدرآباد کی سمت روانہ ہوے لیکن اورمی[2] یہ کہتا ہے کہ جب نظام علیخاں کو یہ اطلاع ملی کہ صلابت جنگ اپنی فرانسیسی فوج کے ساتھ حیدرآباد چلے گئے ہیں تو وہ اپنے پندرہ ہزار سوار کے ساتھ ماہ نومبر ۱۷۵۸ء م ربیع الاول ۱۱۷۲ھ میں برہان پور سے نکل کر اورنگ آباد آئے اور یہاں والوں نے ان کی اطاعت قبول کر کے نذریں پیش کیں اور پھر وہ وہاں سے حیدرآباد کی طرف روانہ ہوے

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۹۷ [2] اورمی جلد ۲ صفحہ (۴۰۵)

اس کے تسلیم کرنے میں کوئی ردو کد اس وجہ سے نہیں کی جا سکتی کہ یہ کوئی دور اندیشانہ فعل نہیں ہو سکتا کہ اورنگ آباد میں اپنی حکومت منوائے بغیر وہ جنوب میں جاتے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اورنگ آباد سے ماہور اور نرمل پہنچے ہوں یا یہ کہ ماہور اور نرمل سے ہو کر اورنگ آباد گئے بہر حال اس موقع پر حیدرآباد پہنچنے سے پیشتر ان کا اورنگ آباد جانا لازم تھا۔
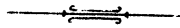
مراحلِ صلابت جنگ

یہاں ہم نظام علیخاں سے قطع نظر کر کے اپنے قارئین کو صلابت جنگ کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو حیدر جنگ کے قتل کے موقع پر اپنے والد کے مقبرے کو گئے ہوئے تھے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس کے بعد خود صلابت جنگ اور اُن کے طرفداروں نے نظام علیخاں کے خلاف کیا کارروائی کی اور کیا طرز عمل اختیار کیا۔

حیدر جنگ کے قتل کے ساتھ ہی بوسی نے اپنی فوج کا ایک دستہ صلابت جنگ کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ نظام علیخاں کی دست رس سے محفوظ رہیں اس لئے کہ بوسی یہ سمجھا ہوا تھا کہ ریاست آصفیہ میں اس کے جو کچھ اعزاز و اختیارات ہیں محض صلابت جنگ کی وجہ سے ہیں وہ اگر نظام علیخاں کی طرف ہو جائیں یا یہ کہ نظام علیخاں ان کو اپنے قبضۂ اختیار میں کرلیں تو پھر دکن میں بوسی کے لئے کوئی مامن نہیں تھا اور مقابلے میں بہ اعتبار تعداد فوج نظام علیخاں ہی کو غلبہ تھا اور باعتبار باقاعدگی بھی وہ اس سے کم نہیں تھے کہ اسی کے سردار ابراہیم خان گارڈی کو اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔ بہر حال موسی بوسی کی فوج کی حفاظت میں واقعہ کے دوسرے روز صلابت جنگ اورنگ آباد آئے اور خاص خاص امرا کا ایک دربار منعقد کیا۔ جس میں بوسی بھی شریک تھا اس میں بغلبۂ آرا یہ طے پایا کہ نظام علیخاں کو خاطر خواہ تنبیہ کی جائے چنانچہ اس منصوبے کی پیش رفت میں فوج ان کے تعاقب میں برہان پور کی طرف روانہ ہوئی۔

موسیٰ بوسی کی واپسی | عین اسی زمانے میں بوسی کو اپنے فرانسیسی گورنر موسی لالی کا ایک خط ملا جس میں

اس کو اپنے علاقہ میں آجانے کی ہدایت کی گئی تھی کہ ان دنوں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے مابین جنگ چھڑی ہوئی تھی اور جنوب میں بوسی کے فوجی خدمات کی ضرورت تھی ایسی صورت میں صلابت جنگ کے ساتھ فوج کا جانب شمال جانا بوسی کے نزدیک اپنی قوم کے مفاد کے خلاف تھا اور اس نے اس امر پر بھی غور کیا کہ نظام علیخاں مختصر سامان کے ساتھ نکلے ہیں اس لئے ان کے نزدیک اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر منتقل ہونا بالکل آسان تھا اور اِن دنوں مرہٹوں کا یہی اصُول جنگ زیر عمل تھا اس کے علاوہ ابھی ان کا ارادہ کسی مقام کو اپنا مرکز قرار دینے کا بھی نہیں پایا جاتا تھا اس لئے ممکن تھا کہ وہ تعاقب کے موقع پر آسانی سے ایک طرف سے دوسری طرف منتقل ہوتے رہتے اِن سب پر طرہ یہ تھا کہ نظام علیخاں حیدر جنگ کو قتل کرنے کی وجہ سے جو بُرانے امراء سے خیرہ سری کر رہا تھا ہردلعزیز بھی ہو گئے تھے اس لئے ممکن تھا کہ ان کے تعاقب کے سبب سے صلابت جنگ اور بُوسی کے خلاف عام بے چینی پیدا ہوجائے غرض ان تمام اُمور پر نظر غائر ڈال کر بُوسی نے اس امر کو مناسب خیال کیا کہ نظام علیخاں کے تعاقب سے باز رہے فوج اورنگ آباد سے کوچ کر کے تین روز تک برہان پور کی سمت چلتی رہی اور موسی بوسی آگے بڑھنے کی قباحتیں صلابت جنگ کے ذہن نشین کرتا رہا آخر چوتھی منزل میں فوج کو واپسی کا حکم ملا اب بوسی کو یہ خیال ہوا کہ رستہ کا چکر کاٹ کر صلابت جنگ اور ان کی فوج کو گولکنڈہ پہنچا دے۔ اور وہاں پہنچکر خود اپنی قوم کی مدد کی طرف متوجہ ہو تاکہ اگر اس کو صلابت جنگ سے مدد حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو اسی طرح آسانی ہو جس طرح اُن کو اِس کی مدد حاصل کرنے میں ہو سکتی تھی لیکن اس سوچ بچار میں اُس نے نظام علیخاں کی روز افزوں قوت کا کوئی خیال نہ کیا اور ان کے لئے ایک وسیع علاقہ چھوڑ دیا جس پر اُن کو قبضہ حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور نظر انصاف سے اگر دیکھا جائے

تو فرانسیسیوں کی ساری قوت کو جنوب میں مقابلے کے لئے جمع کرا کے نظام علیخاں کو اتنے وسیع علاقہ پر دست رس حاصل کرنے کے لئے انگریزوں نے ہی اسباب مہیا کئے اور عجب نہیں جو انگریزی کمپنی والوں نے نظام علیخاں سے فرانسیسیوں کے خلاف کوئی سمجھوتہ بھی کیا ہو جس کا جستہ جستہ ذکر بعض تاریخوں میں صرف ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ لارڈ کلائیو نے اس عرصہ میں نظام علیخاں سے مراسلت کی ہے۔ صاحب تزک والاجاہی موسی بوسی کی اس علیحدگی کے متعلق ایک خاص مراسلت کا ذکر کرتا ہے جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ اس کے اور اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خود انگریزی عہدہ داروں نے نواب والاجاہ کی معرفت اس کی کوشش کی چنانچہ وہ کہتا ہے:-

"اسی[1] کرناٹک کی جنگ کے دوران میں جارج بکٹ (عہدہ دار مدراس متعلقہ انگریزی) کے معروضہ پر نواب والاجاہ نے موسی لالی کو یہ لکھا کہ تمھاری ہماری صلح اس امر پر تھی کہ ہمارے مخالف تمھارے مخالف اور ہمارے موافق تمھارے موافق متصور ہونگے اور ہم بادشاہ مغلیہ کی رضامندی پر متفق ہیں۔ صلابت جنگ بادشاہ کے خلاف مرضی ناصر جنگ شہید کے حقیقی بھائی آصف الدولہ غازی الدین خان کو جو حضور سلطانی سے نظامت دکن پر مامور ہوئے تھے زہر سے ہلاک کر کے بادشاہ سلامت کو ناراض و مکدر کیا (اس لئے وہ ہمارے اور ہمارے بادشاہ کے مخالف ہیں) اس وجہ سے ان کے ساتھ تمھارا تعلق صلح نامہ مذکور کے خلاف ہے پس تم کو چاہیئے کہ تم اپنا تعلق دکن سے منقطع کردیں اور موسی بوسی کو ان کی خدمت سے واپس طلب کریں اس پر موسی لالی نے

---

[1] تزک والاجاہی ورق (۱۹۵)۔

جواب یہ دیا کہ موسیٰ بوسی ہم سے قطع تعلق کرکے اپنی ذات سے وہاں نوکر ہوگیا ہے
ایسی صورت میں یہ ممکن نہیں ہے کہ حاکم دکن کے نوکر پھولچری کے گورنر کا حکم واجب التعمیل
ہو۔ اس اطلاع کے بعد نواب والاجاہ نے راست صلابت جنگ کو یہ لکھا کہ موسیٰ لالی
کی تحریر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ موسی بوسی اپنے توابع کے ساتھ ملازم ہو کر آپ کا معتمد علیہ
بن گیا ہے ایسی قوم کو نوکر رکھنا جس کو ظل سبحانی پسند نہیں کرتے اور ایسے فرقہ کو
اپنی رفاقت میں رکھنا جو اپنے بھائی ناصر جنگ شہید کا قاتل ہے مروت و اخوت
کے خلاف ہے اس قوم سے احتراز لازم ہے۔"

بہر حال یہ مسلم ہے کہ بوسی کو موسی لالی نے طلب کرلیا۔ موسی لالی کی سخت غلطی تھی کہ اُس نے
والاجاہ اور انگریزوں سے مقابلہ کی ہیبت میں ریاست حیدرآباد کے اندرونی معاملات اور وہاں
بوسی کے اثرات اور تعلقات پر کوئی توجہ نہیں کی اور سطحی طور پر یا بوسی کے ساتھ عناد یا حسد رکھنے کی
وجہ سے یہ فرض کرکے کہ انگریزوں سے مقابلہ میں کامیابی ہوجائے تو پھر ریاست میں فرانسیسی اثرات
قایم کرلئے جائیں گے بُوسی کو اس کی پوری فوج کے ساتھ واپس طلب کرلیا۔ یہ بے التفاتی بھی ہندوستان
سے فرانسیسیوں کی فوقیت کو مٹانے کی ایک وجہ قرار دیجا سکتی ہے۔

صلابت جنگ کی فوج گوداوری کے کنارے تک ہی پہنچی تھی کہ موسی لالی کا ایک اور خط
مورخہ ۱۰۔ مئی ۱۷۵۸ء مطابق ۱۰۔ رمضان ۱۱۷۱ھ موسی کان فلان کے ذریعہ بوسی کو ملا۔ جس میں
اس کو اپنی فوج کے ساتھ اپنے علاقہ کو فی الفور آجانے کی تاکید تھی۔ اس حکم کے بعد موسی بوسی کو بہت
جلد میدان میں جانا پڑا۔ تاہم اس نے اُس وقت تک توقف کیا۔ جب تک کہ صلابت جنگ اپنی

فوج کے ساتھ گوداوری کو عبور کر کے حیدرآباد نہ پہنچ گئے۔ کیونکہ اس کو اس امر کا خطرہ تھا کہ عبور دریائے گوداوری کے قبل شاید کوئی اختلاف پیدا ہو جائے اور صلابت جنگ اورنگ آباد کی طرف آسانی سے لوٹ جائیں۔ اسی وجہ سے اُس نے سب سے پہلے صلابت جنگ اور اُن کے متعلقہ تمام کارخانجات کو دریا کے پار کرا دیا اور پھر ساری فوج نے عبور کیا اس کے ساتھ ہی بارش کی جھڑی لگ گئی جس کی وجہ سے آگے بڑھنے میں توقف ہو گیا اور ۱۵۔ جولائی ۱۷۵۶ء مطابق ۸۔ ذیقعدہ ۱۱۶۹ھ تک فوج حیدرآباد نہ پہنچ سکی اسی تاریخ لالی کا ایک اور خط بوسی کو ملا۔ جس میں اُس نے شدید تقاضہ اور تہدید کے ساتھ یہ حکم دیا تھا کہ

"مچھلی پٹن اور سرکاران شمالی کی حفاظت کے بعد جتنی فوج بچ رہے ہمراہ لیکر مزید تاخیر کے بغیر موسیٰ موراسین سے راستہ میں مل جاؤ۔"

اس پر موسیٰ بوسی کو حیدرآباد سے معاً نکل جانا پڑا اور اُس نے اپنی فرانسیسی جملہ فوج ساتھ لی اور چلا گیا۔ جاتے ہوئے اگرچہ اُس نے صلابت جنگ کی دلجوئی کی لیکن یہ سُودمند نہ ہوی ۳۔ اگست م ۲۸ ذیقعدہ کو یہ فرانسیسی فوج رائے پور[1] پہنچی اور موسی موراسین کی فوج سے ملحق ہو گئی۔ موسی بوسی نے اپنی فوج اور علاقہ سرکاران شمالی کا جایزہ موسی کان فلان کو دیکر دو سو پچاس یورپین اور پانسو سپاہی اپنے ساتھ لیکر انگول پر نیلور کی طرف بڑھا اور ۴۔ سپٹمبر مطابق یکم محرم کو وہاں پہنچا۔

بوسی کی روانگی کے بعد صلابت جنگ کے انتظامات

بسالت جنگ کے ساتھ صلابت جنگ حیدرآباد پہنچے۔ یہاں انھوں نے شوکت جنگ کو اپنا دیوان خانگی اور حیدر یار خاں شیر جنگ کو دیوان دکن بنایا اور امور ریاست کا اجرا بسالت جنگ ہی کی صوابدید سے ہوتا تھا۔ بارش کا موسم حیدرآباد میں گذار کر بیدر کے قلعہ پر قبضہ کرنے

---

[1] یہ کشنا کے بائیں کنارے پر مچھلی پٹن سے بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

کے لئے نکلے کہ وہاں کا قلعہ دار باغی ہو گیا تھا۔ ایک مہینہ کے محاصرہ کے بعد بر بنا صلح قلعہ اس سے حاصل کیا اور پھر اُس کو اسی پر مامور کر دیا یہاں ان کو فرانسیسی عہدہ دار موسی کان فلاں کے خطوط اس استدعا کے ساتھ پہنچے کہ اپنی فوج کے ساتھ مچھلی پٹن آئیں تاکہ اُس کے ساتھ متفق ہو کر زمینداران سکاکول اور ان کے طرفدار انگریزوں پر حملہ کریں جو ان کے ملک میں باغیانہ طور پر مداخلت کر رہے تھے کان فلاں نے یہ خطوط انگریزوں سے پداپور پر شکست پانے کے بعد لکھے تھے اسکی استدعا پر صلابت جنگ اور بسالت جنگ دونوں پندرہ ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل کے ساتھ مچھلی پٹن کی طرف بڑھے تاکہ بر وقت وہاں پہنچکر کان فلاں کی مدد کریں۔

فرانسیسیوں کی پسپائی

جب انگریزوں نے راجمندری میں فرانسیسیوں پر حملہ کیا تو انھوں (فرانسیسیوں) نے وہاں سے پسپا ہو کر وزیگاپٹم اور وزیانگرم (بجے نگر) کی راہ لی۔ جس کے دو وجوہ تھے۔ ایک تو یہ کہ انگریزوں کی واپسی کی راہ کو روک لیں اور دوسرے یہ کہ وہاں کی رعایا سے محاصل وصول کر لیں تاکہ ایک طرف تو اخراجات جنگ کی پابجائی ہو جائے اور دوسری طرف اگر اس علاقہ پر احیاناً انگریزوں کا قبضہ ہو بھی جائے تو یہاں کی رعایا ایک سال تک اس قابل نہ رہے کہ انگریز اُن سے کوئی محصول وصول کر سکیں اور اگر وہ اس غرض کے لئے رعایا پر کوئی جبر و تشدد کو کام میں لائیں تو انگریزوں کی طرف سے رعایا میں بد دلی اور عام بدخواہی کے جذبات پیدا ہو جائیں۔ لیکن فرانسیسیوں کو اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی اس کے بھی دو وجوہ تھے اول تو یہ کہ اس علاقہ کا زمیندار انند راؤ[1] ان کا مخالف تھا

---

[1] علاقہ سرکاران شمالی میں دو بڑے زمیندار تھے۔ جن میں سے ہر ایک ایک یوروپین طاقت کی سرپرستی میں تھا۔ پہلا زمیندار نارائن دیو تھا جس کا علاقہ گنجام سے ملحق تھا اس کا مستقر موہیری تھا۔ جو سمندر سے بارہ میل اور گنجام سے جانب جنوب مغرب تیس میل پر واقع تھا یہ فرانسیسیوں کے اثر میں تھا اور دوسرا راجہ وزیانگرم کے علاقہ میں تھا جس کا نام وجے رام راؤ تھا اس کا علاقہ بستر کے جنگل تک پھیلا ہوا تھا اور یہ انگریزوں سے موافقت رکھتا تھا وجے رام راؤ کے انتقال کے بعد انند راؤ اسکا

(بقیہ حاشیہ بصفحہ آئندہ)

جس کے زیر اثر ادھر کی رعایا کام کر رہی تھی اور انگریز اسی کی معاونت پر آگے بڑھے جا رہے تھے دوسرے یہ کہ فرانسیسی فوج کو اثنائے جنگ میں رسد کی طرف سے تکلیف ہونے لگی ان کی فوج رسد کے لئے رعایا کے گھروں میں گھسنے اور اُن پر جبر و تعدی کرنے لگی۔ جس سے بدامنی ہوگئی اور اسی بناء پر نارائن دیو ان سے علٰحدہ ہوگیا۔ فرانسیسیوں نے اس کو متفق کرنے کی کوشش کی لیکن ان کو کامیابی نہیں ہوی آخر اُس نے انگریزی امداد طلب کرلی۔ جس سے فرانسیسیوں کا پورا اثر سرکاران شمالی سے زائل ہوگیا۔ اب فرانسیسیوں نے یہ تصفیہ کرلیا کہ اس علاقہ کے اصلی رئیس صلابت جنگ کی فوج سے ملحق ہو جائیں جو اپنی فوج کے ساتھ اس طرف آرہے تھے جس روز صلابت جنگ کی فوج مچھلی پٹن سے چالیس میل پر جوار میں اُترآئی اسی روز فرانسیسی فوج نے پھر راجمندری پر قبضہ کرلیا۔

ریاست آصفیہ سے قیام اتحاد کی نسبت انگریزوں کی سب سے پہلی ریشہ دوانی۔

صلابت جنگ نے انندراؤ زمیندار کے پاس خطوط لکھے کہ اُن سے آملے لیکن وہ اتنا خوف زدہ ہوگیا تھا کہ راجمندری کے پاس سے اپنی تمام فوج کے ساتھ راتوں رات بلاعلم و اطلاع گوداوری کو عبور کر کے اپنے علاقہ کی طرف نکل گیا اس موقع پر کرنل فورڈ (جو انگریزی فوج کا سردار اور اس کا طرف دار تھا) نے اس کے خیال کو پلٹانے کے لئے اس کے پاس قاصد روانہ کئے۔ جس پر وہ اپنی فوج کے ساتھ پیٹھہ کو آگیا اب صلابت جنگ سے کرنل مذکور نے یہ استدعا کی کہ اُس کو اپنا ایک نائب اُن کے پاس بھیجنے کی اجازت دیجائے جس کی اجازت ملگئی اور مسٹر جانسٹن یکم اپریل ۱۷۵۸ء م ۲۲۔ رجب ۱۱۷۱ھ کو اُن کے پاس بھیجا گیا۔ جس نے یہ معروضہ کیا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قایم مقام ہوا اس سے پیشتر دبجے رام راؤ اور نارائن دیو میں جو باہمی مخالفت تھی وہ وجے رام راؤ کے انتقال کے بعد بھی قایم رہی۔ انھیں دونوں راجاؤں کی وجہ سے سرکاران شمالی میں یوروپین قوتوں کا تصادم ہوا اور آخر میں انندراؤ اور نارائن دیو کے فراہم ہو جانے کی وجہ سے ہی انگریزوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس علاقے پر مالکانہ قبضہ کرلیا جائے۔

انگریزوں کا منشاء یہ ہے کہ صرف اُس ساحلی علاقہ پر قبضہ حاصل کریں جو فرانسیسیوں کے قبض و تصرف میں تھا اس اظہارِ مدعا سے اس کے سوائے اور کوئی غرض نہیں معلوم ہوتی کہ صلابت جنگ کے دربار کی نسبت معلومات حاصل کریں اور اگر کوئی موقع ملے تو کسی باہمی مفاہمت یا مصالحت کی جنبانی سلسلہ کریں لیکن وہاں اس معروضہ پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ ۶۔ اپریل م ۲۷۔ رجب کو یہ اطلاع ملی کہ فرانسیسی فوج سے مل جانے کیلئے صلابت جنگ بجواڑے سے آگے بڑھ رہے ہیں اب اگر یہ دونوں فوجیں متحد ہو جائیں اور پھر انگریزوں سے مقابلہ ہو تا تو اُن کو کوئی مفر نہیں تھا اس لئے کرنل فورڈ نے یہ حکم دیا کہ دوسرے ہی دن مچھلی پٹن کے قلعہ پر انگریزی توپ خانہ مسلسل گولہ باری کرتا رہے انگریزوں کی گولہ اندازی اور حملہ سے مجبور ہو کر فرانسیسی عہدہ دار موسی کان فلاں نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا اور قلعہ پر اُن کا قبضہ ہو گیا اس وقت صلابت جنگ مچھلی پٹن سے صرف پندرہ میل کے فاصلے پر تھے فرانسیسی جہاز ایسے موقع میں کمک کے لئے آیا جبکہ مچھلی پٹن پر انگریزی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اس کی اطلاع پا کر صلابت جنگ نے اس خیال سے کہ شاید جہاز کی فرانسیسی فوج سمندر کے کنارے اُترے اُس کی مدد کے غرض سے اپنی تمام مرہٹہ فوج کو سمندر کی طرف بھیج دیا اس کے بعد کرنل فورڈ نے اپنی فوج کے دو حصے کئے ایک کو قلعہ اور قیدیوں کی حفاظت کے لئے مامور کیا اور دوسرے کو اُس مقام پر متعین کیا جہاں کہ وہ قلعہ پر قبضہ کرنے سے پیشتر قابض تھے صلابت جنگ کی مرہٹہ فوج جو ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی انگریزی فوج کو دیکھ کر توپ کی زد سے بھی زیادہ فاصلہ پر رکی رہی۔ لیکن اطراف و اکناف کے دیہات جلادئے اور لوٹ مار مچادی اب صلابت جنگ نے مچھلی پٹن پر دوبارہ قبضہ پانا ناممکن تصور کیا اور اُدھر نظام علیخاں کے حیدرآباد متوجہ ہونے کی خبر بھی مل گئی تھی اس لئے انھوں نے مراجعت کا تہیہ کیا۔

انگریزوں کے ساتھ سب سے پہلا معاہدہ

کرنل فورڈ کو صلابت جنگ کے حیدرآباد واپس ہونیکے ارادے کی اطلاع ہوی تو اُس نے صلابت جنگ سے ملاقات کی۔ اس کی بڑی مدارات و تواضع ہوی۔ اس موقع پر کرنل نے باہمی مصالحت کی درخواست[1] کی جس پر صلابت جنگ نے بتاریخ ۱۶۔ رمضان ۱۱۷۲ھ م ۱۴ مئی ۱۷۵۹ء بہ طیبِ خاطر شرح منظوری لکھی اور اس کی تعمیل کا قسمیہ اقرار کیا اس درخواست میں اُمور ذیل کی استدعا تھی:۔

(۱) مچھلی پٹن کا علاقہ آٹھ اضلاع کے ساتھ اور نظام پٹن اور کنداویر اور واکل منیر انگریزی کمپنی کو بطور انعام دیا جائے اور ان کی سند فرانسیسیوں کو جس طرح دیگئی تھی ان کو دیجائے۔

(۲) فرانسیسی فوج کو صلابت جنگ پندرہ روز کے اندر اپنے پاس سے نکال کر دریائے کرشنا کے پار کرادیں اور آئندہ ان کی کوئی آبادی دکن[2] میں قایم ہونے نہ دیں اور نہ فرانسیسی فوج کو ملازم رکھیں اور نہ ان کو کوئی مدد دیں اور نہ آئندہ کبھی ان کو اپنے پاس بلائیں۔

(۳) صلابت جنگ انندراؤ زمیندار وزیگاپٹم سے اس امر کی نسبت کوئی محاسبہ نکریں کہ اس نے فرانسیسیوں کے اس علاقے سے کیا محاصل وصول کیا ہے اور نہ اس کے علاقہ کی بابت سالِ جاریہ کی پیشکش کا مطالبہ کریں آئندہ سال سے اگر وہ اس معمولی پیشکش کی ادائی میں کوئی تساہل کرے جو اس کا باپ دیا کرتا تھا تو نواب کو اختیار ہوگا کہ وہ جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔

(۴) صلابت جنگ کسی حال میں انگریزوں کے دشمنوں کو مدد یا اُن کو پناہ نہ دیں اور اسی طرح انگریز بھی ان کے دشمنوں کو مدد یا پناہ نہ دیں گے۔

---

[1] سی۔ یو۔ ایچی سنس ٹریٹیز جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۱۔

[2] دکن سے یہاں مراد وہ علاقہ ہے جو دریائے کرشنا کے شمال میں واقع ہے۔

یہی وہ درخواست ہے جس کو سرکار آصفیہ اور انگریزی کمپنی کا سب سے پہلا معاہدہ کہا جا سکتا ہے انگریزی کمپنی کے عہدہ دار سرکار آصفیہ سے ایسا کوئی معاہدہ کرنے کے ایک عرصہ سے متمنی تھے اس کے بعد ہی انھوں نے کرنل فورڈ کو ایک ذاتی جاگیر کے عطا کرنے پر اس شرط سے آمادگی ظاہر کی کہ وہ اپنی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ نظام علیخاں سے مقابلہ کرنے کے لئے ان کی ہمراہی اختیار کریں جس پر اُس نے کوئی توجہ نہیں کی جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کچھ ہی عرصہ قبل اُس نے نظام علیخاں سے مدد کی درخواست کی تھی اور اُن کو توقع تھی کہ نظام علیخاں اس کے طرفدار ہو جائینگے۔ ادھر انگریزوں نے بھی اُن کی مدد سے پہلو تہی کی اور اُدھر حالیہ انگریزی معاہدہ کی بناء پر وہ فرانسیسی فوج کو علٰحدہ کر چکے اب سوائے اپنی ذاتی فوج کے اور کوئی امداد کی توقع نہیں نظر آئی۔ آخر وہ اپنی ہی فوج کے ساتھ تکمیل عہدنامہ کے چوتھے روز ۱۸ مئی ۱۷۵۹ء م ۲۰۔ رمضان ۱۱۷۲ھ کو حیدرآباد واپس ہوے۔

سرکاران شمالی میں فرانسیسیوں کی شکست کے اسباب

اس حالیہ جنگ میں فرانسیسیوں کو جو شکست ہوی۔ اس کا پہلا سبب یہ تھا کہ اسی علاقہ کے بڑے زمیندار انندراؤ اور نارایں دیو کو اُنھوں نے اپنا مخالف بنالیا اسی بناء پر ان دونوں نے انگریزوں کی سرپرستی قبول کر لی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ فرانسیسی مرکزی حکومت ہند نے اپنی فوج متعینہ سرکاران شمالی کی کافی اعانت نہیں کی اور جو جہاز کہ اس نے امداد کے لئے بھیجا اتنی دیر میں پہنچا کہ ان کو شکست ہو چکی تھی اور فرانسیسی فوج ادھر کے علاقہ میں ہر طرف پسپا ہو چکی تھی تیسرا سبب یہ تھا کہ صلابت جنگ نے برہناء استدعاء فرانسیسیوں کو بروقت کمک پہنچانے میں جلدی نہیں کی انھوں نے قلعہ بھونگیر کے قلعدار نقشبندی خاں کی سرکوبی کے لئے راستہ میں توقف کیا جس سے فرانسیسیوں کی مدد کرنے میں ایک مہینہ تاخیر ہو گئی اور اس کے بعد بھی بجواڑہ سے ان کو کمک پہنچانے نہ پائی

انگریزوں سے لڑنے کے عوض وہ اِن سے مصالحت کی گفت و شنود میں رہ گئے۔ چوتھا اور سب سے زیادہ اہم سبب یہ تھا کہ فرانسیسی گورنر موسی لالی نے محض اپنے ذاتی عناد اور حسد کی بناء پر مصالح ملکی کو پیش نظر رکھے بغیر موسی بُوسی کو دربار صلابت جنگ سے اُس کی تمام فرانسیسی فوج کے ساتھ اپنے علاقہ کی طرف بلالیا۔ اس موقع پر اس کو اِس فوج سے اگر مدد لینے کی ضرورت داعی بھی ہوی تھی تو اس کو چاہئے تھا کہ بُوسی کو یہ ہدایت کرتا کہ دکن کے شمالی علاقہ میں اچھا انتظام رکھے تاکہ صلابت جنگ کے مخالفین اُن پر غلبہ پاکر فرانسیسی اثرات کو باطل کرنے نہ پائیں اس کے بعد یہ حکم دیتا کہ صلابت جنگ کی اور اپنی معقول فوج کے ساتھ سرکاران شمالی کی طرف متوجہ ہو اور وہاں حسب دلخواہ انتظام قایم کرکے کرناٹک اور پانڈیچری کا رُخ لے اور یہ اُس وقت میں ممکن تھا جبکہ وہ قبل از قبل صُورت حالات پر تحقیقی نظر ڈالکر انتظام کی طرف رجُوع ہوتا۔ بہرحال فرانسیسیوں کے حق میں اس شکست کا بدترین نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا اثر صلابت جنگ کے پاس سے مطلق اُٹھ گیا اور اس کے بعد وہ اِس ریاست میں ہی نہیں بلکہ تمام ہند اور دکن میں اپنا اثر قایم نہ کرسکے۔

صلابت جنگ کی مچھلی پٹن سے واپسی

صلابت جنگ جب مچھلی پٹن سے واپس ہوے تو ان کے ساتھ بسالت جنگ بھی تھے حیدرآباد سے تیس کوس پر موضع سوریاپیٹھ پہنچے تو یہ اطلاع ملی کہ نظام علیخاں حیدرآباد میں داخل ہوگئے بسالت جنگ نے شاید یہ خیال کرکے کہ نظام علیخاں کی علیحدگی کے بعد سے وکالت مطلق اور مدار المہامی کی خدمت چونکہ یہ خود انجام دیتے رہے ہیں اس لئے وہ اپنا سارا غصہ ان پر اُتارینگے۔ انھوں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے علاقہ (ادھونی) کی راہ لی اور وہاں پہنچکر بغرض مدافعت و مقابلہ برطرف شدہ فرانسیسی فوج کو جو دوسو یورپین اور دو ہزار دیسی سپاہیوں پر مشتمل اور ذوالفقار جنگ

(برادر حیدر جنگ مقتول) کے تحت تھی اپنے پاس ملازم رکھ لیا۔

نظام علیخاں کی اپنے بھائی سے ملاقات

اب صلابت جنگ نے اپنی ساری فوج کو سوریا پیٹھ میں چھوڑا اور خود اپنے خاص خاص ہمراہیوں کے ساتھ بلدہ حیدرآباد کی طرف متوجہ ہوے اس اطلاع پر نظام علیخاں بھائی سے ملنے کی خاطر آگے بڑھے اور ۲۳۔شوال ۱۱۷۲ھ م ۱۸۔جون ۱۷۵۹ء چہارشنبہ کے روز صلابت جنگ سے ملاقات فرمائی اور ان کو اپنے ہمراہ لیکر ۲۰۔ماہ ذیقعدہ ۱۱۷۲ھ م ۲۵۔جولائی ۱۷۵۹ء کو حیدرآباد میں داخل ہوے۔اس موقع پر نظام علی خاں نے شاہنواز خاں کی حویلی میں قیام فرمایا (جسے انھوں نے عاقل خاں کی حویلی کو خرید کر اور اس کے اطراف کے اور زمینات حاصل کر کے تعمیر کیا تھا) صاحب تاریخ ظفرہ کہتا ہے کہ یہاں پہنچکر قیام کرنے کے چند روز بعد صلابت جنگ نے نظام علیخاں کو وکالت مطلق و مختاری کی خلعت سے مکرر سرفراز کیا۔
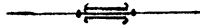
ریاست میں نظام علیخاں کا انتظام

نظام علی خاں کے ذی اختیار ہونے کے بعد ابراہیم خاں گارڈی کو حرص دامن گیر ہوئی اور وہ راجہ وٹھل داس دیوان سے سرتابی کرنے لگا اس کا عندیہ یہ تھا کہ کاروبار ریاست میں دخیل ہو اسی بنا، پر بندگانعالی نے اس کو خدمت سے علٰحدہ کردیا جس پر اُس نے یہ کوشش کی کہ اپنی اور اپنی فوج کی تنخواہ کے مطالبہ کے ضمن میں ہنگامہ کردے لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی فتنہ یا فساد برپا کرے اس کی پُوری تنخواہ بے باق کرکے اس کو شہر بدر کردیا گیا وہ یہاں سے نکل کر اپنی فوج اور توپ خانہ کے ہمراہ بالاجی راؤ پیشوا کے پاس چلا گیا اور وہیں ملازم ہوگیا۔ دفتر پیشوا کے ایک خط کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹہ سردار ابراہیم خاں کو اپنی طرف بلانے کی کوشش ایک عرصہ سے کررہے تھے۔ جس میں ان کو صرف اس نوبت پر کامیابی ہوئی۔ ممکن ہے کہ اس کوشش میں یہ امر بھی داخل ہو کہ راجہ وٹھل داس کو ابراہیم خاں کے خلاف اکسا دیا گیا یا یہ کہ خفیہ طور پر راجہ صاحب کو اس غرض کے لئے ہموار کرلیا گیا تاکہ نظام علیخاں کی خدمت سے ابراہیم خاں کو علٰحدہ کرنے میں کوئی دقت واقع نہ ہو اور اسی خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹہ سرداروں نے ابراہیم خاں گارڈی کو اپنی طرف بلانے کے لئے اپنے پاس کے ایک جمعدار مسمی احمد خاں کو مامور کیا تھا اور اس غرض کی تکمیل کے لئے اُنھوں نے کچھ مصارف بھی برداشت کئے تھے۔

ے ڈسپاچیس آف دی پیشوا ریٹنگ ٹو دی حیاٹل آف اودگیر خط نمبر (۴)

ریاست میں پھر فرانسیسی فوج کی ملازمت

موسیٰ ناریخ جو موسی بُوسی کے زمانۂ موجودگی میں اس کی فوج کا ایک عہدہ دار تھا اِن دنوں میں بندگانعالی کے حضور میں آیا اور ایک سو فرانسیسی اور دو سو گارڈی کے ساتھ سلک ملازمت میں منسلک ہوا یہ فرانسیسی فوج کی ملازمت کا دوسرا دور ہے جو نظام علیخاں کے عہدِ حکومت میں ٹیپو سُلطان کی اخیر جنگ سے قبل ایک انگریزی معاہدہ کی بناء پر مکرر برطرف ہونے تک برابر قایم رہا اس فرانسیسی دستہ فوج کو ملازم رکھنے سے ہی ظاہر ہے کہ نظام علیخاں نے انگریزوں کے اس معاہدے (یا درخواست) کو تسلیم نہیں کیا جس کو صلابت جنگ نے کچھ عرصہ پہلے مچھلی پٹن میں کرنل فورڈ کی درخواست پر منظور و مکمل کیا تھا نظام علیخاں یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی ریاست کا اتنا وسیع علاقہ کسی شرط کے بغیر ان کے قبضہ سے نکل جائے اگرچہ اب سے بہت پیشتر ہی یہ علاقہ ریاست آصفیہ سے بصورت عطا خارج ہو چکا تھا لیکن اس کے عوض فوجی خدمات حاصل کی گئی تھیں اور اس کے اطراف کا اکثر علاقہ انھیں کے زمینداروں کے قبض و تصرف میں تھا۔ نظام علیخاں کو اگر حکومت پر ایسے زمانہ میں دسترس حاصل ہوتی جبکہ فرانسیسی اس علاقہ پر قابض تھے تو یقیناً سب سے پہلے وہ ان کو وہاں سے بیدخل کرنے کی کوشش کرتے اب انگریزوں نے اس سے بہت زیادہ علاقہ پر قابض ہونے کے علاوہ ادھر کے زمینداروں کو بھی پرچالیا تھا اور چاہتے تھے کہ اس حصۂ ارضی کے عوض نہ کوئی پیشکش سرکار نظام کو ادا کریں اور نہ کسی فوجی خدمت و امداد کا وعدہ کریں اگرچہ اس معاہدے کی درخواست میں انھوں نے یہ استدعا کی تھی کہ یہ علاقہ انھیں شرائط کے تحت ان کو دیا جائے جن کے ساتھ وہ فرانسیسیوں کو دیا گیا تھا۔ اس اختلاف کو رفع کرنے کے لئے انگریزوں کو آگے چل کر بڑی کوشش کرنی پڑی۔

اودگیر کی جنگ

شاہنواز خاں کے عہد دیوانی میں سوریا راؤ زمیندار نرمل نے سرکشی تھی اس وجہ سے انھوں نے حکمت عملی سے اس کو گرفتار کر کے قلعہ محمد نگر میں محروس کر دیا تھا۔ جس زمانہ میں نظام علیخاں حیدرآباد پہنچکر انتظامات ریاست میں مصروف ہوئے تو اس (سوریا راؤ) کو قلعہ کے پاسبانوں کی غفلت سے ایک روز موقع مل گیا اور وہ قلعہ سے نکل بھاگا۔ نرمل پہنچکر اس نے فوج فراہم کرلی خواجہ عبدالشہید خاں کو جو نظام علیخاں کی طرف سے وہاں کے حاکم تھے سُولی دیدی۔ اس کو اس جرم کی سزا دینے کے لئے بندگانعالی نے سہراب جنگ کو روانہ کیا اور اُن کی کمک کے لئے ان کے پیچھے ہی دلیر جنگ کو اپنی گارڈیوں کی فوج کے ساتھ بھیجا اور ان کے بعد سب سے آخر صلابت جنگ کے ساتھ آپ خود بھی نکلے بالکنڈہ پہنچنے پر سہراب جنگ نے سُوریا راؤ کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر قدمبوسی حاصل کی اور معذرت مافات کی درخواست جس پر اس کا قصور معاف ہوا اور اُس کو اُسی علاقہ پر پھر مامور فرمادیا۔ یہیں یہ اطلاع ملی کہ مرہٹوں نے بہادر گڈھ (قلعہ بڑھ گاؤں) وغیرہ محالات سرکار عالی پر قبضہ کرلیا ہے اور اُن کے سردار سداسیو راؤ بھاؤ نے احمد نگر کے قلعدار قوی جنگ کو جاگیر اور دولت کا لالچ دیکر اُن سے قلعۂ احمد نگر حاصل کرلیا اور اس کے بعد وہ اپنی بھاری فوج کے ساتھ اودگیر کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں پہنچکر وہ قصد رکھتے تھے کہ حیدرآباد کا رُخ لیں بندگانعالی اور صلابت جنگ نے یہ ارادہ کیا کہ وہیں (بالکنڈہ) سے مرہٹوں کی مدافعت کے لئے متوجہ ہوں چنانچہ سُوریا راؤ زمیندار کو اس کی فوج کے ساتھ اپنے ہمراہ لیا اور قلعۂ اودگیر کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچنے کے بعد ۲۵ جمادی الاول ۱۱۷۳ھ م ۱۵۔ جنوری ۱۷۶۰ء[1] کو مرہٹہ فوج نمودار ہوئی۔ صاحب حدیقۃ العالم کا اعتبار کیا جائے تو نظام علیخاں کے

[1] خطوط دفتر پیشوا مطبوعہ گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی۔

اودگیر پہنچنے کی تاریخ ۲۲۔ جمادی الاوّل ہے توزکِ آصفیہ نے ۲۵۔ جمادی الاول بتائی ہے قیاس یہ ہوتا ہے کہ وہاں وہ ۲۲۔ جمادی الاوّل کو پہنچے اور ۲۵۔ جمادی الاول کو مرہٹہ فوج مقابل ہوئی۔

سرکارعالی کا ایک قلعہ موسُوم بہ قلعۂ اوسہ اودگیر کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور دوسرا قلعۂ دھارور شمال مغرب میں جہاں علاقہ سرکارعالی کے سردار اپنی اپنی فوج کے ساتھ بندگانعالی کی فوج سے آملنے کے لئے جمع تھے لیکن مرہٹوں کے حائل ہونے کے باعث وہ ان کی طرف بڑھ نہیں سکتے تھے نظام علیخاں اگر کسی صوُرت سے اپنے ان سرداروں سے ملحق ہوکر احمد نگر کی طرف بڑھتے اور اس پر قبضہ کرکے پونہ کی طرف کوچ کرتے تو اُن امُور کی خاطر جو شمالی ہند میں مرہٹوں کے خلاف پیدا ہو رہے تھے ان کو نظام علی خاں کی حسب خواہش شرائط پر صلح کرتے بنتی اس واسطے کہ ان کی فوج زیادہ عرصہ تک دکن میں نہیں ٹھیر سکتی تھی کہ بعض مغلیہ سرداروں کی تحریک کی بنا پر ہندوستان میں احمد شاہ ابدالی کی سرکردگی میں مرہٹوں پر ایک زبردست حملہ کی تیاریاں ہورہی تھیں اسی امر کو مدنظر رکھ کر نظام علیخاں نے حکم دیا کہ اودگیر کے حصار سے کوچ کرکے جس طرح بھی ہوسکے تمام فوج دھارور پہنچ جائے جب ان کی فوج اودگیر سے آگے بڑھی تو مرہٹہ فوج نے باقاعدہ مزاحمت شروع کی۔ اس کا نقشہ جنگ کے خاکہ سے ظاہر ہوگا جس میں ہر ایک حصّہ فوج کا قیام اور تینوں قلعوں (اودگیر، اوسہ، دھارور) کے مقام وقوع بتائے گئے ہیں اس موقع پر غنیم کی جملہ فوج ساٹھ ہزار سوار پر مشتمل تھی اور نظام علیخاں کی فوج کلھم سات ہزار تھی باوجود اس قلت کے بندگانعالی نے اپنے توپخانہ کو بازووں پر رکھ کر مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا حکم دیا مرہٹوں کی فوج میں سب سے زیادہ کام ابراہیم خاں گارڈی کے توپ خانہ نے کیا جس کے مقابلے میں تیغ جنگ اور سہراب جنگ نے جوانمردی اور بہادری کے بڑے جوہر دکھائے اور ابراہیم خاں کی

نقشہ جنگ اودگیر

سنہ ۱۱۷۳ہجری م سنہ ۱۷۶۰ء
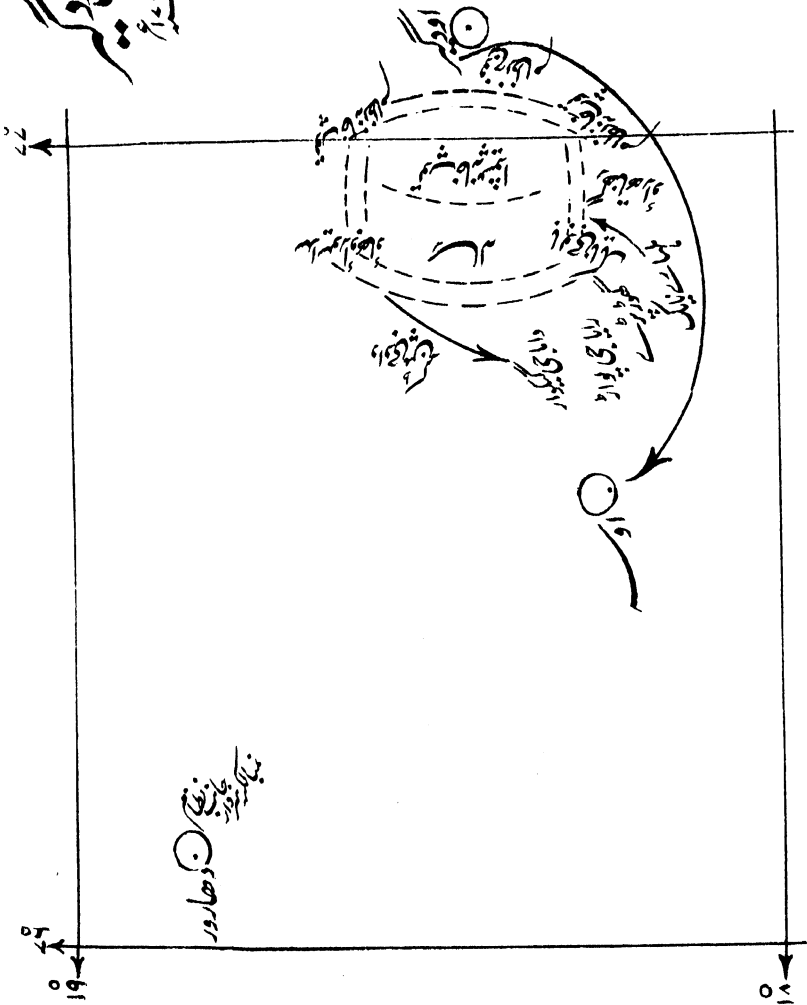
فوج کے گیارہ نشان حاصل کئے بہر حال اسی طرح لڑتے بھڑتے مرہٹہ فوج پیچھے ہٹتی چلی اور نظام علیخاں کی فوج آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ قلعۂ اوسہ پہنچ گئی اس قلعہ میں کچھ سامان رکھ کر اور سامان فراہم کرکے بندگانعالی نے دھارُور کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ اب مرہٹوں نے یہ دیکھا کہ اگر نظام علیخاں کی فوج دھارُور کی فوج سے ملحق ہوجائے تو اُن کی قوت بہت بڑھ جائیگی اس رفتار جنگ سے پیشوا بھی متاثر ہوئے اور انھوں نے اپنے عزیز و قریب عہدہ داروں کو جمع کرکے کہا کہ اس طرز جنگ سے توقع نہیں ہے کہ نظام علیخاں یا صلابت جنگ پر کامیابی ہو اس واسطے کہ وہ جنگ کرتے ہوئے برابر بڑھ رہے ہیں اور اب ان کا رخ پُونہ کی سمت میں ہے ہم ان کے پیچھے پیچھے کہاں تک پھریں ہم کو ہندوستان کی طرف متوجہ ہونا ہے پیشوا کا بھائی سدا سیوراؤ بھاؤ اس کا مختار کل تھا اور یہ مہم اسی کی سرکردگی میں تھی اس نے اس پر یہ رائے ظاہر کی کہ ریاست آصفیہ سے صلح کرکے کچھ حصۂ ملک حاصل کرلیں اور پھر یہیں سے شمال کی طرف متوجہ ہوں۔ صاحب توزک آصفیہ لکھتا ہے کہ قلعۂ اوسہ سے نکلنے کے روز مرہٹوں کا وکیل صلابت جنگ کے ہاتھی کے آگے آکر صلح کا مُستدعی ہوا انھوں نے اس کے تضرع والحاح پر ملتفت ہوکر صلح پر رضامندی ظاہر کی۔ لیکن نظام علیخاں نے مرہٹوں کی اس درخواست پر کہ کوئی حصۂ ملک ان کو دیکر صلح کی جائے فرمایا کہ

"ہم اُن قلعوں کے حصُول کے لئے آئے ہیں جو مرہٹہ سرداروں نے غصب کرلئے نہ کہ مدارات جاگیر کی غرض سے......"

اِس دَوران میں یہ اطلاع ملی کہ مرہٹوں کی فوج دھارُور کے راستہ پر ایک ٹیلے کے پائین میں

سلہ توزک آصفیہ صفحہ ۱۰۵ ـ

چپ چاپ اُتر آئی ہے تاکہ اگر صلح پر تصفیہ نہ ہو تو حملہ کر دیا جائے لیکن نظام علیخاں نے صلح سے اعراض کیا اور شارع عام کو ترک کر کے علیحدہ راستہ اختیار کرنے کے عوض راست اس ٹیلے پر پہنچ گئے جہاں مرہٹہ فوج جمع تھی۔ ابراہیم خان نے اپنی توپوں سے آگے بڑھنے کا راستہ رُوک لیا اور تمام مرہٹہ فوج نے ہند گانعالی کی فوج کو گھیر لیا۔ لیکن خود بدولت اپنی فوج کے ساتھ کمال جسارت سے زدو بُرد کرتے ہوئے ایک مقام پر جہاں آب و دانہ کافی میسر آسکتا تھا پہنچ گئے اور اب بھی ارادہ یہی تھا کہ قلعہ دھارُر پہنچ جائیں اور وہاں سے پونہ کا ارادہ کریں آخر[1] ۱۵۔ جمادی الثانی کو وہاں سے نکل کر پرگنہ آنبہ جوگائی کے موضع ٹانڈوچہ کو پہنچے۔ یہاں بسنت رائے پیشکار کا باربرداری کا ایک اونٹ گر گیا اس کے ساتھ ہی فوج چنداول کے سردار محمد معین خاں شوکت جنگ اپنی فوج لیکر رک گئے کہ گرا ہوا سامان اٹھالیں اور اونٹ پر پھر لدوا کر بڑھیں۔ اس عرصہ میں قلب فوج آگے نکل گئی۔ مرہٹہ فوج نے اس موقع سے فائدہ اٹھاکر اس چنداول فوج کو گھیر لیا اور ایک ایک کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ شوکت جنگ شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ بسنت رائے بھی کام آئے اور دوسرے سردار اور فوج کے بہت سارے سپاہی قتل ہو گئے مرہٹوں کے بھی تقریبًا ایک ہزار سپاہی مارے گئے فوج چنداول سے فارغ ہو کر مرہٹے قلب فوج کی طرف متوجہ ہوئے جو اپنی چنداول کی مدد کے لئے اپنا رُخ پھیر چکی تھی۔ اِسی قلب فوج میں نظام علیخاں بھی تھے وہ تیروں سے بہ نفس نفیس مدافعت میں حصہ لینے لگے یہاں تک کہ ان کے خاصے کے ہاتھی اور مرہٹہ فوج کے درمیان بہت تھوڑا فاصلہ رہ گیا اسی دوران میں منجانب اللہ اتفاق یہ پیش آیا کہ ہمراہی کے بنجارو کے

---

[1] صاحب توزک آصفیہ نے اس واقعہ کی تاریخ ۱۵۔ جمادی الثانی سنہ ۱۱۷۳ھ بتائی ہے اور صاحب تاریخ ظفرہ ۱۶۔ جمادی الاول سنہ ۱۱۷۳ ہجری اور پیشوا کے دفتر کے کاغذات کی رُو سے اس کی تاریخ ۳؍ فبروری سنہ ۱۷۶۰ع ثابت ہوتی ہے جو صاحب توزک آصفیہ کی تاریخ سے بالکل مطابقت رکھتی ہے اسی لئے ہم نے اس مورخ کے قول کو ترجیح دی ہے ۱۲

ہزار ہا بیل حائل آگئے اور دست بدست جنگ کی نوبت نہ آئی دُور دُور ہی سے مقابلہ ہوتا رہا آخر شام کے قریب جنگ رُکی اور مرہٹے سرکار عالی کی فوج کو محاصرہ کئے ہوئے ٹھیر گئے بندگانعالی صبح کو ابھی لاشوں کے اٹھانے اور دفن کرنے اور زخمیوں کے مرہم پٹی علاج معالجے کے احکام دینے میں مصروف تھے کہ مرہٹہ فوج پھر نمودار ہوئی اس موقع پر صلابت جنگ جنگ سے بیدل ہو چکے تھے کہ ان کی فوج کا ایک معتدبہ حصّہ کام آگیا تھا اس لئے انھوں نے صلح کر لینے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن نظام علیخاں کا خیال تھا کہ صلح نہ کیجائے کہ شرائط فریق مقابل کے مَن مانے قبول کرنے پڑینگے اور چاہتے یہ تھے کہ کسی طرح دھارور پہنچکر وہاں کی تازہ دم فوج سے ملحق ہو جائیں اور پھر مرہٹوں سے اچھی طرح مقابلہ کریں لیکن یہ رائے صلابت جنگ کے ذہن نشین نہوی انھوں نے یہی خیال کیا کہ کل اتنی فوج کٹ گئی اور آج خدا جانے کتنی اور کٹ جائیگی اور ممکن ہے کہ اس موقع پر بعض امراء نے صلابت جنگ کے خیال کی تائید یا صلح کے لئے اُن سے تحریک بھی کی ہو جیسا کہ صاحب تو زکِ آصفیہ[1] کا بیان ہے یا یہ کہ خود صلابت جنگ اس خیال سے اس کو مناسب سمجھتے ہوں کہ اب معاملات ریاست میں نظام علیخاں کے غلبہ پا جانے کی وجہ سے ان کو ریاست سے مایوسی ہو گئی تھی اور قبل اس کے کہ زمام سلطنت علانیہ طور پر نظام علیخاں اپنے ہاتھ میں لے لیں وہ یہ چاہتے ہوں کہ ایک طرف تو مرہٹوں سے صلح کر کے اپنی آئندہ صلاح و فلاح کی خاطر ان کے دل میں جائے پیدا کریں اور دوسرے طرف صلح کے بہانے میں ریاست کا ایک معقول حصّہ ممالک محروسہ سے منتزع کر کے نظام علیخاں کی آئندہ حکومت کے لئے ایک محدود و مختصر خطّہ چھوڑ دیں۔ بہرحال خیال جو کچھ بھی ہو۔ صلابت جنگ نے بلا لحاظ رائے بندگانعالی حیدر یار خاں شیر جنگ کو متصدّیوں کے ساتھ

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۱۲۔

صلح کی غرض سے مرہٹوں کے لشکر میں بھیجا جس پر انھوں نے حسب دلخواہ شرائط پیش کئے جن کی رو سے قلعۂ آسیر و قلعہ دولت آباد و برہان پور و خاندیس مع معاملات محاصلی ساٹھ لاکھ روپے علاقہ سرکار عالی سے خارج ہوگئے اِس صلح کی نسبت مورخین میں اختلاف ہے چنانچہ صاحب مآثر آصفی[1] کہتا ہے کہ یہ صلح راجہ پرتاب ونت کے ذریعہ طے پائی صاحب توزک آصفیہ[2] کہتا ہے کہ اس صلح کی تکمیل سہراب جنگ اور راجہ پرتاب ونت کے ذریعہ ہوی ۔ صاحب حدیقۃ العالم[3] توزک آصفیہ کا ہمزبان ہے اگر ہم اس امر کو تسلیم کریں کہ یہ صلح نظام علیخاں کے منشاء کے خلاف ہوی ہے تو مآثر آصفی اور توزک آصفیہ کا قول ماننے کے قابل نہیں معلوم ہوتا اس واسطے کہ سہراب جنگ اور راجہ پرتاب ونت نظام علیخاں کے ہواخواہوں میں تھے اور ان کے خلاف مرضی ذرا سا کام بھی نہیں کرتے تھے ایسی صورت میں ممکن نہیں ہے کہ وہ نظام علیخاں کے منشاء کے خلاف صلابت جنگ کے منشاء پر کاربند ہوے ہوں اگر ہم مآثر آصفی کے قول کو تسلیم کریں تو ہم اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ نظام علیخاں اس صلح سے متفق نہیں تھے ممکن ہے کہ نظام علیخاں نے مصلحتہً اس صلح سے بظاہر انحراف کیا ہوا اور باطناً بہ اعتبار ضرورت اس پر متفق ہوں اور تکمیل شرائط صلح کے لئے صلابت جنگ کی صوابدید سے نیر جنگ مامور ہوے ہوں ۔ اور صاحب تاریخ ظفرہ[4] کے بیان سے تقریباً یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں ۔

"نواب صلابت جنگ از ملاحظۂ حال فوج چند اولی اندیشیدہ برخلاف رائے بندگان حضرت کہ اصلا راغب بہ صلح نبود خود بخود حرف صلح بمیان آوردہ نیر الملک حیدر یار خاں بہادر نیر جنگ دیوان دکن را مع متصدیان در لشکر مقہور فرستادہ خاطر خواہ آنہا اسناد قلعۂ آسیر

---

[1] مآثر آصفی ورق ۲۰ [2] توزک آصفیہ صفحہ ۱۱۲ [3] حدیقۃ العالم مقالۂ ثانی صفحہ ۲۵۰ [4] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۴۰

قلعۂ دولت آباد و برہان پور مع محالات شصت لک روپیہ درست کردہ دادہ معاودت فرمودند۔"

بہر حال اس صلح کی رو سے جو حصۂ ملک کہ ممالک محروسۂ سرکار عالی سے خارج ہوگیا اس کے حاصل کرنے کی مرہٹہ سرداروں کو ایک عرصہ سے تمنا تھی۔ یہ صلح جس وقت ہوی ہے اس وقت مرہٹوں کو شمالی ہند میں احمد شاہ ابدالی کی طرف سے بڑا خطرہ تھا اور جملہ مرہٹہ قوت کا وہاں مجتمع ہونا لازم تھا۔ اگر اس موقع پر صلابت جنگ کچھ ہی تحمل و سکوت یا تساہل و تکاسل سے کام لیتے تو یقین تھا کہ مرہٹے خود اپنے آپ درخواست صلح پیش کرتے اور اس نوبت پر ان کو حسب دلخواہ شرائط کے منظور کرنے پر مجبور کر سکتے تھے۔ اس صلح کے بعد ہی بھاؤ راؤ اور وسواس راؤ کی سرکردگی میں مرہٹہ فوج شمال کی طرف روانہ ہوئی۔

نظام علی خاں کی علحدگی خدمت وکالت اور صلابت جنگ سے شکر رنجی۔

اس جنگ کے بعد نظام علی خاں کو سرکاران شمالی کے انتظام کے لئے جانا تھا کہ وہاں کے زمیندار ریاست آصفیہ سے کنارہ کش ہوکر انگریزی کمپنی کی حمایت میں آگئے تھے اور انگریزی عہدہ دار یہ باور کرتے تھے کہ وہ اس خطۂ ملک پر بذریعۂ معاہدہ قابض ہیں اور اس قبضہ کی بابت ریاست آصفیہ کی کوئی بالادستی اُن پر نہیں ہے۔ اُن زمینداروں اور انگریزی عہدہ داروں کی اصلاح کے لئے وہ اُدھر روانہ ہوے اور صلابت جنگ حیدر آباد آگئے جہاں انھوں نے مبارز خاں شہید کے بیٹے حامد اللہ خاں مبارز الملک کو وکالت مطلق کی خدمت سے سرفراز کیا وہ خود ملکی و مالی امور سے عہدہ بر آ نہیں ہو سکتے تھے اس لئے دراصل راجہ رتن چند عرف کالکا داس اور حیدر یار خاں شیر جنگ ہی ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ نظام علی خاں راجمندری پہنچے تھے اور ابھی وہاں

حسب دلخواہ انتظامات ہونے نہیں پائے تھے کہ ان کو یہ اطلاع ملی کہ وکالت مطلق کی خدمت جسے وہ خود
اتبک انجام دیرہے تھے مبارزالملک کے سپرد کردی گئی اس سے متاثر ہوکر وہ وہیں سے حیدرآباد
واپس ہوے یہاں آکر گوشہ محل کے میدان میں فروکش ہوے صلابت جنگ کی تلون مزاجی سے برگشتہ خاطر
ہوکر اُن سے یہ کہا کہ " اراکین دولت آپ کے اور میرے مابین مخالفت کی بناء ڈالنا چاہتے ہیں میں چاہتا
ہوں کہ اِن گندم نما جو فروشوں کی تادیب کرکے انتظام ریاست کو درست کروں لیکن آپ کی سہل انگاری
سے یہ ممکن نہ ہوا اور میں نے خود آپ کے پاس خاطر سے اس میں تامل کیا یہ مہر نیابت جو چندے میرے
پاس امانت تھی میں اس کو واپس کردیتا ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے صلابت جنگ نے
آئیں بائیں شائیں کرکے ٹال دیا رتن چند کو البتہ علیٰحدہ کرکے نظر بند کردیا اور نظام علیخاں کو موسم باراں
ایلگندل میں گزارنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اِسی اثناء میں انھوں نے بسالت جنگ کو ادھونی
سے طلب کیا وہ بلدہ آئے اور انتظام ریاست میں دخیل ہوے اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے
اپنے سب سے چھوٹے بھائی مغل علیخاں ناصرالملک کو نانڈیڑ کی صوبہ داری سے ممتاز فرمایا موسمِ باراں کے
ختم ہونے پر یہ خبر ملی کہ بالاجی راؤ کے بھائی رگھناتھ راؤ نے علاقہ سرکار عالی میں لوٹ مار مچادی ہے
اور علاقۂ میدک تک در آیا ہے اس کے مقابلے کے لئے حیدرآباد سے صلابت جنگ اور بسالت جنگ
نکلے اور ادھر سے نظام علیخاں متوجہ ہوے ناصرالملک نے اپنے علاقۂ نانڈیڑ کو جاتے ہوے نواح میدک
میں نظام علیخاں سے ملاقات کی اور ان کے ایماء سے وہ بھی اس مُہم میں شریک ہوے اور جس روز
لڑائی ہونے والی تھی اسی شب رگھناتھ راؤ کو یہ اطلاع ملی کہ مرہٹوں کو ہندوستان میں شکست فاحش
ہوی اور تقریباً ساری مرہٹہ فوج جنگ میں کام آگئی اس اطلاع پر اُس نے صلح کی درخواست کی۔

بندگانعالی نے اس بناپر درخواست قبول کی کہ بھائیوں میں اس موقع پر سوء فہمی ہوگئی تھی جن کا باہمی تصفیہ جنگ سے پہلے ضروری تھا صلح کے شرائط معلوم نہیں ہوسکے۔ اس مہم سے ابھی پوری طرح فراغت نہیں ہوئی تھی کہ مخبرین نے یہ خبر دی کہ بیدر کے قلعدار مقتدا خان نے بغاوت کردی ہے اس لئے بندگانعالی اس کی تنبیہ کے لئے متوجہ ہوئے قلعہ کا محاصرہ کیا تھوڑے ہی عرصہ میں وہ گرفتار کرلیا گیا قلعہ پر قبضہ حاصل کرکے بندگانعالی نے سیادت خاں کو خدمت قلعداری پر مامور کیا اور بلدۂ حیدرآباد آکر گوشہ محل کے میدان میں قیام فرمایا اور صلابت جنگ حیدرآباد کی نظامت پر بہادر دل خاں کو مقرر کرکے جنوب میں اناگندی کو روانہ ہوئے ناظم مذکور نے بندگانعالی کی قدم بوسی حاصل کرکے نذر گزرانی۔ نظام علیخاں تمام ماہِ صیام یہیں مقیم رہے اور نماز عید کے لئے بلدے میں سے ہوکر عیدگاہ کو روانہ ہوئے بعد ادائے نماز عیدگاہ کے میدان میں خیمہ زن ہوئے اب یہ اطلاع ملی کہ صلابت جنگ گلبرگہ کی سمت روانہ ہورہے ہیں باہمی مفاہمت و تصفیہ قلب کے لئے نظام علیخاں نے مناسب یہ خیال کیا کہ گلبرگہ ہی میں صلابت جنگ سے ملاقات کریں اور ادھر روانہ ہوئے وہاں پہنچکر صلابت جنگ سے ملاقات کی اس کے بعد ہی بسالت جنگ ادھونی چلے گئے اور شیر جنگ مستعفی ہوکر پونہ کو نکل گئے۔ اس کے بعد باقاعدہ طور پر صلابت جنگ اور نظام علیخاں کے مابین حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں عہد و پیمان ہوئے کہ صلابت جنگ اُن کے خلاف منشاء کوئی کام نکریں گے اور نہ نظام علیخاں ان کی صلاح دولت کے خلاف کچھ کریں گے اس کے بعد یہ طے پایا کہ اگلا موسم باراں بیدر میں گزاریں اور گلبرگہ سے نکل کر راستے میں سیر و شکار کرتے ہوئے بیدر پہنچے۔ شیر جنگ کے پونہ چلے جانے کی وجہ سے خدمت دیوانی تقرر طلب تھی یہاں

اس خدمت پر شاہنواز خاں کے بیٹے صمصام الملک عبدالحی خاں کو مامور کیا۔

اس اثناء میں بالاجی راؤ پیشوا کا انتقال (۱۹۔ ذیقعدہ ۱۱۷۴ھ م ۲۳۔ مئی ۱۷۶۱ء روز سہ شنبہ) ہوگیا اور ان کی جگہ ان کا کمسن لڑکا مادھو راؤ گدی پر بیٹھا اس کا چچا رگھناتھ راؤ اس کا ولی مقرر ہوا اس نے سامان جنگ تیار کرکے ریاست آصفیہ پر حملہ کا قصد کیا جس کی اطلاع پر بندگانعالی بھی تیار ہوئے آگے بڑھے اور قلعۂ دھارور پہنچے یہاں یہ پرچہ لگا کہ اس نے اورنگ آباد کا محاصرہ کرلیا اور اس کی فوج نے اطراف میں حسب عادت لوٹ مار مچادی ہے وہاں کے صوبہ دار درگاہ قلیخاں مؤتمن الملک نے شہر کی خاطر خواہ حفاظت کی ہے نظام علیخاں دھارور سے آگے بڑھے اور رگھناتھ راؤ شہر کے محاصرہ کو چھوڑ کر ان کی طرف پلٹا۔ جب نظام علیخاں کی فوج آگے بڑھنے لگی تو وہ پھر اورنگ آباد سے قریب ہونے لگا تاکہ قلعۂ دولت آباد میں پناہ گزیں ہوکر خوب مقابلہ کرے بندگانعالی اس کے پیچھے ہی اورنگ آباد پہنچ گئے اور سامان رسد فراہم کیا قلعۂ دولت آباد کا انتظام بھی کیا اور زائد از ضرورت سامان شہر میں چھوڑ کر ۲۳۔ ربیع الاول کو وہاں سے واپس ہوئے اور روزانہ لڑتے بھڑتے برابر قصبہ ٹوکہ تک چلے گئے اور وہاں سے احمد نگر کی سمت اختیار کی کہ وہ مرہٹوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا چارکنڈ پہنچنے پر معرکہ کارزار نہایت گرم ہوا۔ مرہٹوں کا توپ خانہ ایک پشتہ پر سے آتشباری کرنے لگا اس پر نظام علیخاں نے راجہ پرتاب ونت اور سیف الدولہ کو ادھر مقابلہ کا حکم کیا اور دوسری طرف جانوجی نمبالکر کو حملہ کے لئے کہا دو طرف سے حملہ ہونے لگا۔ دوپہر رات تک میدان جنگ میں کشت و خون ہوتا رہا آخر مرہٹوں نے تاب مقاومت نہ لاکر راہِ فرار اختیار کی اس کے بعد بندگانعالی کی فوج احمد نگر کے قریب پہنچی تو یہاں رگھناتھ راؤ نے خود اپنی فوج کو جمع کرکے جانب چپ کہ اودھر راجہ

ونایک داس اپنے رسالہ کے ساتھ قایم تھے آگرا اگر عین وقت پر سُلطانجی نمبالکر اور مراد خان اس کی مدد پر نہ پہنچتے تو ممکن تھا کہ اس کے قدم اکھڑ جاتے اِسی طرح زد و بُرد کرتے ہوے جب بندگانعالی کی فوج نواح ترک آباد میں پہنچی تو یہاں مرہٹوں نے بڑا ہی جان توڑ مقابلہ کیا بندگانعالی صلابت جنگ کو ایک محفوظ مقام پر چھوڑ کر خود آگے بڑھے اور مرہٹوں کو بھگاتے ہوے ان کے تعاقب میں پانچ کوس تک آگے نکل گئے اور آدھی رات کے قریب اپنی قیام گاہ پر واپس ہوے صُبح میں پھر ان کے تعاقب میں آگے بڑھے اور گھوڑندی پر مقام کیا اس کے دوسرے کنارے سے مرہٹہ فوج نے گولندازی شروع کی اس کے عبُور کے وقت بھی مرہٹوں نے متفقہ طور پر بڑی مزاحمت کی لیکن ان کو کامیابی نہ ہوی اسی طرح بڑھتے بڑھتے جب پونہ کے قریب پہنچ گئے تو راجہ چندرسین کے بیٹے رامچندر کے اغوا سے ناصرالملک مغل علی خاں ۲۷۔جمادی الاول کو اپنی ہمراہی فوج کے ساتھ رات میں نکل کر مرہٹوں سے جا ملے۔ یہ اطلاع پاکر صلابت جنگ بھی اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ نظام علیخاں کا ساتھ چھوڑ کر تن تنہا پیشوا سے مل جائیں۔ صبح کو بندگانعالی نے تمام فوج کے سرداروں کو جمع کر کے فرمایا کہ

"اس دنیائے دوروزہ میں آدمی کو بُرا نام صفحۂ روزگار پر چھوڑنا انسانیت و مردانگی سے بعید ہے جو شخص کہ زندگی سے سیر ہوا اور جوہر جوانمردی سے آراستہ ہو حق رفاقت ادا کرے ورنہ با اذن رخصت حاضر ہے جدھر جی چاہے چلا جائے۔

کوئی امر مانع و مزاحم نہیں ہے"۔

جانوجی اور سلطان جی نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ

"ہم نے ابتداء ریاست سے آج کے دن تک جان نثاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا ہے اور لوازم اطاعت وعقیدت سے سرتابی نہیں کی ہے۔ رامچندر نے
اپنے بزرگوں کے نام پر کلنک لگایا ہے ہم سر مو اطاعت سے گردن نہ موڑینگے۔"

اس عہد و پیمان کے بعد دوسرے روز خود بدولت شریک معرکہ ہوئے جس سے لشکر میں تازہ رُوح پیدا ہو گئی اس سے متوحش ہو کر رگھناتھ راؤ نے یہ خیال کیا کہ کہیں ایسا نہو کہ بندگانعالی کو غلبہ ہو اور پونہ جو وہاں سے دس ہی کوس پر تھا تباہ و تاراج ہو جائے۔ اسی بناء پر اس نے صلح کی درخواست کی۔ جانوجی اور سلطان جی ہی کے ذریعہ شرائط صُلح طے ہوئے اور ستائیس لاکھ روپئے صوبہ خجستہ بنیاد اور صُوبہ بیدر سے بندگانعالی کی نذر کئے اور اسی پر صلح ہوئی صاحب توزک آصفیہ تعجب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صُلح عین اسی تاریخ طے پائی ہے جس تاریخ کہ گذشتہ سال احمد شاہ ابدالی کو پانی پت میں فتح ہوی تھی۔ اس صُلح کے بعد بندگانعالی رامچندر کے تعلقہ پنج محال کی طرف روانہ ہوئے کہ مغلعلیخاں کو اغوا کرنے اور عین جنگ میں مرہٹوں کے طرف منتقل ہونے سے اس کو تدارک و تنبیہ کرنے کی ضرورت تھی لیکن اس کے متعلق کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی کہ وہاں کیا واقعات پیش آئے بہر حال عرصہ قلیل میں وہاں سے فارغ ہوئے اور بیدر کو مراجعت عمل میں آئی۔ یوں تو اس سے پیشتر بھی بندگانعالی کو صلابت جنگ کی تلون اور سُوء مزاجی کے تجربے بہت ہوئے تھے لیکن اس جنگ میں تو بہت زیادہ تلخ تجربے ہوئے اور ہمیشہ اس امر سے نظام علیخاں کو خبردار رہنا پڑا کہ کہیں صلابت جنگ مرہٹوں سے نہ مل جائیں یا یہ کہ کہیں وہ اپنے منصوبوں کو توڑنے کے لئے کوئی سہل انگاری نہ کریں اس موقع پر اور اس سے پہلے بھی صلابت جنگ کے ایسے بہت سے خطوط دست یاب ہوئے تھے جن میں کوئی نہ کوئی کارروائی نظام علیخاں کے خلاف پائی جاتی تھی اب درگذر کی کوئی حد اور خبرداری کی انتہا نہیں

دربار نواب نظام علی خان بہادر آصفجاہ ثانی
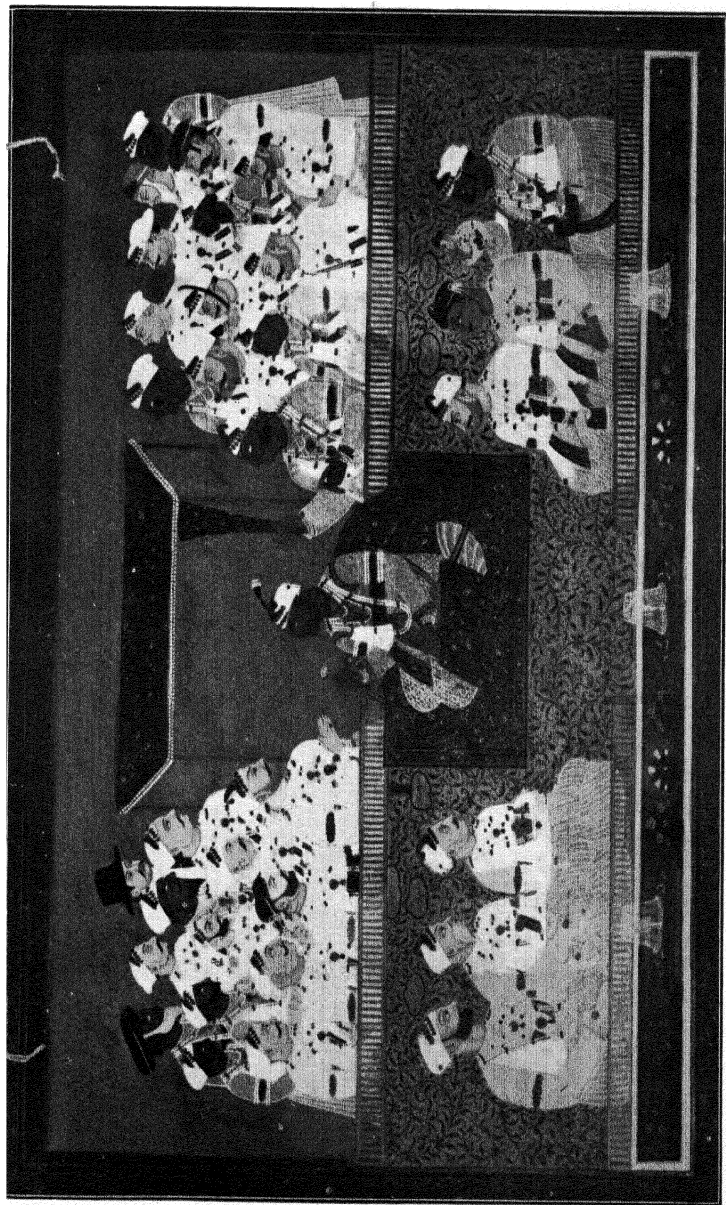
By Courtesy "Pictorial Hyderabad"

رہی تھی اسی اختلاف اور سوء مزاجی سے ملک میں تقریباً ہر طرف فتنہ و فساد کے آثار پیدا ہوگئے تھے اور عامۂ رعایا نئے نئے ہنگاموں اور خطروں میں گرفتار تھی۔ اس بناء پر انھوں (بسالت جنگ) نے ایک روز دربار منعقد کیا اور امراء سے مشورہ کیا کہ

"میں تو قیام امن اور رفع پریشانی کی کوشش کر رہا ہوں اور برادر نامہربان میرے خلاف سلوک کر رہے ہیں ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے کہ عوام کی پریشانی رفع ہو۔"

اس پر سبھوں نے متفق اللفظ ہو کر کہا کہ

"در نوبت خانۂ دنیا ہر کس نوبت بنوبت کوس مراد می زند تا یوم ینفخ فی الصور تقسیر ایالت و کامگاری ہر یک مرتبہ بمرتبہ می دہد........"

"بہر حال صلاح دولت آصفیہ کا مقتضا یہ ہے کہ صلابت جنگ کاروبار ریاست سے چندے کنارہ کش ہی رہیں اور جب معاملات ریاست سلجھ جائیں تو پھر حکومت پر متمکن ہوں۔"

اسی مشورے کی بناء پر قلعۂ بیدر میں ۱۴۔ ذیحجہ ۱۱۷۵ھ م ۔ جولائی ۱۷۶۲ء کو انھیں نظر بند کر دیا اور امور سلطنت کا بار نظام علیخاں نے اپنی ذات پر لیا۔

انزوائے صلابت جنگ اور نظام علیخاں پر ریاست کے منتقل ہونے کے مسئلہ میں بعض مورخین میں جو اختلاف ہے اس کا اظہار صاحب "آصف جاہ ثانی" نے معقول طریقہ سے کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

"حدیقۃ العالم[1] مقالہ ثانی صفحہ ۲۶۶ میں میر عالم نے حسب ذیل عبارت لکھی ہے:۔

بعد استقرار صلح معاودت بہ بیدر نمودہ درہمیں سال صوبہ داری دکن از پیشگاہ خلافت بنام او عز صدور یافت بنا برآں برادر را منزوی ساختہ خود رتق و فتق مہمات ریاست گردید"

یہ عبارت بجنسہ مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۷۰ پر موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ مآثر الامرا کے مولف صمصام الدولہ سے میر عالم نے یہ عبارت نقل کی ہے اور اپنی اس تحریر کے ثبوت میں صاحب خزانہ عامرہ کا حوالہ دیا ہے ..... تعجب ہے کہ وہی میر عالم اپنی کتاب حدیقۃ العالم مقالہ ثانی کے صفحہ ۲۶۵ پر لکھتے ہیں:"

"آغاز موسم برشکال چہاردہم ذی الحجہ سنہ خمس وسبعین ومائۃ والف بہ ارادۂ چھاؤنی با امیر الممالک داخل قلعۂ بیدر شد وہماں روز امیر الممالک را کہ بگفتۂ مغویان مصدر حرکاتے کہ موجب اختلال در امر ریاست باشد می گردید و ازیں جہت از ہر سو در ہر وقت آتش فتنہ بلند می شد و نواب آصفجاہ در اطفائے آں می کوشید بصوابدید ارکان دولت کہ چندے آصف الدولہ را درگوشہ انزوا ہم جلیس راحت ساختن مناسب وقت ست در قلعۂ مذکور منزوی گردانید........"

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ مآثر الامراء کے مصنف صمصام الدولہ شہید ہو چکے تھے اس کی تصنیف میں واقعات مابعد کی تکمیل (۱۱۸۲ھ میں) ان کے بیٹے نے کی ہے اس زمانہ کے صحیح صحیح واقعات مآثر الامراء، خزانۂ عامرہ، مآثر آصفی اور تاریخ ظفرہ ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں کہ واقعے

[1] آصف جاہ ثانی صفحہ ۲۵ حاشیہ۔

قریب ترین عرصہ میں مرتب ہوئی ہیں اور اُن کے مرتب و مؤلف تقریباً ان واقعات میں شریک بھی رہے ہیں۔ اس زمانے کی جنگ میں اگرچہ شاہ تجلی علیؒ صاحب توزک آصفیہ بھی اپنے ماموں کے ہمراہ شریک جنگ تھے لیکن وہ ان کی کم سنی کا زمانہ تھا اور اس کے علاوہ وہ کوئی ممتاز لوگوں میں بھی نہیں تھے اس لئے ہم نہ توزک آصفیہ کو مورخین مسبُوق الذکر پر ترجیح دے سکتے ہیں اور نہ صاحب حدیقۃ العالم کو جو اکثر صاحب توزک آصفیہ کا خوشہ چیں ہے مآثر الامرا اور خزانۂ عامرہ اس امر میں متفق اللفظ ہیں کہ فرمان شاہی کی بناء پر نظام علیخاں نے مہام ریاست اپنے ہاتھ میں لئے اور تاریخ ظفرہ کا بیان یہ ہے کہ:-

"بندگان حضرت از تلون مزاجی صلابت جنگ بہ تنگ آمدہ لاچار نظر بند کردہ در قلعۂ محمدآباد گذاشتند و جمیع کارخانجات و عملہ و فعلہ دکن را بخود متعلق فرمودہ انتظام بخش مہمات شدند۔"[1]

لیکن ہم اس کو مختلف البیانی نہیں تصور کرسکتے اس واسطے کہ صلابت جنگ کے انزوا کے بعد نظام علیخاں کا مہام ریاست پر متصرف ہونا تینوں مورخین کو تسلیم ہے فرق صرف یہ ہے کہ مورخ موخر الذکر نے فرمان شاہی کا ذکر نہیں کیا ہے جس کی وجہ وہی ہو سکتی ہے جو صاحب "آصف جاہ ثانی" نے بتائی ہے یعنے یہ کہ اس زمانہ میں فرمان کی اہمیت محض رسمی رہ گئی تھی، مورخین کے اس اختلاف یا فرو گذاشت کے مطالعہ اور بعض دستاویزات کے معائنہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نظام علیخاں بیدر پہنچتے ہی صلابت جنگ کو نظربند کرکے مسند ریاست پر آپ متمکن ہوے اور دربار شاہی میں اُن واقعات کا اظہار حسب رسم مقررہ و عادات مستمرہ کیا

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۴۰۔

جس کی بناء پر شہنشاہ سلطنت مغلیہ نے محض رسمی طور پر اپنے فرمان کے ذریعہ ان کے عمل کی توثیق کردی ہمارے اس خیال کی تائید خزانۂ عامرہ کے اس بیان سے ہوتی ہے۔

"نواب آصف جاہ ثانی بعد ازآں کہ قلعۂ بیدر را دائرۂ مرکزِ نزول خود ساخت فرمان شاہِ عالم عالی گہر راکہ بنام او مشتمل بر تفویض صوبہ داری دکن از تغیر امیر الممالک صادر شدہ بود استقبال نمودہ بدست تعظیم گرفت و مسند ریاست را بالاستقلال آرایش تازہ داد ......"۔
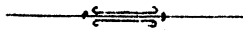
تبصرہ

نظام علی خاں آصف جاہ اول کے چوتھے صاحبزادے تھے ان لوگوں کے نزدیک جو مغفرت مآب کے انتقال کے وقت موجود ہوں گے ان کا اپنے والد کے تخت سلطنت پر متمکن ہونا بعید از قیاس ضرور ہوگا کہ اُن سے بڑے ان کے تین صاحبزادے اور تھے جن کو ان کے مقابلہ میں حق کلانیت حاصل تھا لیکن چونکہ یہ امر مقدر تھا کہ نظام علیخاں ریاست دکن پر متمکن ہو کر رہیں اس لئے آصف جاہ اول کے انتقال کے بعد سے اسباب ایسے پیدا ہوتے گئے کہ چودہ پندرہ سال کے اندر سلطنت اُن تک پہنچ گئی۔ ان اسباب میں سے سب سے پہلا سبب ہے مظفر جنگ کا اپنے ماموں ناصر جنگ سے منحرف ہونا۔ وہ اگر ناصر جنگ کے مخالف نہ ہوتے تو نہ فرانسیسیوں کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرتے اور نہ فرانسیسیوں کو دکن کی اس ریاست کے ساتھ دلچسپی ہوتی یہی فرانسیسی ناصر جنگ کی شہادت اور ان کی جگہ مظفر جنگ کو تخت نشین کرنے کے بانی ہوے۔ دوسرا سبب ہے صلابت جنگ کا تخت نشین ہونے کے بعد غلط طور پر یہ تصور کرنا کہ سلطنت ان کو فرانسیسیوں کی وجہ سے ملی۔ اگر ان کے ذہن میں یہ تخیل پیدا ہوتا تو وہ اپنے عہد حکومت میں فرانسیسیوں کی طرفداری پر جمے نہ رہتے اسی طرفداری کی وجہ سے امرائے دولت اُن سے بددل ہوتے گئے۔ یہی عام بددلی تھی جو دراصل نظام علیخاں کی آئندہ ترقی کا باعث ہوی۔ صلابت جنگ سے امرا کی بددلی کا حال اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً جب ان کو یہ اطلاع ملی کہ غازی الدین خان فیروز جنگ ریاست دکن پر قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے بڑی فوج کے ساتھ آرہے ہیں تو تقریباً کل بڑے بڑے امیر صلابت جنگ سے علیحدہ ہوگئے اور بعض تو خود

فیروز جنگ سے جاملے۔ صرف فرانسیسی صلابت جنگ کے طرفدار رہے اور انھیں کے بل پر وہ اپنے بھائی غازی الدین خان فیروز جنگ سے مل لینے سے باز رہے ورنہ اُن جیسے نرم طبیعت اور موم دل شخص سے یہ ممکن نہ تھا کہ بڑے بھائی سے نہ ملتے۔ غازی الدین خاں کے انتقال کے بعد جب امرائے دولت اپنی اپنی سابقہ خدمات ومقامات پر لوٹ گئے تو ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ بوسئی پر صلابت جنگ کے عنایات سابق سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ صلابت جنگ کو ہموار کر کے فرانسیسیوں نے جب ریاست میں اپنا خاص اثر قایم کر لیا تو ملک کی ذی اثر ہستیوں کو جن میں سید لشکر خاں رکن الدولہ۔ شاہنواز خاں صمصام الدولہ۔ غلام علی آزاد بلگرامی جیسے قابل افراد بھی تھے یہ کبھی گوارا نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک اجنبی سات دریا پار کی قوم اُن کے محسن و مربی مغفرت مآب کے ایک صاحبزادے کو شہید کر کے ایک اور صاحبزادے کو اپنے اشاروں پر چلائے اس وجہ سے سید لشکر خاں رکن الدولہ نے اپنے زمانۂ مدار المہامی میں ان فرانسیسیوں کے خلاف کارروائی کی۔ لیکن ان کو کامیابی نہیں ہوی۔ پانسہ انھیں کے خلاف پڑا اور وہ خدمت سے سبکدوش کر دئے گئے ان کی جگہ انھیں کے ہم خیال شاہنواز خاں مدار المہام مقرر ہوے۔ یہ بہت دُور اندیش اور بڑے صاحب تدبیر تھے انھوں نے مدار المہام ہوتے ہی فرانسیسیوں کے خلاف کارروائی آغاز کی۔ لیکن ان کی چال گہری تھی اپنے منصوبہ کو صورت عمل میں لانے سے قبل انھوں نے ساری فضا کو اپنے موافق کر لیا۔ چنانچہ انھوں نے پیشوا کو اپنا بنا لیا۔ نظام علیخاں اور بسالت جنگ کو ایک ایک صوبہ پر مامور کرادیا اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ یہ دونوں بھائی صاحبِ حکومت ہو کر ان میں سے ہر ایک صلابت جنگ کا مدمقابل بن جائے۔ اس حکمت عملی کے بعد شاہنواز خاں نے صلابت جنگ ہی کے دستخط سے فرانسیسی فوج کی برطرفی کے

احکام جاری کرا دئے اگر فرانسیسی مداخلت یہیں ختم ہو جاتی تو ممکن تھا کہ نظام علیخاں کے موافق آئندہ کوئی صورت نہ نکلتی لیکن اس نوبت پر بوسی کے احکام برطرفی سے عدم متابعت نظام علیخاں کی ترقی کا تیسرا سبب ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے بعد صلابت جنگ نے بوسی سے صلح کرلی تو اس سے بوسی کے اختیارات و اعزاز پیشتر سے بھی زیادہ وسیع ہو گئے۔ اب شاہنواز خاں کو معلوم ہوا کہ اُن کا عندیہ اُس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ صلابت جنگ کے ذہن میں یہ خیال جاگزیں ہے کہ فرانسیسوں کی وجہ سے اُن کو ریاست ملی اور انہیں کی وجہ سے وہ ریاست پر قایم ہیں اور انہیں سے ہر طرح ان کو امن چین مل سکتا ہے۔ اس علم کے بعد شاہنواز خاں نے معاً اپنا منصوبہ بدل دیا اور قرار یہ دیا کہ فرانسیسیوں کے ساتھ صلابت جنگ کی بھی سلطنت سے علیحدگی لازم ہے اور سلطنت کے قابل آصف جاہِ اول کے اُن صاحبزادے کو قرار دیا جو مرکزِ حکومت (اورنگ آباد) سے قریب تر تھے اور وہ نظام علیخاں ہی تھے یہاں تک تو ہم کو یہ معلوم ہوا کہ امراء میں یہ تخیل کہ نظام علیخاں تخت سلطنت پر متمکن ہوں کس طرح اور کب پیدا ہوا۔ اب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہی تخیل نظام علیخاں کو کس وقت سے پیدا ہوا اور اس میں کیسے کیسے ترقی ہوی زمانۂ طفولیت میں یا آصف جاہ اول کے انتقال کے وقت اس خیال کے پیدا ہونے کا گمان نہیں کیا جا سکتا اس واسطے کہ اس زمانہ میں یہ خود کمسن تھے اور اُن سے بڑے تین بھائی اور موجود تھے مغفرت مآب کے بعد بھی یہ ناصر جنگ اور ان کے بعد مظفر جنگ کی سرپرستی میں رہے البتہ مظفر جنگ کے شہید ہونے کے بعد ان کی قایم مقامی میں اختلاف آرا جو ہوا۔ اور راجہ رگھناتھ داس نے اُن کی قایم مقامی تسلیم کرلی اُس وقت سے ممکن ہے کہ ان کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہو کہ سلطنت پر وہ بھی جلوہ فگن ہو سکتے ہیں مگر صورت حال موافق مرام نہیں تھی اس لئے صورت عمل میں آنے نہ پایا

حتیٰ کہ یہ برار کے صوبہ دار مقرر ہوے اسی علاقہ کے صوبہ داری کی حیثیت سے سال ڈیڑھ سال جو انھوں نے گذارا اس عرصہ میں اُن کا یہ تخیل خفتہ بیدار ہوگیا حتیٰ کہ سندکھیڑ کی جنگ کا آغاز ہوا اور اورنگ آباد میں اُن کی فوجی خدمات کی ضرورت محسوس ہوی اپنے تخیل کی تکمیل میں جو کچھ پیسہ انھوں نے جمع کر رکھا تھا اُس موقع پر تنخواہ افواج میں کام آگیا کہ صلابت جنگ کے پاس خزانہ خالی ہونے کے باعث عرصہ سے تنخواہ اجرا نہیں کی گئی تھی۔ اس تقسیم سے نظام علیخاں کو ایک تو ہردلعزیزی حاصل ہوگئی اور دوسرے وکالت مطلق کی اہم ترین خدمت، نظام علیخاں نے جب اپنا جمع کردہ روپیہ اس طرح صرف کردیا تو ان کے حصول ریاست کے ارادے میں تصمیم پیدا ہوی لیکن فرانسیسی عہدہ دار بوسی اور اس کا وکیل حیدر جنگ یہ چاہتے تھے کہ نظام علیخاں کو روپیہ پیسے سے ٹھگ لینے کے بعد ان کو علاقۂ برار سے علحدہ کردیں تاکہ ان کے وہ اثرات جو اس علاقہ میں اور خود فوج میں پیدا ہوگئے تھے باطل ہو جائیں اور صلابت جنگ کو اپنے ہاتھوں میں کھلانے کے لئے میدان خالی رہے۔ شاہنواز خاں جو نظام علیخاں کے طرفداروں میں تھے قید کرلئے گئے تھے اور قریب تھا کہ نظام علیخاں بھی یا تو نظر بند کرلئے جاتے یا کہیں دُور بھیجدئے جاتے اس نوبت پر جس صحت تدبیر سے نظام علیخاں نے کام لیا ہے اس کو کچھ ماہرین فن ریاست وسیاست ہی بہتر جانتے ہیں اور جو کچھ انھوں نے کیا اس موقع پر نہایت دُرست تھا کہ ایک تو وہ جمع کردہ روپیہ ریاست ہی کے اغراض کے تحت صرف کرچکے تھے جس کے بازیافت کا امکان نہیں تھا اور دُوسرے یہ کہ جو قوت کہ انھوں نے حاصل کرلی تھی تقریباً ٹوٹ گئی تھی۔ اب اُن کو حیدر جنگ اور بوسی کے دست نگر بننا پڑتا اور وہ شخص جس کے دماغ میں ریاست کے تخیلات پک رہے ہوں یہ گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ روپیہ کا روپیہ ہاتھ سے

دیدے ۔ اور پھر ان احباب کا دست نگر بھی بنے ان کے خاص طرفدار شاہنواز خاں قید ہو جانے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہے تھے کہ ان کی مدد کرتے بہرحال اس موقع پر حکمتِ عملی سے حیدر جنگ کو قتل کرنا بالکل صحیح اصول پر مبنی تھا۔ اس واقعہ سے ان کے ذہن میں یہ تخیل مستقل طور پر قایم ہو گیا کہ وہ سلطنت دکن پر قابض و مسلط ہو کر رہیں گے اس کے بعد کے واقعات ان کے مؤید ہوتے گئے چنانچہ ان کی تائید میں مغربی ایک اور قوم (انگریز) اٹھ کھڑی ہوگئی جن کی وجہ سے ریاست کی فرانسیسی قوت جنوب کی طرف کھچ گئی اور ریاست کو ان کے لئے چھوڑ گئی ۔ صلابت جنگ محض بوسی کی خاطر اپنے ملک کے شمالی حصہ کو چھوڑ کر دکن کی طرف چلے گئے جس سے نظام علیخاں کو اس حصہ میں اپنی حکومت منوانے میں نہایت آسانی ہوگئی ۔ بہرحال حصولِ ریاست میں نظام علیخاں نے اپنی جولانی اس وقت سے دکھلانی شروع کی جب سے کہ سندکھیڑ کی جنگ کا آغاز ہوا اور یہی ان کی زندگی کے بہترین ایام تھے جو انھوں نے حصول سلطنت کی کوشش میں گزارے ۔ ریاست سے فرانسیسیوں کا عمل دخل اُٹھ جانے کے بعد صلابت جنگ کے پاس ایسے درباری باقی رہ گئے تھے جو اُن کے طرفدار تھے اب انھوں نے یہ خیال کیا کہ نظام علیخاں کی طرف سے صلابت جنگ کو جو کچھ سوءظنی تھی۔ اس میں اور اضافے کر کے اُن سے وہی فوائد خود حاصل کریں جو بوسی کو حاصل تھے لیکن اس موقع پر نظام علیخاں ان خود غرضوں کا جو دفع دخل وقتاً فوقتاً کرتے رہے اس سے ان کی ذاتی قابلیتوں کا اظہار ہوتا ہے اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ممکن تھا کہ صلابت جنگ اور نظام علیخاں میں مخالفت زیادہ ہو جاتی اور یا تو سلطنت کے ٹکڑے ہو جاتے یا حصول اقتدار و ریاست کے لئے بڑی لڑائیاں ہوتیں یہ نظام علیخاں ہی کی حسن تدبیر کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے کسی فتنہ و فساد کے بغیر صلابت جنگ پر مستولی ہو کر

زمامِ سلطنت کو ہاتھ میں لے لیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ انھوں نے صلابت جنگ کو مقید کر کے گلا گھونٹ دیا یا زہر سے ہلاک کرا دیا۔ لیکن اس کو تسلیم کرنے میں ہم کو عذر ہے اس واسطے کہ اس قسم کا خیال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ اپنے مدمقابل کی طرف سے اطمینان نہ ہو۔ یہاں صورت حال یہ نہیں تھی جب سلطنت ان سے منتزع ہوگئی تو ان کے طرفدار امراء خود آپ یہ چاہنے لگ گئے کہ نظام علیخاں کی خوشنودئ خاطر حاصل کریں۔ اس کے بعد بھی نظام علیخاں کو اگر بھائی کے ہلاک کرنے کا خیال پیدا ہوتا تو کیونکر۔ اگر صلابت جنگ کا زہر سے مرنا مسلم ہی ہے تو یہ ممکن ہے کہ انتزاع سلطنت اور انقطاع تعلقات کی وجہ سے صلابت جنگ متاثر ہو کر آپ خود زہر کھا گئے ہوں۔

واللہ علام الغیوب

سلاطین آصفیہ کے مشہور تاجدار
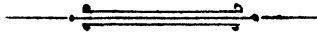
نظام علی خان

نظام الملک آصف جاہ ثانی

(کے)

سوانح زندگی کا دوسرا حصہ

(مؤلف)

محمد سراج الدین طالب

۱۳۵۳ھ
۱۹۳۴ء
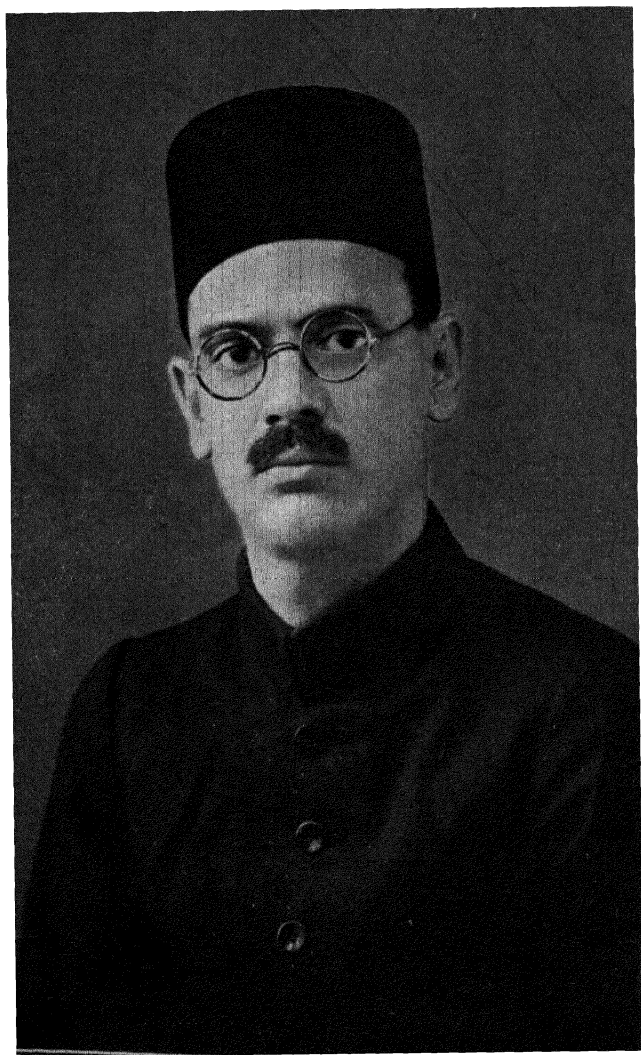
محمد سراج الدین طالب

میں اپنے والد مرحوم مولوی کمال الدین صاحب کی یاد و محبت میں
ان کے نام سے منسوب کر کے دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو جوارِ رحمت نصیب کرے
اور میری اس تالیف کو قبولِ عام

محمد سراج الدین طالب

تعریف کتاب

سوانح حیات نظام علیخاں کی ترتیب دو حصوں میں کی گئی ہے پہلا حصہ تو اُن واقعات پر مشتمل ہے جن کے تحت نظام علیخاں تخت سلطنت پر متمکن ہوئے اور اس کے بعد سے ان کی وفات تک کے واقعات دوسرے حصہ میں رکھے گئے ہیں پہلا حصہ قبل ازیں شائع ہو چکا ہے اسی کا دوسرا حصہ ہے جو قارئین کرام کے ملاحظہ میں پیش ہے تحقیقی نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ دوران سلطنت میں نظام علیخاں کی طرز حکومت نے دو متباین صورتیں اختیار کی ہیں ایک تو وہ جو رکن الدولہ کی دیوانی کے زمانہ میں تھی دوسری وہ جو ارسطو جاہ کی مدار المہامی کے عہد میں رہی۔ اس طرح سیاسی نقطۂ نظر سے اس عہد کے دو دور ہو جاتے ہیں۔ اسی امتیاز کے لئے اس حصہ کو علحدہ علحدہ دو ادوار میں مرتب کیا گیا ہے۔

اس کی تدوین میں علاوہ مطبوعہ و شائع شدہ کتب کے مخطوطات و اسناد سے استفادہ کیا گیا ہے جن تک بہت کم اصحاب کو دسترس ہوا ہے۔

اس حصہ کے لئے بھی تصاویر فراہم کرنے کی کوشش کی گئی جن کی تفصیل فہرست تصاویر کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی ان میں قلعہ اودگیر کی ایک تصویر ہے جو حصہ اول میں جنگ اودگیر کے سلسلہ میں دکھانی چاہئے تھی چونکہ وہ بعد از وقت دستیاب ہوئی اس لئے اس کو اس حصہ میں داخل کر دیا گیا ہے۔

پرانی حویلی حیدرآباد دکن
۱۱ محرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مؤلف کمترین
محمد سراج الدین طالب

اظہارِ امتنان

بڑی نا انصافی اور احسان فراموشی ہوگی اگر اُن اصحاب کا ذکر نہ کروں جن کی توجہ سے کتاب کو حتی الامکان بہمہ وجوہ مکمل پیش کرنے میں خاطر خواہ مدد ملی۔

۱۔ سب سے پہلے قابل ذکر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر ہیں جنہوں نے اپنی علم دوستی سے فراخ حوصلگی کے ساتھ اپنے بیش بہا کتب خانہ مخطوطات سے استفادہ کی اجازت فرمائی اور اپنے نگار خانہ سے بعض قلمی تصاویر کے عکس مرحمت فرمائے۔

۲۔ جناب مولوی سید خورشید علی صاحب اپنی خاص عنایت و کرم سے دفتر دیوانی و مال کے بعض اسناد و نقشہ جات اور دفتر مذکور کے کتب خانہ کے بعض خاص کتب سے استفادہ کی اجازت دی کہ میرے ماخذات و معلومات میں ایک معقول اضافہ کا باعث ہوئے۔

آخر میں مَیں اپنے عزیز برادر عم زاد نور اللہ محمد صاحب نوری کی اس محنت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا جو دوران طباعت انھوں نے کاپیوں کی تصحیح اور پروف خوانی میں اٹھائی ہے۔

محمد سراج الدین طالب

علیہیات

انگریزی

١ اورفیت فل الائی دی نظام
٢ دی ٹری ٹیز جلد نہم طبع سنہ ١٩٢٩ء
٣ دی نظام (برگس)
٤ ڈسپاچس آف ویلزلی (آریم مارٹن)
٥ فارنس سلک شنس (مرہٹا سیریز)
٦ میموار اینڈ کرسپانڈنس آف مارکویس ویلزلی (آر - آر - پیرس)
٧ نظام علیس رےلشنس وت مرہٹاس (قاسم علی سجن لال)
٨ ہسٹری آف دی مرہٹاس
٩ ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل
١٠ ہسٹری آف حیدر شاہ
١١ ہسٹری آف ملٹری ٹرانزیکشنس آف دی برٹش نیشن ان انڈوستان
١٢ ہسٹری آف دی مدراس آرمی
١٣ ہسٹری آف دی بنگال آرٹلری
١٤ ہسٹری آف دی برٹش انڈیا (جیمس مل)
١٥ ہسٹری آف انڈیا (مارشمن)

فارسی و اردو

١ تاریخ ظفرہ
٢ تذکرۂ نزل
٣ توزک آصفیہ
٤ حدیقۃ العالم
٥ خزانۂ عامرہ
٦ سلطنت خداداد (اردو)
٧ سوانح دکن
٨ فیوضات سبحانی
٩ گلزار آصفیہ
١٠ مآثر آصفی
١١ میسور عالم (اردو)
١٢ نشان حیدری

فہرستِ مضامین نظام علی خانؒ

حصۂ دوم

دورِ اول — صفحہ

صفحہ

صفحہ

فہرست تصاویر

نظام علی خاں

حصّۂ دوم

دورِ اوّل

قلعہ اودگیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام علی خان

حصہ دوم

پیشوا پر فوج کشی

مادھوراؤ پیشوا اور اس کے چچا کے مابین خانہ جنگی اور اس کے اسباب

صلابت جنگ کے معزول ہونے کے بعد نظام علیخاں مستقل طور سے تخت سلطنت پر متمکن ہوئے ابھی انتظامات ریاست کی طرف متوجہ ہونے نہیں پائے تھے کہ ان کو مرہٹوں کی خانہ جنگی میں شریک ہونا پڑا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب نظام علیخاں اور مادھوراؤ پیشوا کے مابین صلح ہوگئی اور نوجوان پیشوا پونہ کو روانہ ہوا تو اس نے اپنے چچا رگھناتھ راؤ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ انتظام ریاست میں اپنا حصہ بھی رہے کیونکہ ابتک کمسن ہونے کے باعث اُس کی طرف سے اُس کا چچا ریاست کے کاروبار انجام دیتا تھا۔ بھتیجے کا یہ مطالبہ چچا کو ناگوار رہا۔ یہی جھگڑے کی بنیاد ہے ٹیلر[1] اس جھگڑے کی بنا یہ بتائی ہے کہ مادھوراؤ کی والدہ گوپیکا بائی کا طرز عمل مناسب نہیں تھا جس پر رگھناتھ راؤ شوہر کا بھائی ہونے کی حیثیت سے تہدید کرتا تھا جو اس کو ناگوار ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے اُس نے اپنے لڑکے کو چچا کے خلاف بھڑکا دیا جس پر مادھوراؤ نے رگھناتھ راؤ کو

---

[1] فارسٹس ٹلکٹنس، مرہٹا سیریز، جلد اول حصہ دوم ۱۲

قید کر لینے کا منصوبہ باندھا اس سے مطلع ہو کر رگھناتھ راؤ ۳ صفر ۱۱۷۶ھ (م ۲۴ اگست ۱۷۶۲ء) کو صرف چند سواروں کے ساتھ پونہ سے نکل کر ناسک چلا گیا۔ محمد مراد خاں[1] اورنگ آبادی نے اس طرح اس کے بے سروسامان آنے کی خبر پائی تو ۱۴ صفر سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے نکل کر ناسک پہنچا اور رگھناتھ راؤ سے ملا۔ مراد خاں کے آملنے سے مادھو راؤ کے طرفداروں میں سے اکثر مرہٹہ سردار یہ خیال کر کے کہ نظام علیخاں رگھناتھ راؤ کی حمایت پر ہیں اس کے ساتھ متفق ہو گئے یہ ہے بیان[2] آزاد بلگرامی کا لیکن گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ اس موقع پر رگھناتھ راؤ نے مرہٹہ ریاست کے اکثر عہدہ داروں کو اپنا شریک کر لیا اور وہ یہ خیال کر کے کہ ریاست کے کاروبار اپنے بغیر چل نہیں سکینگے۔ اپنی اپنی خدمات سے دست بردار ہو گئے۔ جس کے بعد مادھو راؤ نے سداشیو چمناجی بھاؤ کے ماموں ترمبک راؤ ماما کو اپنی وزارت پر نامزد کیا۔ جب ترمبک راؤ نے اس خدمت کو قبول کر لیا تو رگھناتھ راؤ کو نہ صرف اس کے بلکہ ہر شخص کے خلاف جو اس موقع پر اس کا شریک تھا ایک سخت غصہ اور انتقامی جوش پیدا ہو گیا۔

مرہٹوں کی خانہ جنگی میں نظام علیخاں کی شرکت کے اسباب اور اس کا نتیجہ۔

جب مراد خاں رگھناتھ راؤ سے متحد ہو گیا تو اس نے نظام علیخاں سے اس کی امداد کرنے کے لئے معروضہ کیا جس پر خود بدولت نے

---

[1] یہ ابتدا میں لشکر خاں کی سرکار میں ایک بارگیر تھا اور پھر چند سواروں کا جمعدار ہو گیا اور اس کے بعد راجہ پرتاپ ونت کی مدار المہامی کے زمانے میں امارت کے رتبہ کو پہنچ گیا تھا گرانٹ ڈف نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں وہ اورنگ آباد کا صوبہ دار تھا لیکن ہمیں کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا جس سے یہ یقین کیا جا سکتا کہ وہ اس وقت یا اس سے پیشتر یا بعد اورنگ آباد کا صوبہ دار تھا صاحب خزانہ عامرہ نے اس کے متعلق صرف یہ تعریفی الفاظ لکھے ہیں " محمد مراد خاں بہادر اورنگ آبادی کہ از عمدۂ نوکران آصفجاہ ثانی است و بہ استمالت غنیم از نواب مامور بود در اورنگ آباد اقامت داشت " اس سے بھی اس کا صوبہ دار ہونا ثابت نہیں ہے۔

[2] خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۷۔

احکام اعانت صادر فرمائے اور خود بھی اس کی مدد پر نکلنے کی تیاریاں شروع کر دیں اس امداد سے نظام علیخاں کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ اس نقصان کی تلافی کریں جو سابقہ مرہٹہ لڑائیوں میں انھوں نے برداشت کیا تھا۔

رگھناتھ راؤ اپنی اس طرح جمع کی ہوی کثیر فوج کے ساتھ اورنگ آباد سے پونا روانہ ہوا۔ گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ[1] احمد نگر او رپونہ کے مابین رگھناتھ راؤ نے اپنے بھتیجے پر حملہ کر دیا۔ مادھوراؤ نے دور اندیشی کر کے اپنے آپ کو چچا کے حوالے کر دیا۔ لیکن صاحب توزک آصفیہ[2] کہتا ہے کہ بند گا نعالی اور رگھناتھ راؤ کی متفقہ فوجیں دریائے بھیمرا کے کنارے تک پہنچیں مادھوراؤ اپنی فوجوں کے ساتھ اس دریا کے دوسرے کنارے پر ٹھیر گیا طغیانی کی وجہ سے عرصہ تک عبور ممکن نہ ہوا اور جنگ میں تعویق ہوگئی اس دوران میں مُرادخان ایک رات اپنے چند سپاہیوں کے ہمراہ دریا کو عبور کر کے خفیہ طور پر مادھوراؤ کے ڈیرے میں داخل ہوگیا۔ اور اس کو دستگیر کر کے اپنی قیام گاہ پر لایا اور دوسرے روز رگھناتھ راؤ کو اپنے ڈیرے میں بلا کر دونوں چچا بھتیجے کو عہد و پیمان کے ساتھ ملا دیا۔ خدا جانے صاحب توزک آصفیہ کو یہ واقعہ کس ذریعہ سے معلوم ہوا۔ غلام علی آزاد بلگرامی جو اس عہد کے بڑے مؤرخ ہیں اور تقریباً اس زمانہ کی ہر جنگ میں شریک بھی رہے ہیں اس جنگ کے متعلق لکھتے ہیں کہ[3] ادھر رگھناتھ راؤ اورنگ آباد سے نکل کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ اور ادھر مادھوراؤ نے پونہ سے احمد نگر کا رخ کیا

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۴۶۔ [2] توزک آصفیہ صفحہ ۱۴۸۔
[3] خزانۂ عامرہ صفحہ ۷۶۔

حتیٰ کہ ۵ ربیع الآخر ۱۱۷۶ھ (م ۲۴۔ اکتوبر ۱۷۶۲ء) کو احمد نگر سے بارہ کوس پر دونوں فوجوں کا مقابلہ
ہوا۔ مادھو راؤ شکست کھا کر میدان جنگ سے علحدہ ہو گیا اور امان چاہی دوسرے روز اپنے
آپ کو اپنے چچا کے پاس پہنچایا۔ یہ مسلم ہے کہ نظام علیخاں نے اس جنگ میں رگھناتھ راؤ کو
مدد دی اور دونوں فریقوں میں باہم صلح ہو گئی۔ ممکن ہے کہ نظام علیخاں کے امراء نے اپنے
طور پر مادھو راؤ کو نشیب و فراز سے آگاہ کر کے رگھناتھ راؤ سے مصالحت کرا دی ہو۔
اس موقع پر نظام علیخاں خود رگھناتھ راؤ کی مدد کرنے کے لئے بیدر سے احمد نگر روانہ ہوئے
تھے جب قریب آئے تو معلوم ہوا کہ صلح ہو گئی ہے یہ اطلاع پا کر بندگانعالی نے پیر گاؤں ہی
میں قیام فرمایا۔ رگھناتھ راؤ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ یہاں آکر اعلیحضرت سے ملاقات کی
اور ماہ جمادی الاول کے اوائل میں کئی ضیافتیں جانبین سے ہوئیں اور یہیں اُس نے
اس اعانت کے معاوضہ میں بندگانعالی کی خدمت میں پچاس لاکھ محاصل کا علاقہ اور
قلعۂ دولت آباد گزرانا اور کاغذات گزاشت عہدہ داران بندگانعالی کے تفویض کئے
گرانٹ ڈف یہ کہتا ہے کہ جنگ میں مدد دینے کے معاوضہ میں رگھناتھ راؤ نے وعدہ کیا
کہ قلعۂ دولت آباد، سیونی، اسیر گڈھ اور احمد نگر کے علاوہ اکاون لاکھ سالانہ محاصل کا علاقہ
(جو ۱۷۶۰ء کے صلح نامہ میں دیا جانا طے پایا تھا) نظام علیخاں کو دیگا اور خزانۂ عامرہ کے حوالے
سے یہ لکھتا ہے کہ سوائے قلعۂ دولت آباد کے نہ کسی اور قلعہ پر قبضہ ہوا اور نہ کسی حصّۂ ملک پر
اس عہدنامہ کی رو سے نظام علیخاں کو عمل دخل ملا۔ حالانکہ خزانۂ عامرہ کی عبارت سے کبھی
یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا جو اس نے نکالا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"رگھناتھ راؤ ملک پنجاہ لک روپیہ وقلعۂ دولت آباد در جلدوے ایں اعانت بنواب آصف جاہ گزرانید و اسناد مرتب کردہ بوکلاء سرکار حوالہ نمود"[1]

نظام علیخاں اور رگھناتھ راؤ میں جنگ اور اس کا سبب۔

اس جنگ اور مصالحت سے فارغ ہو کر رگھناتھ راؤ اپنے ملک کے انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یہ تہیہ کیا کہ گزشتہ موقع پر جن لوگوں نے اس سے مخالفت کی تھی ان کا معقول تدارک کرے چنانچہ اسی غرض سے وہ مرج کی طرف بڑھا تا گوپال راؤ پٹ وردھن کی تنبیہ کرے۔ نظام علیخاں کے دیوان پرتاب ونت کو مراد خاں پر بڑا رشک تھا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مراد خاں کے ذریعے رگھناتھ راؤ کے ساتھ اتحاد قایم ہوا ہے اور حالیہ مہم میں کامیابی کی وجہ سے مراد خاں کو سُرخ روئی بھی ہوی تو ان کو اس کا حسد ہوا اور اس کی ریس میں راجہ پرتاب ونت نے گوپال راؤ سے مراسلت شروع کی کہ رگھناتھ راؤ سے مقابلہ کی ٹھیرے تو نظام علیخاں سے مدد حاصل کرلے۔ اِدھر نظام علیخاں کو اُکسایا کہ مرہٹہ ریاست میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے یہ موقع بہتر ہے ساتھ ہی ایک تدبیر اور کی وہ یہ کہ راجہ ستارہ[2] (جو اس زمانے میں نابالغ تھا) کی ولیہ تارا بائی کا انتقال ہو گیا تو خدمت ولایت تقرر طلب قرار پائی۔ جس پر پرتاب ونت نے

---

[1] خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۷۔ [2] سیواجی اور اس کے بیٹے کے بعد جب مرہٹہ ریاست میں برہمن وزراء کی نوبت آئی تو وہ سیواجی کی اولاد کو برائے نام راجہ بنا کر ستارہ میں گدی نشین کرتے تھے اور حکومت خود آپ کرتے تھے ۱۲

ایک طرف جانوجی بھونسلہ (راجۂ ناگپور) کو اس خدمت کا مدعی بنا دیا اور دوسری جانب نظام علیخاں کی طرف سے خفیہ طور پر کولا پور سے مراسلت[1] کی تا اس خدمت کا ایک اور دعویدار پیدا ہو جائے اس طرح پیشوا مادھو راؤ اور اس کے چچا رگھناتھ راؤ کے خلاف نظام علیخاں کے دیوان نے گوپال راؤ پٹ وردھن کے علاوہ جانوجی بھونسلہ اور کولاپور کے راجہ کی ولیہ کو بھی اکسا دیا۔ ان میں سے ہر ایک کی تائید میں چند مرہٹہ سردار (مثلاً مورابہ پھڑنویس، سداشیو رامچندر فرزند رامچندر شیونی، بھون راؤ معزول پرتی ندھی) بندگانعالی سے آملے جس سے اس موقع پر ان کی فوج اور قوت بہت زیادہ ہوگئی۔ صرف ملہار راؤ ہولکر اور دماجی گیکواڑ رگھناتھ راؤ کے ساتھ رہے اپنی کمزوری کو محسوس کرکے اس نے مقابلہ کو مناسب تصور نہ کیا اور نظام علیخاں کی فوج کے بازو بازو سے آگے نکل گیا اور اورنگ آباد پہنچکر شہر کا محاصرہ کرلیا۔ بندگانعالی اس کے تعاقب میں اورنگ آباد پہنچے تو وہ محاصرہ چھوڑ کے بھاگ نکلا اور جانوجی بھونسلہ کے علاقہ میں داخل ہوکر دیہات کو تباہ و تاراج کرنا شروع کردیا جب وہاں بھی نظام علیخاں اس کے تعاقب میں پہنچے تو وہ مونگی پٹن چلا گیا اور پھر جنوب مشرقی سمت سے ممالک محروسہ سرکار عالی میں داخل ہوکر لوٹ مار مچادی۔ نظام علیخاں نے کچھ دور اس کا تعاقب کیا لیکن جب اس نے حیدرآباد کا رُخ کیا تو انھوں نے خیال کیا کہ اس کے تعاقب سے بہتر ہوگا کہ مرہٹوں کے مرکزی شہر پر حملہ کردیا جائے اور اسی غرض سے وہ سیدھا پونا روانہ ہوے۔

---

[1] گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ بخطوط مرہٹہ مخطوطات میں ہیں اور راجہ کولاپور سے حاصل ہوے ہیں یہ سنبھاجی کی بیوہ جی جی بائی کے موسومہ ہیں جو اپنے متبنٰی لڑکے سیواجی نامی کی نابالغی کے زمانے میں اُس کی ولیہ تھی۔

پُونہ کی تباہی

گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ جب[1] پونہ میں یہ خبر پہنچی کہ مغل فوج آرہی ہے تو اکثر
اشخاص نے اپنے مال و دولت کو تا حدامکان منتقل کر دیا اور خود آپ کانکن کی پہاڑیوں میں
جا چھپے پیشوا کا خاندان اور دفتر سنگڈھ بھیج دیا گیا بریں ہم جانوجی کا ایک عہدہ دار مسمی بابو
ڈرونڈ بہ آتنا جلد پہنچ گیا کہ بھاگنے والوں کو اس نے لوٹ لیا اور سنگڈھ کے دامن کا موضع جلا دالا
بندگان عالی شہر پونہ سے دو کوس کے فاصلے پر قیام فرما ہوے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ شہر لوٹ لے
وہ گھر جس سے کوئی رقم نہیں ملی مسمار کر دیا گیا اس تباہی پونہ کی وجہ دراصل راجہ پرتاپ ونت
اور جانوجی بھونسلہ تھے اور یہ سبق نظام علیخاں نے مرہٹوں ہی سے حاصل کیا تھا اولاد محمد خان ذکا
نے اس واقعہ کی تاریخ اس مصرع سے نکالی ہے ع آتش زد پُونہ را سپاہِ اسلام ۱۱۷۶ھ رگھناتھ راؤ
حیدرآباد کی جانب پلٹا تو وہاں کے ناظم بہادر دل خان نے شہر کے دروازے بند کر کے ایسا
معقول انتظام کیا کہ اس کو شہر میں داخل ہونے کا موقع ہی نہ مل سکا اور باہر باہر ہی سے حملے
کر کے رہ گیا بیرون شہر پناہ کے محلہ جات سے البتہ ایک لاکھ اسی ہزار روپئے بعنوان نعل بہا
اس نے حاصل کر لئے اور وہاں سے پونہ کی طرف لوٹا راستہ میں یہ کوشش شروع کی کہ اُن
مرہٹہ سرداروں کو جو نظام علیخاں کے ساتھ تھے ہموار کر لے چنانچہ ایک حصہ ملک کے لالچ پر
خفیہ طور سے جانوجی بھونسلہ کو اپنا طرفدار کر لینے میں اس کو کامیابی ہو گئی گرانٹ ڈف کا بیان
ہے کہ رگھناتھ[2] راؤ نے جانوجی کو یہ توقع دلائی کہ اس کو اُس علاقہ سے جو پیر گاؤں کے صلح نامہ کی
رُو سے نظام علیخاں کو دیا جانے والا تھا بتیس لاکھ محاصل کا ملک دیا جائیگا بشرطیکہ اُن سے

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس حصہ اول صفحہ ۵۴۰ ۔ [2] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۳۸ ۔

علیحدہ ہو جائے چونکہ راجہ پرتاب ونت کے دورویہ پن سے اس کے توقعات تقریباً منقطع
ہو گئے تھے اس لئے وہ رگھناتھ راؤ کی طرفداری پر رضامند و آمادہ ہو گیا۔

شہر پونہ کی تباہی کے بعد بندگانعالی پورندھر روانہ ہوئے اور دریائے بھیما کے
کنارے تک تمام ملک روند ڈالا۔ اس حصہ ملک میں پہنچنے تک موسم بارش آغاز ہو گیا تھا اس لئے
خود بدولت نے یہ ارادہ فرمایا کہ برسات بیدر میں گزاریں لیکن جانوجی نے یہ معروضہ کیا کہ
اگر اورنگ آباد میں اقامت فرمائی جائے تو مناسب ہوگا کہ وہ مرکزی مقام ہے جہاں سے
بیدر بھی قریب ہے پونہ بھی اور برار بھی۔ چونکہ اس توجیہ میں ایک معقولیت تھی اور اعلیحضرت
کو اس کی خفیہ سازباز کا علم بھی نہیں تھا اس لئے اس کے معروضہ کو منظور فرمایا اور عنان عزیمت
اورنگ آباد کی جانب منعطف فرمائی۔ رگھناتھ راؤ بندگانعالی کے لشکر کے پیچھے پیچھے آ لگا
حتیٰ کہ نظام علیخاں دریائے گوداوری کے کنارے پہنچ گئے اور اپنے کارخانہ جات اور
ایک حصۂ فوج کے ہمراہ راکس بھون کے گھاٹ سے دریا کو عبور کیا اور بقیہ حصہ فوج راجہ پرتاب ونت
کی نگرانی میں دریا کے ادھر ہی کے کنارے پر برسرکار رہا عین اس موقع پر جانوجی بھونسلہ اپنی
فوج کی تنخواہ نہ پانے کے عذر پر راجہ پرتاب ونت سے علیحدہ ہو گیا اس تفرقہ سے خبردار
ہو کر رگھناتھ راؤ نے ۲۸ محرم ۱۱۷۷ھ (م ۸ اگسٹ ۱۷۶۳ء) کو راجہ بہادر (پرتاب ونت) پر

اچانک حملہ کر دیا ۔ جانبین کی فوجیں آپس میں گتھ گئیں معرکۂ جدال و قتال گرم ہوا۔ نظام علیخاں کو اس حملہ کی خبر ہوی تو انھوں نے دریا کے دوسرے کنارے ہی سے توپوں کے ذریعہ راجہ بہادر کی امداد کی کوشش کی لیکن فاصلہ بہت بڑا تھا اس لئے اس کا کوئی اثر مترتب نہ ہو سکا اور جب دیکھا کہ مدد کی کوئی صورت نہیں ہے تو خود بدولت اورنگ آباد کی سمت روانہ ہو گئے اثناء جنگ میں راجہ بہادر کی فوج کے ایک حصہ نے رگھناتھ راؤ کے ہاتھی کو گھیر لیا اور قریب تھا کہ اس کو قید کر لیا جاتا لیکن اس موقع پر خود وہ اور تکارام ہری جوانمردی سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مادھو راؤ نے اپنی فوج کے ساتھ بڑے زور کا حملہ کیا اور اپنے چچا کو چھڑا لیا۔[۱] اس نوبت پر مراد خان نے (جس کو راجہ پرتاب ونت سے دلی عناد تھا) اپنے ایک قراول (آرڈرلی) کو حکم دیا کہ راجہ بہادر کے گولی ماردے اس واسطے کہ اس منصوبہ کو جو اس نے رگھناتھ راؤ سے مصالحت قایم کر کے باندھا تھا راجہ بہادر کے طرز عمل سے نقصان پہنچا تھا اس کو یہ گوارا نہیں تھا کہ اپنے حلیف رگھناتھ راؤ کے مقابلہ میں راجہ پرتاب ونت کو کامیابی ہو۔ مراد خاں کے آرڈرلی نے حکم کی تعمیل کی اور اس کی گولی برابر نشانے پر بیٹھی۔ پرتاب ونت کی روح پرواز کر گئی ہولکر کے پٹھان سپاہیوں نے اُن کا سر جسم پر سے اُتار کر نیزے[۲] پر چڑھا دیا جس کو دیکھ کر راجہ بہادر کی فوج کے قدم اکھڑ گئے مآثر آصفی راجہ بہادر کے سر کو جسم سے علٰحدہ کرنے کا ذکر نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ[۳] بمجرد گولی لگنے کے راجہ بہادر تختہ عماری پر گر پڑے جس سے فوج کے قدم اکھڑ گئے ۔

۱؎ ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۴۳ ۔ ۲؎ مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۴۔

موسیٰ خان رکن الدولہ کا میدان جنگ سے فرار ہونا۔

مرہٹہ مراسلتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں نظام علیخاں کی طرف کے دس ہزار آدمی مارے گئے بعض دریا میں کود کر ڈوب مرے بعض قید اور اکثر فرار ہو گئے۔ اسی موخرالذکر گروہ میں موسیٰ خاں (رکن الدولہ) بھی تھے جنھوں نے اس بھگدڑ میں بیک جامہ و دستار پونہ کی راہ لی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ میدان جنگ سے نکل کر پونہ کیوں گئے۔ اس واسطے کہ یہ جنگ نظام علی خاں اور پیشوا کے مابین ہوی تھی وہ اگر مرہٹہ فوج کے خوف سے فرار ہوے تھے تو یہ قرین قیاس نہیں ہوسکتا کہ جس کے خوف سے بھاگیں اسی کے حدود حکومت بلکہ اسی کی راجدھانی میں پناہ لیں۔ درآنحالیکہ میدان جنگ کے مضافات ہی میں اپنے مالک کے علاقہ کے بہت سارے مواضع و قلعے ایسے موجود تھے جہاں وہ بآسانی پناہ گزیں ہوسکتے تھے اس موقع پر اپنے آقائے ولی نعمت کے دشمن کے شہر میں پناہ لینے سے اس سوء ظن کی گنجایش پیدا ہوجاتی ہے کہ نظام علیخاں سے منحرف ہوکر ان کے مخالفین سے مل لینے کی خاطر انھوں نے پونہ کی راہ لی تا اس طریقہ سے کوئی مفید صورت پیدا ہو آئندہ کے واقعات سے اس قیاس کی تائید بھی ہوتی ہے جن میں نظام علیخاں نے مرہٹوں کے معاملات میں غیر معمولی دلچسپی لی ہے اور اسی بے موقع دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی قوت میں انحطاط پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے ان کو سات دریا پار کی اجنبی قوم سے مدد لینی پڑی۔ اکثر مورخین نے ان کے اس عمل کو نظر انداز کردیا ہے لیکن لچھمی نراین شفیق ابن لالہ منسارام فانی نے اپنی تصنیف مآثر آصفی میں اس پر کافی روشنی ڈالی ہے ہم اس کتاب کی اصل عبارت کو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جس سے اس جنگ اور اس کی بھگدڑ کے

علاوہ ہونے والے دیوان موسیٰ خاں (احتشام جنگ رکن الدولہ) کے پونا جانے کی حالت پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے:-

"مراد خاں[1] کہ با راجہ بہادر عناد دلی داشت رنگ جنگ دگرگوں دیدہ بیقین دانست کہ اگر راجہ بہادر ازیں محاربہ زندہ ماند نخل ہستی او بہ تیشۂ ناکامی قطع خواہد کرد در عین دار و گیر قرادل خود را اشارہ کرد کہ بلا تحاشا بضرب تیر تفنگ کار راجہ بہادر تمام شد و بمجرد رسیدن تیر تفنگ سر راجہ بہادر بر تختۂ عماری رسید لشکریاں را از ملاحظہ ایں حال قدم ثبات از جا رفت و فتح مبدل شکست شد فوج ہراس خوردہ تاب نائرۂ توپ و تیغ نیاورده بے اختیار خود را در گنگ انداختہ غریق بحر فنا شدند و گروہے از تیغ و تیر شربت مرگ چشیدند غرض عالمے تلف شد و اکثر ہا بہ اسیری آمدند و بعضی ہا مال و متاع بدست غارتیاں دادہ آوارۂ دشت ادبار شدہ جان خود بسلامت بردند میر موسیٰ خاں رکن الدولہ با یک جامہ و دستار از دست تاراج گراں پیادہ پا خود را نزد حیدر یار خاں شیر جنگ رسانید و ایں شیر جنگ پیش ازیں بدیوانی دکن سرفراز شدہ و مہر صلابت جنگ مجدداً کندہ کنانیدہ بہ اتفاق رائے رایاں و سنبھو لعل

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۴۔

وحمید اللہ خان دیوان سرکار وچھمن راؤ کھنڈ اکلہ مختار جمیع امور شدہ
بود و بعد آمدن بندگانعالی از ایلگندل کنارہ از حضور نمودہ در پونہ بسر
می برد آمدن میر موسیٰ خاں بادو گوش و بینی غنیمت پنداشتہ بتواضع
تمام پیش آمدہ بہ اتفاق محمد مراد خاں بنائے صلح گزاشت۔"

اس موقع پر لچھمی نارائن شفیق نے جان بچا کر جانے والوں میں صرف اُن اصحاب کا ذکر
کیا ہے جنھوں نے اپنا مال و دولت غارتگروں کو دے دلا کر اپنی جان بچائی اور اسی تذکرے کے
بعد وہ موسیٰ خاں رکن الدولہ کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ انھوں نے بیک جامہ و دستار تاراج گرون
کے ہاتھ سے نکل کر اپنے آپ کو شیر جنگ کے پاس پہنچا یا۔ اس سے صراحتاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ
مخالفین کے ہاتھ میں گرفتار ہوے اور اس کے بعد انھوں نے اپنا تمام اثاثہ بطور مخلصی بہا دیکر
رہائی پائی اور اگر شرائط رہائی کے تحت ہی وہ پونہ پہنچے یا پہنچائے گئے ہوں تو بعید از قیاس بھی
نہیں۔ گردھاری لال احقر نے تقریباً اُسی زمانے میں اپنی تاریخ ظفرہ' لکھی ہے اور اس جنگ کے
واقعات کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس پر ایک قطعہ بھی نظم کیا ہے لیکن سخت افسوس
ہے کہ اس میں اس نے موسیٰ خاں کے اس واقعہ سے قطعاً گریز کر دی ہے جس سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ یا تو اس واقعہ کو وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا یا اس لئے کہ اس نے اپنی تاریخ ان کے
عہد دیوانی میں لکھی ہے ان کے اثر کے تحت اس پر پردہ ڈالنے پر مجبور تھا۔ ورنہ ایسا اہم واقعہ
جس کی بنا پر ایک داروغہ ہرکارگان کو یک بیک اہم خدمت دیوانی ملی ہو اسی عہد کے ایک
مورخ کو (جو تقریباً اس واقعہ جنگ میں شریک بھی تھا) معلوم نہ ہونا قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

بہرحال اس جنگ کی اطلاع کے بعد ہی نظام علیخاں اورنگ آباد روانہ ہوئے جہاں وہ غرہ صفر ۱۱۷۷ھ م ۱۱ اگست ۱۷۶۳ء کو پہنچے۔ بقول گرانٹ ڈف یہ جنگ دو روز تک ہوتی رہی اس کے بعد رگھناتھ راؤ بھی دریا کو عبور کرکے نظام علیخاں کے پیچھے ہی اورنگ آباد پہنچا اور شہر کا محاصرہ کرلیا وہاں کے صوبہ دار درگاہ قلی خاں سالار جنگ نے شہر کا انتظام معقول کیا تھا۔ حملہ میں اس کو کامیابی ہونے نہ پائی اور وہ پسپا کردیا گیا اور صلح ہوگئی۔ جس میں رگھناتھ راؤ نے نظام علیخاں کی اس ہمدردی اور امداد کے نظر کرتے جو انھوں نے اس کے بھتیجے مادھوراؤ کے مقابلہ کے وقت اس کے ساتھ کی تھی اپنے عہدہ داروں میں مشورۃً یہ تحریک کی کہ اس علاقہ میں سے جو پیرگاوں کے صلح نامہ کی رُو سے نظام علیخاں کو دیا جانا چاہئے تھا۔ بتیس لاکھ کا ملک جانوجی کو دیا جائے اور باقی نظام علیخاں کو۔ لیکن اس کے عہدہ داروں نے اس سے اتفاق نہ کیا اور اُس کو اس امر پر راضی کرلیا کہ بعوض انیس لاکھ کے صرف دس لاکھ محاصل کا علاقہ بندگانعالی کو دیا جائے چنانچہ صلح نامہ میں یہی طے پایا۔ اسی صلح نامہ کی رو سے یہ بھی طے پایا کہ گوپال راؤ پٹ وردھن کو حسب سابق قلعہ مرج تفویض کردیا جائے اس کی تکمیل کے بعد بندگانعالی اور رگھناتھ راؤ کی باہمی ملاقات ہوی دوران گفتگو میں انھوں نے جنگ راکس بھون کی ناکامی کا الزام راجہ پرتاب ونت کی سوء عملی پر رکھا اسی ملاقات میں رگھناتھ راؤ نے یہ اعتراف کیا کہ پیرگاؤں کی مہم میں جو کچھ مدد نظام علیخاں کی جانب سے اس کو دی گئی تھی وہ قابل امتنان تھی اور صلح نامہ کے موجب کاغذات گزاشت پیش کئے اور جب جانوجی بھونسلہ کو اس کے کاغذات گزاشت دئے جانے لگے تو مہادیو راؤ نے جانوجی کو اس کی دغابازی پر

بڑی لعنت ملامت کی اور اس پر یہ الزام لگایا کہ ایسے نامعقول طریقے سے اُس نے ایک ایسی سلطنت کی تباہی کا ارادہ کیا تھا جس کے ایک رئیس نے اس کے باپ کو سرفراز کیا اور ہندؤوں کو اس بلند مرتبہ پر پہنچایا۔

خدمت دیوانی پر رکن الدولہ کی سرفرازی اور اس کا سبب

راجہ پرتاب ونت دیوان کے جنگ میں کام آجانے سے خدمت دیوانی تقرر طلب تھی مگر فی الحال کوئی موزوں شخص بندگانعالی کو نظر نہیں آتا تھا اور مناسب نہیں تصور کرتے تھے کہ یہ خدمت عرصہ تک تقرر طلب رہے اس لئے انھوں نے متوفی دیوان کے کمسن پوتے جمنا راجہ کو اس پر نامزد فرمایا جو صاحب تاریخ ظفرہ[1] کے بیان کے بموجب دو مہینے اس خدمت پر مامور رہے شیر جنگ نظام علیخاں کی آزردگی کی وجہ سے پونہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب موسیٰ خاں میدان جنگ سے نکل کر پونہ میں ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے تجویز یہ نکالی کہ موسیٰ خاں کو نظام علیخاں سے اپنی صفائی کا ذریعہ بنائیں اس غرض کے لئے انھوں نے مراد خان کو اپنا ہم خیال بنایا اور چونکہ وہ اور رگھناتھ راؤ پہلے ہی سے راجہ پرتاب ونت کے مخالف تھے اس لئے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ راجہ پرتاب ونت کا پوتا نظام علیخاں کا دیوان بنے کیونکہ اس صورت میں اس امر کا امکان تھا کہ جمنا راجہ اپنے دادا کا بدلہ لینے کی خاطر رگھناتھ راؤ اور مراد خاں کے خلاف کارروائی شروع کر دے اس لئے شیر جنگ اور مراد خان نے موسیٰ خان کو دیوان بنانے کی کوشش کی اور متذکرۂ صدر صلح نامہ کے شرائط میں ایک شرط یہ بھی قرار دی گئی کہ خدمت دیوانی پر

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۵۰۔

رکن الدولہ احتشام جنگ میر موسی خان

موسیٰ خاں مامور کئے جائیں اور اُدھر شیر جنگ نے موسیٰ خاں کو دیوان بنانے کی کوشش کرکے خود ان کے ساتھ یہ قرارداد کی کہ دیوان ہوجائیں تو وہ نظام علیخاں کی اس غلط فہمی یا سوءظنی کو رفع کریں جو شیر جنگ کی نسبت ان کو پیدا ہوگئی تھی اور پھر انھیں حضوری میں طلب کرکے باریاب کرادیں چنانچہ اس شرط صلح اور باہمی مفاہمت کو صاحب مآثر آصفی نے اس طرح بیان کیا ہے :-

"...... (شیر جنگ) آمدن میر موسیٰ خان با دو گوش و بینی غنیمت پنداشتہ بتواضع تمام پیش آمدہ باتفاق محمد مراد خاں بنائے صلح گزاشت و از شروط صلح این ہم قرارداد کہ بجائے راجہ پرتاب ونت از انتقالش میر موسیٰ خاں مدار کار شود و از میر موسیٰ خاں کہ ناآزمودہ کار و ستید صاف طینت و مقرب الحضرت بندگانعالی بود رعہود و مواثیق مضبوط کرد کہ ہرگاہ ازیں جا مخلصی یافتہ بحضور رود و بر مدار المہامی مامور شود عفو تقصیرات شیر جنگ کنانیدہ از جانب مرہٹہ طلب داشتہ دخیل امور جزو کل سازد میر موسیٰ خاں از آں حالت کہ زندگانی خود دشوار می دانست منصب جلیل القدر مدار المہامی زیادہ از حوصلۂ خود تصور کردہ با شیر جنگ عہد کرد کہ ما بجائے پسر شمائیم و زندگی ما محض بتوجہ شما می شود چہ جا کہ بریں مرتبۂ بلند سرفرازی فرمایند ما را بجز نام دفرماں بری دیگر نخواہد بود..."[1]

[1] مآثر آصفی حصۂ دوم ورق ۶۴۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جس وقت موسیٰ خاں شیر جنگ
عالم میں پہنچے ہیں ان کی زندگی دشوار تھی چہ جائے کہ ان کو عہدۂ مد
اسی بناء پر انھوں نے اس خدمت کو اپنے حوصلہ سے زیادہ تصور کر کے شیر جنگ
اقرار کیا کہ "میں آپ کے فرزند کے مانند ہوں میری زندگی محض آپ کی توجہ سے ہے
اگر اس بلند مرتبہ پر مجھے سرفراز فرمائیں تو اس صورت میں آپ کی اطاعت و فرماں بر
سوائے مجھ سے اور کیا ہو سکتا ہے" یعنے انھوں نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ خدمت دیوانی
سے گویا خود شیر جنگ ان کو سرفراز کر رہے ہیں اور تا زندگی انھوں نے کبھی اس احسان کو
فراموش بھی نہیں کیا اور آخر تک اپنا بزرگ سمجھتے رہے۔ بہرحال اس مفاہمت کے بعد
بندگانعالی نے حسب قرارداد موسیٰ خاں افتشام جنگ کو خطاب رکن الدولہ اور سرپیچ جیغہ
اور کنٹھہ مروارید مرحمت فرما کر خدمت دیوانی سے سرفراز فرمایا اس خدمت پر مامور ہو کر رکن الدولہ
نے بہ اظہار امتنان و تعمیل اقرار سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ نظام علیخاں کے دل سے اس سوء ظنی
کو رفع کریں جو شیر جنگ کی نسبت پیدا ہو گئی تھی۔ آخر اس میں ان کو کامیابی ہوی چنانچہ انھوں
نے شیر جنگ کو پونہ سے طلب کیا اور اپنے توسط سے باریاب کیا اور چونکہ شیر جنگ صلابت جنگ
کے عہد میں دیوان دکن رہ چکے تھے اور اس وجہ سے ریاست کے جز و کل امور سے واقف
اور لشکر کے عہدہ داروں اور سپاہیوں سے شناسائی رکھتے تھے وہ خود امور ریاست و
کاروبار سلطنت میں حصہ لینے لگے رکن الدولہ بظاہر مدار المہام تھے لیکن جمیع مہمات ریاست کا
اجرا انہیں کی صوابدید پر منحصر تھا صاحب حدیقۃ العالم اسی واقعہ کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں

در عہد[1] نواب آصف جاہ ثانی در اوائل مدار المہامی رکن الدولہ امور ریاست بصوابدید آں امیر روشن تدبیر (شیر جنگ) تمشیت می یافت بعد از آں کہ بنا بر کبر سن اگرچہ دست ازاں کشید اما زمام وصول ریاست در قبضہ اختیار آں والا اقتدار بود......"

نظام علیخاں کا بھیتہ ادھونی کی جانب

رگھناتھ راؤ سے صلح ہونے کے بعد نظام علیخاں غرہ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ م ۹ ستمبر ۱۷۶۳ء کو اورنگ آباد سے نکلے اور ارادہ یہ کیا کہ سیر و شکار کرتے اور بیدر ہوتے ہوئے حیدر آباد پہنچیں اور وہاں کے انتظامات سے فارغ ہو کر ادھونی کی جانب متوجہ ہوں کہ بسالت جنگ تقریباً اس زمانہ سے جب سے کہ صلابت جنگ مچھلی بندر سے واپس ہوئے تھے ریاست کے لئے خیالات خام پکا رہے تھے اور اس دوران میں جب کہ نظام علیخاں زمام ریاست کو ہاتھ میں لینے اور اس کے بعد مرہٹوں کے مقابلے میں لگے ہوئے تھے اُن کے اس خیال میں ترقی ہوتی رہی ان کے طرز عمل پر معلومات حاصل کرنے کے بعد (جو اوراق مابعد میں مذکور ہے) ان کے ساتھ نظام علیخاں کے سلوک کا صحیح اندازہ کیا جا سکیگا۔

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۸۹۔

بسالت جنگ کی جدوجہد

حصول اقتدار و ریاست کیلئے بسالت جنگ کی مساعی
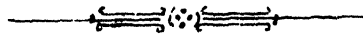
حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علیخاں برار، صلابت جنگ حیدرآباد اور موسیٰ بوسی پانڈیچری روانہ ہو گئے اور جب سرکاران شمالی میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے مابین جنگ ہونے لگی تو صلابت جنگ فرانسیسیوں کو مدد دینے کی خاطر حیدرآباد سے مچھلی بندر روانہ ہوئے لیکن وہ بعد از وقت موقع پر پہنچے اور انگریزوں کی کامیابی سے مطلع ہو کر ان سے مصالحت کی کوشش کرنے لگے اس دوران میں ان کو اطلاع ملی کہ نظام علیخاں برار سے حیدرآباد آرہے ہیں یہ سنتے ہی انھوں نے اپنی فوج کے ساتھ حیدرآباد کی راہ لی بسالت جنگ (جو اب تک بہ حیثیت وکیل صلابت جنگ کے ساتھ تھے) اُن سے علیحدہ ہو کر اپنی جاگیر (ادھونی) کو چلے گئے اور ایک دستہ فرانسیسی فوج کا حیدر جنگ مقتول کے بھائی ذوالفقار جنگ کے تحت نوکر رکھ لیا اور اپنے علاقہ سے نجیب اللہ قلعدار نیلور اور اُن بڑے بڑے پالیگاروں کو جو دریائے پنار کے کنارے رہتے تھے شاہی پیشکش کی ادائی کی نسبت تاکیدی خطوط لکھے اور یہ ظاہر کیا کہ منجانب شہنشاہ وہ اس غرض کے لئے مامور ہوئے ہیں۔

فرانسیسیوں کے تعلقات بسالت جنگ کے ساتھ

اسی عرصہ میں موسیٰ بوسی کو یہ توقع پیدا ہو گئی تھی کہ وہ صلابت جنگ سے مکرر اتحاد قایم کرلیگا اور یہ منصوبہ باندھ رہا تھا کہ صلابت جنگ سے

عرض معروض کر کے کرناٹک کی قیادت بسالت جنگ کے نام پر منظور کرادے تاکہ وہ (بسالت جنگ) وقتاً فوقتاً انگریزوں کے مقابلے میں فرانسیسیوں کی مدد کرتے رہیں اور یہ تہیہ کیا کہ وہ ایک دستہ فوج کے ساتھ بسالت جنگ کے پاس جا کر یہ معاہدہ طے کرلے کہ کرناٹک کی قیادت ملنے پر وہ اس کی مدد کرتے رہیں۔ اسی دوران میں اُس کو وندواسی (وانڈیواش) کی فتح کی اطلاع ملی جس کی وجہ سے وہ مقبوضات جدیدہ کے نئے انتظامات کی خاطر اپنے اس ارادہ کو پورا کرنے سے ایک عرصہ تک باز رہا۔ اس دَوران میں بسالت جنگ نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی چنانچہ انھوں نے پُولور پہنچ کر یہ اعلان کر دیا کہ اب نیلور پر حملہ کر دیں گے۔ لیکن جب وہ بنار کے قریب پہنچے تو انھوں نے جنوب کی سمت جانے کے عوض مغربی رُخ اختیار کیا اور ۱۰۔ ستمبر (م ۱۷۔ محرم) کو سانگام کے میدان میں اُترے جو نیلور سے سُولہ میل پر ایک ندی کے کنارے واقع ہے یہاں پہنچکر انھوں نے نجیب اللہ اور تین اور زمینداروں کو طلب کیا کہ وہ بذات خود حاضر ہو کر نذر و پیشکش داخل کریں۔ لیکن ان سب نے بہ لطائف الحیل ٹال دیا۔ آخر وہ اپنی تمام فوج کے ساتھ دریا عبور کر کے یکم اکٹوبر (م ۸۔ صفر) کو سیداپُورم میں قیام پذیر ہوئے اور موسیٰ بُوسی کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ بُوسی ۱۸۔ اکٹوبر (م ۲۵۔ صفر) کو آرکاٹ سے نکل چکا تھا کہ وندواسی کی فرانسیسی فوج تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بغاوت پر آمادہ ہوگئی اُس کا کچھ اثر خود اس کی رکاب کی فوج میں بھی پیدا ہونے لگا تو اس نے فوج کے تمام سپاہیوں کو اُنکی اپنی تنخواہوں کا ایک ایک حصہ دیکر سمجھا دیا۔ اُس کے بعد اُس نے اپنے راستہ کا رُخ بدلا۔ انگریز وندواسی کی

شکست کھا کر کنجیورم پر آٹھہرے جہاں سے گورنمنٹ مدراس نے کیپٹن مور کے تحت نوسو سپاہی[1] کی فوج بسالت جنگ کی طرف روانہ کی۔ وہ اس زمانہ میں سیدا پورم ہی میں مقیم تھے یہ فوج اس غرض سے بھیجی گئی تھی کہ بسالت جنگ کو بوسی کی فوج سے ملنے نہ دے۔ بنگر یا چیم اور وامرلہ وینکٹ پیٹھ کے پالیگار اتنک انگریزوں کے طرف دار تھے لیکن جب وہ انگریزی فوج کی امداد سے مایوس ہو گئے تو سمپت[1] راؤ کے توسل سے بسالت جنگ کے پاس چلے گئے محفوظ[2] خاں اور سمپت راؤ نے اپنے ایک وکیل کے ذریعہ بسالت جنگ کے ساتھ مفاہمت کر لی۔ سمپت راؤ نے یہ خیال کیا کہ اگر بسالت جنگ نواب کرناٹک ہو جائیں تو وہ اس کو اپنا دیوان بنا لیں گے اور جب وہ اپنے کاروبار کے تحت اپنے مرکز (ادھونی) کو لوٹ جائینگے تو کرناٹک میں محفوظ خاں کو اپنا نائب مقرر کر دیں گے اور (محفوظ خاں، سمپت راؤ اور بسالت جنگ میں) یہ مشورہ ہونے لگا کہ فرانسیسیوں سے کیا معاہدہ طے کیا جائے۔ اس نوبت پر آرمی کا بیان ہے کہ صلابت[3] جنگ کے دربار کا ایک امیر جو نظام علی خاں کا ایک معتبر طرفدار تھا۔ بسالت جنگ کے پاس پہنچا تا اُن کو انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں کی مدد حاصل

---

[1] یہ پہلے انورالدین خاں، نواب کرناٹک کا دیوان تھا ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے محمد علی کے پاس بھی رہا مگر انھوں نے اس کا اعتبار نہ کیا تو وہ مدراس کے محاصرے کے کچھ ہی عرصہ قبل اپنی تمام دولت لیکر کالستری میں جا رہا اور موجودہ نواب کرناٹک سے برخاستہ خاطر ہو کر محفوظ خاں سے مل کر منٹے ولی میں ایک فساد مچا رکھا تھا۔

[2] یہ انورالدین خاں، نواب کرناٹک کے دوسرے بیٹے اور محمد علیخاں کے بڑے علاتی بھائی تھے اور محمد علیخاں سے بڑے ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو ریاست کرناٹک کا حق قرار دیتے تھے اور حصول ریاست کے لئے ہمیشہ اپنے بھائی کے مقابلے میں ساعی رہتے تھے۔ [3] آرمی جلد ۲ صفحہ ۵۳۱۔

کرنے سے باز رکھے اور اس کے صلے میں ان کو مزید جاگیر و عطیہ کی توقع دلائی گئی افسوس ہے کہ اُن امیر کا نام و نشان نہ آرمی کو معلوم ہو سکا نہ ہم معلوم کر سکتے ہیں۔ بسالت جنگ آخر سمپت راؤ کے مشورے پر مائل ہوئے اور اگر انگریزی فوج کالستری میں نہ پہنچی ہوتی تو وہ (بسالت جنگ) کرناٹک کے علاقہ میں داخل ہو گئے ہوتے انگریزوں کے کالستری میں آجانے کے علاوہ وہ اس وجہ سے بھی پست ہمت ہو گئے کہ موسیٰ بوسی اپنی معینہ تاریخ کے بعد بھی سیدا پورم نہ آیا۔ جہاں اُن سے ملنے کی قرارداد ہوئی تھی۔ جب اُن (بسالت جنگ) کو وندواسی کی فرانسیسی سپاہیوں کی بغاوت کی اطلاع ملی تو وہ پنار کو عبور کر کے شمال مغربی سمت میں کڈپہ چلے گئے اُن کی فرانسیسی فوج ان کے ساتھ رہی اور فرانسیسی عہدہ دار اُن کو یہ یقین دلاتے رہے کہ بوسی اُن سے کڈپہ میں آملیگا بوسی کو یہ اطلاع ۲۴ ر اکتوبر م ۲ ربیع الاول کو ملی اور وہ فوج کی صرف تین کمپنیوں کے ساتھ اُسی دن نکلا اور ۱۰ ر نومبر ۱۷۵۹ء م ۱۹ ربیع الاول کو بسالت جنگ کے کیمپ میں پہنچا جو کڈپہ سے چھ میل پر ایک میدان میں قایم ہوا تھا بسالت جنگ کے رکاب کی فرانسیسی فوج کو تنخواہ کے علاوہ سامان رسد کی بھی سخت تکلیف تھی اور ان کی ضروریات کی پابجائی میں عہدہ داروں نے اپنی ایک ایک چیز فروخت کر دی تھی انھیں تکالیف کی وجہ سے یہ فوج بھی باغی ہونے پر آمادہ تھی۔ بوسی سے مل کر بسالت جنگ نے اپنے یہ شرائط پیش کئے :-

بسالت جنگ کے شرائط اتحاد فرانسیسیوں کے ساتھ

(۱) فرانسیسی اُن (بسالت جنگ) کو آرکاٹ کا خود مختار مالک تصور کریں۔

(۲) فرانسیسی اپنے تمام مقبوضہ علاقہ کو اُن کے تفویض کر دیں۔

(۳) اُن ممالک کی آمدنی کا صرف ایک ثلث حصہ بسالت جنگ ان کے حق میں چھوڑ دیں گے۔

(۴) اس کے بعد جو حصہ ملک فتح ہو وہ بلا شرکت غیرے خود اُن کی ملک ہوگا

(۵) ریاست کے کاروبار دیوان چلائیگا جس کو وہ خود مامور کریں گے۔

(۶) فرانسیسی اس امر پر حلف اُٹھالیں کہ اگر نظام علیخاں کرناٹک میں داخل ہو تو بسالت جنگ کی مدد کریں گے اور اگر فرانسیسی انگریزوں سے صلح کرلیں یا اُن کو فتح کرلیں تو نظام علیخاں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنی فوج کا ایک حصہ وہ اُن (بسالت جنگ) کو دیں

(۷) صلح ہو جانے کے بعد کرناٹک اور اس کے محالات پر بسالت جنگ قابض رہیں گے اور فرانسیسی کسی حصہ آمدنی کے مستوجب نہیں ہونگے۔

(۸) بسالت جنگ کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہیں دکن میں داخل ہوں۔

(۹) جب کبھی وہ اپنے مرکزی مقام سے نکلیں تو فرانسیسیوں کو چاہئے کہ وہاں کی حفاظت تین سو یورپین اور دو ہزار دیسی سپاہیوں اور توپ خانہ اور آلات حرب و ضرب کے ساتھ کریں اور اس کے اخراجات کرناٹک کی آمدنی سے بسالت جنگ ادا کردینگے

(۱۰) ایک عرصہ سے بسالت جنگ کی فوج کی تنخواہ تقسیم نہیں ہوی تھی اور ناصر جنگ کی شہادت کے بعد سے وہ کرناٹک میں خدمات بجالانے سے پہلو تہی کرتی تھی اس لئے موسی بوسی کو چاہئے کہ چار لاکھ روپیہ قرض دے تاکہ اس رقم سے فوج کی تنخواہ ادا کرکے

اس کو پیش قدمی پر رضامند و آمادہ کیا جا سکے۔

(۱۱) موسیٰ بُوسی کو اگر اس معاہدے پر عمل کرنا منظور نہ ہو تو بسالت جنگ کے آرکاٹ پہنچنے کے بعد اس کی فوج پُرامن طریقہ سے ان کے علاقہ سے باہر ہو جائے۔

ان شرائط کا مسودہ سمپت راؤ نے مرتب کیا تھا ظاہر ہے کہ ایک ایسی قوم کا کوئی رکن جس کا مطمح نظر جلب منفعت اور ملک گیری ہو ان شرائط کو کس طرح منظور کر سکتا تھا بُوسی نے ان کو پسند نہ کیا اور دوسرے شرائط پیش کئے جن کو بسالت جنگ نے منظور کیا اور اُس کی صلاح سے ایک فرمان جاری کیا۔ جس کی رُو سے صوبۂ آرکاٹ فرانسیسیوں کو دیدیا گیا اور یہ احکام نافذ کر دئے گئے کہ اس علاقہ کے تمام زمیندار پالیگار فرانسیسی گورنمنٹ کو مقررہ نذرانہ و پیشکش ادا کیا کریں۔ اس تصفیہ کے بعد بُوسی نے بسالت جنگ ہی کی رقم سے ضروریات فوج کی تکمیل کر لی اور چھٹے دن ۱۶ نومبر (م ۲۵ ربیع الاول) کو واپس ہوا اور ۱۰ ڈسمبر ۱۷۵۹ء (م ۱۹ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ) کو آرکاٹ پہنچا۔

بسالت جنگ کا وکیل مطلق کی حیثیت سے معاملات ریاست میں دخیل ہونا

اس واقعہ کے مہینہ دو مہینہ کے اندر اندرا و دگیر کی جنگ ہوئی جس کے بعد نظام علیخاں راجمندری گئے تو بسالت جنگ صلابت جنگ کے پاس پہنچے اور ان کے وکیل مطلق کی حیثیت سے کاروبار ریاست میں دخیل ہو گئے صاحب سوانح دکن کا بیان ہے کہ اس دفعہ[1] اُن کے انتظام سے خرچ بڑھ گیا اور آمدنی گھٹ گئی۔ جس کی وجہ سے فوج قابو سے باہر ہو گئی اور ہر ایک امیر اپنے قدح کی خیر

---

[1] سوانح دکن صفحہ (۱۷۰)۔

منانے لگا ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں اس وجہ سے تامل ہے کہ اس وہلہ میں بسالت جنگ
نے کاروبار ریاست زیادہ عرصہ تک انجام نہیں دئے سال چھ مہینے میں کسی ریاست
کے مداخل ومخارج کی کمی یا اضافہ کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس نوبت پر آمدنی کی کمی
کا الزام ان پر عائد نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ جنگ اودگیر میں جو صلح ہوی تھی اس
کی رُو سے تقریبًا ساٹھ لاکھ محاصل کا نقصان ہوگیا تھا اور یہ انصاف سے بعید ہے کہ
اس کمی کا الزام بسالت جنگ کے ذمہ عائد کیا جائے بہرحال اس دوران میں بسالت جنگ
کو یہ سوجھی کہ اپنی جاگیر کے اطراف کے علاقے[1] کو ریاست کی فوج کے ذریعہ اپنے زیر اثر
لائیں چنانچہ وہ صلابت جنگ کو لیکر بیجا پور کی طرف روانہ ہوے ابھی بلاری تک
ہی پہنچے تھے کہ بندگانعالی کو بسالت جنگ کے طرز عمل کی خبر ملی اور وہ بہ منازل طولانی
بھائی کے پیچھے روانہ ہوے جب ان کی آمد کی خبر ملی تو بسالت جنگ صلابت جنگ کو
چھوڑ کر ادھونی چلے گئے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے تھے ریاست کے
مفاد کے لئے نہیں بلکہ یا تو اپنے جلب منفعت کی غرض سے کر رہے تھے یا نظام علیخاں
کے منصوبوں کو نقصان پہنچانے کے لئے جب اُن کو اِن کے آنے کی خبر ملی تو وہ اسی وجہ سے
سب چھوڑ چھاڑ اپنی جاگیر کو چلے گئے رنمست خاں فوجدار کرنول ان کی طرفداری پر
آمادہ ہوگئے اور یہ دونوں متحد ہوکر بڑے منصوبے باندھنے لگے۔ اس دوران میں نظام علیخاں
مرہٹوں کے معاملات میں گتھے رہے جسکی وجہ سے ان کو موقع نہیں ملا کہ بسالت جنگ کی

---

[1] یہ علاقہ یا تو مرہٹوں کی دست برد سے یا حیدر علیخاں کی مداخلت کے باعث انکی دست رس سے باہر ہو رہا تھا۔

تہدید و تنبیہہ کرتے یہاں تک کہ راکس بھون کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے جنوبی معاملات میں دلچسپی لینے کا تہیہ کیا۔

صلابت جنگ کا انتقال اور اس کے متعلق مورخین کا بیان

جب نظام علیخاں حیدر آباد کے ارادے سے اورنگ آباد سے نکلے تو ان کو اطلاع ملی کہ ۸ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ م ۲۶ ستمبر ۱۷۶۳ء کو بیدر میں صلابت جنگ کا انتقال ہو گیا ان کی وجہ مرگ کے متعلق گرانٹ ڈف[1] لکھتا ہے کہ نظام علیخاں نے ان کو ہلاک کروا دیا۔ صاحب مآثر آصفی[2] کا بیان بھی یہی ہے صاحب حدیقۃ العالم لکھتا ہے کہ ان کا گلا گھونٹ[3] دیا گیا۔ اور صاحب اندازہ واقعات دکن کا بیان ہے کہ صلابت جنگ نے قید خانہ سے نکل جانے کی چند بار ناکام کوششیں کیں جس پر وہ ہلاک کئے گئے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ صلابت جنگ کی یکایک موت کی اطلاع پر مورخین نے اپنا اپنا قیاس لگایا ہے لیکن کسی مورخ نے اپنا ذریعہ معلومات نہیں بتایا ہے جس سے حقیقت واقعہ پر کوئی تنقیدی نظر ڈالی جا سکتی تاہم ہمارے خیال میں ایسا کوئی قیاس قائم کرنے سے پیشتر یہ امر غور طلب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہلاک کرنے کے لئے یہ محل یا موقع تھا بھی یا نہیں۔ ہم ایسی کوئی کافی وجہ نہیں پاتے جس پر سے یہ قیاس کیا جا سکے کہ نظام علیخاں اپنے بھائی کی موت کا باعث ہوے جب انھوں نے صلابت جنگ کو نظر بند کر دیا اور وہ ہر طرح سلطنت پر قابض ہو چکے تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اُن کی جان کے

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۲۶۔

[2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۷۔

[3] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۸۴۔

درپے ہوتے اس کا امکان اسی وقت تھا جب کہ انھوں نے صلابت جنگ کو نظر بند کیا تھا نہ کہ اس کے تیرہ مہینے بعد اگر یہ تصور کیا جائے کہ رگھناتھ راؤ کے غلبہ پانے کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ وہ بجائے نظام علیخاں کے صلابت جنگ کو پھر تخت پر بٹھا دے گا جیسا کہ حدیقۃ العالم میں بتایا گیا ہے تو یہ اس وجہ سے باور نہیں کیا جا سکتا کہ جنگ کے ساتھ ہی رگھناتھ راؤ نظام علیخاں کے تعاقب میں اورنگ آباد پہنچ گیا جہاں اس سے صلح ہوگئی اگر وہ صلابت جنگ ہی کی طرفداری پر مائل ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ دریائے گوداوری کے اسی کنارے سے جہاں جنگ ہوی تھی وہ بیدر کی طرف روانہ ہو جاتا اور صلابت جنگ کو قلعہ سے نکالکر تخت نشین کر دیتا۔

بسالت جنگ کو صلابت جنگ کے رحلت کی اطلاع پر بدگمانی

صلابت جنگ خواہ اپنی مرگ طبعی سے مرے ہوں خواہ کسی نے ان کو قتل کیا ہو مگر ان کی موت کی اچانک اطلاع جب بسالت جنگ کو پہنچی تو ان کو نظام علیخاں سے اور سوء ظنی پیدا ہوگئی اور اُن کو ان کے غاشیہ برداروں نے یقین دلادیا کہ نظام علیخاں ہی نے ان کو ہلاک کرادیا ہے اب اگر بسالت جنگ اُن کے ہاتھ لگ جائیں تو اُن کی بھی خیر نہیں اس کے بعد وہ نظام علیخاں کے اور زیادہ مخالف اور فوجدار کرنول کے ساتھ متحد ہو کر آمادۂ پیکار ہوگئے۔

نظام علیخاں کو اپنے بھائی (صلابت جنگ) کے انتقال کی اطلاع ملی تو انھوں نے بہت کچھ اظہار ملال کیا اور حسب دستور تین دن تک ڈیوڑھی کی نوبت نوازی موقوف کرادی اور تین دن تک خود بدولت برآمد نہیں ہوے فاتحہ زیارت کے بعد دربار منعقد ہوا

اور حیدر آباد کی طرف روانگی عمل میں آئی۔

شوراپور کے زمیندار نے عرصہ سے پیشکش ادا نہیں کی تھی اس لئے دوران سفر ہی میں بندگان عالی نے ظفر الدولہ کو اس کے وصول کرنے کے لئے مامور کیا اور آپ حیدرآباد رونق افروز ہوئے یہاں پہنچکر اعلیحضرت نے مراد خاں اور اس کے خلیرے بھائی ہمت خاں کو قلعۂ گولکنڈہ میں قید کر دیا کہ انھوں نے رگھناتھ راؤ سے سازباز کرلی تھی اور راکس بھون کی جنگ میں افواج بندگانعالی کی شکست کا باعث دراصل یہی مُراد خان نامراد تھا۔

بسالت جنگ پر نظام علیخاں کی فوج کشی

اس کے بعد نظام علیخاں حیدر آباد سے ادھونی روانہ ہوئے جب اُن کا لشکر دریائے تنگبھدرا کے قریب پہنچ گیا اور بسالت جنگ نے اپنے آپ میں ان کے مقابلے کی طاقت نہ پائی تو کرنول کے قلعہ میں متحصن ہوگئے نظام علیخاں نے رسل و رسائل اور قاصد و ایلچی کے ذریعے فہمایش کی اور اُن کی گذشتہ فروگزاشتوں کی معافی اور ان کی جاگیر ادھونی اُن پر حسب سابق بحال رکھنے کا وعدہ کیا جس کے بعد بسالت جنگ رستم خاں فوجدار کرنول کے ہمراہ ۱۵ ربیع صفر ۱۱۷۸ھ (م ۱۴ اگست ۱۷۶۴ء) کو بندگانعالی کی خدمت میں حاضر اور قدمبوسی سے مشرف ہوئے اور حسب قرارداد ان کی جاگیر اُن پر بحال کر دی گئی۔

نظام علیخاں کرناٹک میں
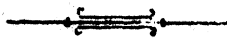
چندر بدن اور مہیار کا قصہ عشق اور اُن دونوں کی قبر کی زیارت

ادھونی کی مہم سے فراغت پاکر خود بدولت ترپتی روانہ ہوئے اس موقع پر صاحب توزک آصفیہ نے ذکر کیا ہے کہ موضع کدری کوٹہ میں ایک قبر پائی گئی جس کے دو تعویذ تھے بندگانعالی نے اس کو ملاحظہ کرکے دریافت فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور یہ قبر کس کی ہے معلوم ہوا کہ اس میں مہیار[1] نامی عاشق اور اس کی معشوقہ چندر بدن دفن ہیں۔ بندگانعالی کا قیام اس موضع میں تین روز رہا لشکر کے اکثر لوگ اس قبر کی زیارت کرتے رہے چوتھے روز وہاں سے کوچ ہوا اور سواری کوہستان

---

[1] مورخ موصوف کا بیان ہے کہ اُن دونوں کے معاشقہ کا واقعہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں گزرا ہے لیکن اس تاریخ کے نشائع کنندہ میر احمد علی صاحب موسوی کہتے ہیں کہ انھوں نے بعض نسخوں میں اس واقعہ کو محمد عادل شاہ کے عہد میں لکھا پایا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر فرشتہ نے اپنی مشہور تاریخ میں نہیں کیا ہے جو ابراہیم عادل شاہ ہی کے زمانہ کا مورخ ہے البتہ اس کا ذکر تاریخ عادل شاہیہ کے مصنف نے کیا ہے جو اس واقعہ کو محمد عادل شاہ کے عہد سے متعلق کرتا ہے قیاس یہ ہوتا ہے کہ شاہ تجلی مصنف توزک آصفیہ نے اس واقعہ کو بہ شکل مثنوی مفصلاً لکھا ہے کیونکہ اپنی تاریخ میں جہاں انھوں نے یہ واقعہ لکھا ہے وہیں اپنے چند اشعار بھی لکھے ہیں جن سے اس قصہ کا ذرا سا خاکہ ذہن میں آجاتا ہے ممکن ہے کہ ان کا ماخذ چندر بدن و مہیار کی وہ اردو مثنوی ہو۔ جس کو مرزا محمد مقیم مقیمی نے ۱۰۳۵ھ اور ۱۰۴۵ھ کے مابین لکھا ہے۔

ترچنی میں داخل ہوی اطراف کے چھوٹے چھوٹے زمیندار اور پالیگاروں نے خدمت میں
حاضر ہو کر اپنے اپنے پیشکش داخل کئے ۔

نظام علیخاں کے آنے کی اطلاع پر نواب کرناٹک کا مدراس چلا جانا

نواب کرناٹک کو جب بندگانعالی کے آنے کی اطلاع ملی تو
وہ آرکاٹ چھوڑ مدراس چلے گئے اس چڑھائی کی وجہ یہ تھی
کہ کرناٹک کا علاقہ صوبہ دکن میں شامل تھا جس پر نظام علیخاں منجانب شہنشاہ مغلیہ صوبہ دار
مقرر ہوے تھے اور نواب کرناٹک صوبہ دار دکن کے زیر اثر و اقتدار ہوتا تھا لیکن موجود الوقت
نواب ان کی سیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور سالانہ واجب الادا رقم عطا نہیں کر رہے تھے
نظام علیخاں کے کرناٹک میں آنے کی غرض یہی تھی کہ ان کو راہ راست پر لائیں لیکن جب
محمد علیخاں نواب کرناٹک کو اُن کے آنے کی اطلاع ہوی تو اُن سے کچھ کرتے دھرتے
بن نہ پڑی اور وہ سیدھے انگریزی کمپنی کی حمایت میں چلے گئے جس پر بندگانعالی نے یہ مناسب
خیال کیا کہ اپنے پاس سے کسی دیرینہ کار امیر کو بہ حیثیت سفیر مدراس بھیجیں تا کہ وہ خود نواب
کرناٹک کو حکمت عملی سے راہ راست پر لگا لائے اور اس غرض کے لئے منیر الملک میر اللہ
حیدر یار خاں شیر جنگ کا انتخاب فرمایا امتثال امر میں وہ مدراس گئے اور نشیب و فراز
سے نواب کرناٹک کو آگاہ کر کے ہموار کر لیا لیکن اُن پر نظام علیخاں کا رُعب ایسا مستولی
ہو گیا تھا کہ وہ بذات خود بندگانعالی کے حضور میں نہ آسکے البتہ اپنا ذگی پیشکش اور اپنی
نذریں شیر جنگ ہی کے ذریعے داخل کر دیں اور آئندہ اطاعت کا اقرار کر لیا ۔

نظام علیخاں کا کرناٹک پر حملہ کرنا اور اسکے متعلق انگریزی مورخین کا بیان

اس موقع پر نظام علیخاں کے کرناٹک میں آنے کے متعلق ایچی سن نے

بیان کیا ہے کہ انھوں[1] نے سنہ ١٧٦٥ء (م سنہ ١١٧٦ھ) میں کرناٹک پر حملہ کیا لیکن وہ پسپا کردئے گئے خدا جانے اس پسپائی کا داخلہ اس کو کہاں سے ملا۔ برگس نے بھی اپنی کتاب دی نظام میں لکھا ہے کہ کرنل کیمبل[2] نے نظام علیخاں کو اپنے ملک کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور کردیا۔ اس کا یہ بیان بھی ہماری نظر میں قابل تحقیق ہے اس واسطے کہ سنہ[3] ١٧٦٤ء کے اختتام سے جون سنہ ١٧٦٦ء تک مدراس گورنمنٹ سے مختلف رسالے اور پلاٹن مرکزی اور جنوبی کرناٹک کے پالیگاروں کے مقابلے کے لئے مامور ہوے تھے اور ترچناپلی کے شمالی علاقہ کے پالیگاروں کے مقابلے میں کرنل چارلس کیمبل کے تحت ایک مختصر سی فوج بھیجی گئی تھی جو کہیں نظام علیخاں کی فوج سے مقابل نہیں ہوی اور خود کرنل مذکور کی رپورٹ کے شائع شدہ حصہ میں بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا تو پھر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کرنل کیمبل نے نظام علیخاں کو اپنے ملک کی طرف مراجعت پر مجبور کردیا۔ یہ ممکن ہے کہ کیمبل نے بندگا نعالی کے طرفدار پالیگاروں پر حملہ کرکے ان کو پسپا کیا ہو اور اہالیان کمپنی نے اس کی اس کارگزاری کو نظام علیخاں کے مقابلے میں تصور کیا ہو لیکن ہم کو اس کا بھی کوئی قطعی ثبوت نہیں ملتا اور تاوقتیکہ ایسا کوئی مواد یا رپورٹس یا اور حالات شائع ہوں جن سے اس کا ثبوت ملے۔ ہم یہی یقین رکھتے ہیں کہ نظام علیخاں اور انگریزی فوج کا اس عرصہ میں کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔

---

[1] ٹری ٹیر طبع سنہ ١٩٢٩ جلد صفحہ ٢۔ [2] دی نظام جلد اول صفحہ ٦٩۔ [3] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد اول صفحہ (١٩٦)۔

کرناٹک سے نظام علیخاں کی واپسی

کرناٹک سے واپسی کا راستہ

بہرحال جب شیر جنگ محمد علیخاں نواب کرناٹک کے پاس سے تحفہ تحائف اور نذر و پیشکش لیکر حاضر ہوئے تو بندگانعالی نے راجمندری کی طرف کوچ کے احکام صادر فرمائے کہ وہاں کے معاملات کو اپنے قابو میں لانا ضروری تھا اس واسطے کہ اودگیر کی جنگ کے بعد نظام علیخاں اودھر کے انتظام کی غرض سے نکلے تھے مگر چونکہ راستہ ہی میں انکو صلابت جنگ کے انحراف کی اطلاع ملی تھی اس لئے کسی انتظام کے بغیر وہ حیدرآباد لوٹ گئے تھے اور یہاں کے انتظامات کو کسی اور وقت پر اٹھا رکھا تھا جس کا موقع اُن کو اب ملا۔ اس سفر میں ایسے راستہ سے گزر ہوا جس میں کوہستانی سلسلہ کی وجہ سے اور پانی نہ ملنے کے باعث فوج کو بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوا اس راستہ کے اختیار کرنے کی وجہ صاحب تزک آصفیہ نے یہ بیان کی ہے کہ اس علاقہ والوں نے یہ خیال کیا کہ اگر آباد حصۂ اراضی سے گزر ہوگا تو اراضی پامال اور زمینداروں کو نقصان پہنچے گا اور بندگانعالی بہت جلد راجمندری پہنچکر وہاں کے صوبہ دار قطب الدولہ حسن علیخاں کو قابو میں لانا چاہتے تھے اس لئے زمینداروں نے عرض کیا کہ یہی غیر آباد کوہستانی راستہ قریب تر ہے لیکن یہ توجیہ کچھ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی اس واسطے کہ راجمندری کے انتظام کی ایسی کوئی جلدی نہیں تھی جہاں دو چار سال کا توقف ہوا وہاں اور ایک دو مہینہ کی تاخیر ہوسکتی تھی اور کرنول اور اس کا جنوبی حصہ اس خطہ

سے زیادہ آباد تھا جہاں کے گزرنے میں اس قسم کا کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوا تھا تو پامالی اراضی کی نسبت یہاں کے زمینداروں کا معروضہ کہاں تک قابل پذیرائی ہو سکتا تھا۔ لیکن ہم کو اس قیاس کی بھی کوئی گنجائش نہیں معلوم ہوتی کہ کسی بیرونی یا مخالف قوت کے تصادم کے اندیشے سے انھوں نے یہ راستہ اختیار کیا اس واسطے کہ کرناٹک کے علاقہ کے اکثر و بیشتر زمیندار و پالیگار ان کے مطیع ہو چکے تھے اور نواب کرناٹک بھی اُن سے متحد ہو گئے تھے بہرحال صورت حالات کے نظر کرتے ممکن ہے کہ نظام علیخاں نے اسی ڈھب راستہ کو ترجیح دی ہو۔ بندگانعالی دریائے کرشنا پار ہوے تو راجمندری کے صوبہ دار نے قدمبوسی کا شرف حاصل کیا وہ قبل ازیں خدمت سے معطل کردئے گئے تھے لیکن جب بندگانعالی بجواڑہ پہنچے تو وہ بحال کردئے گئے۔

نظام علیخاں کا حیدرآباد واپس آکر انتظام ریاست میں منہمک ہونا

یہاں سے بندگانعالی حیدرآباد روانہ ہوے جہاں پہنچکر اعلیحضرت نے برار اور اورنگ آباد کی صوبہ داری کا انتظام فرمایا چنانچہ اورنگ آباد کی صوبہ داری سے درگاہ قلی خاں سالارجنگ کو علحدہ کرکے ان کی جگہ غلام سید خاں معین الدولہ کو اور غلام سید خاں کی جگہ برار کی صوبہ داری پر اسمٰعیل خاں پنی کو مامور کیا۔ اس انتظام سے شیر جنگ اور ان کے طرفداروں کا اثر کم ہوگیا اور غلام سید خاں (ارسطوجاہ) اور ان کے جانب داروں کو ترقی ہوی اور شیر جنگ نے دیوانی کے معاملات میں دلچسپی لینی کم کردی ممکن ہے کہ ان کے نزدیک اس انتظام کے بانی مبانی دیوان وقت موسیٰ خاں رکن الدولہ ہی ثابت

ہوئے ہوں۔

محکم سنگھ پیشکار کا طرز عمل اور اس کا اثر رکن الدولہ پر۔

موسیٰ خان رکن الدولہ نے دیوان ہونے کے بعد محکم سنگھ کو اپنا پیشکار بنایا تھا ان کی طبیعت بہت جزرس واقع ہوئی تھی جس کا اثر رکن الدولہ پر بھی آہستہ آہستہ ہوتا رہا۔ لیکن جب تک وہ شیر جنگ کے مشوروں پر کاربند رہے ان سے ایسی کوئی فروگذاشت ہونے نہیں پائی جو عام بددلی کا سبب ہوتی جب دربار کے رنگ کو شیر جنگ نے بدلتا ہوا پایا تو وہ آہستہ آہستہ معاملات دیوانی سے اپنا تعلق کم کرتے گئے اور رکن الدولہ اپنے پیشکار کے مشورے پر کام کرنے لگے مہم جنوبی کی زیرباری کے باعث فراہمی زر کی ضرورت محسوس ہونے لگی جس کے لئے محکم سنگھ نے یہ تدبیر پیش کی کہ تمام جاگیرداروں اور انعام داروں پر ان کے جاگیرات اور انعامات کا ایک سالہ محاصل بطور مصادرہ عاید کر دیا جائے اس پر رکن الدولہ نے ذرا بھی دور اندیشی سے کام نہ لیا اور صرف یہ معلوم کر کے کہ اس طریقہ سے آمدنی معقول ہو جائیگی اس تجویز پر صاد کر دیا اور احکام حسبہ جاری ہو گئے اور رقمیں اسی بناء پر بجبر و تعدی وصول کی گئیں جس کی وجہ سے تمام جاگیردار و انعامدار موسیٰ خاں رکن الدولہ سے ناراض ہو گئے اور اس کے بعد سے واقعات ایسے پیش آتے گئے جس سے ان کے خلاف عام ناراضی بڑھتی گئی حتیٰ کہ خود محلات مبارک میں بھی ان کی نسبت شکایت پیدا ہو گئی جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی

راجہ ناگپور پر حملہ

۱۷۷۱ء میں نبدگانعالی جانوجی بھونسلہ پر حملہ کرنے کی غرض سے نکلے اس حملہ کی وجہ کسی فارسی مورخ نے نہیں لکھی ہے گرانٹ ڈف البتہ یہ کہتا ہے کہ رگھناتھ راؤ[1] نے حال ہی میں حیدر علیخاں سے جو صلح کی تھی اس سے مادھوراؤ پیشوا ناراض تھا اور اپنی ماں کی تعلیم پر اپنے چچا رگھناتھ راؤ سے علحدہ بھی ہونا چاہتا تھا لیکن اس کے ساتھ اس کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں رگھناتھ راؤ اس سے علحدہ ہوکر جانوجی بھونسلہ یا نظام علیخاں سے متفق نہ ہوجائے اسی لئے اس نے مناسب یہ خیال کیا کہ پہلے جانوجی بھونسلہ اور نظام علیخاں میں سے کسی ایک کے ساتھ اتفاق کرکے دوسرے کو اپنے زیر اثر کرلے چونکہ اس زمانے میں حیدر علیخاں کے مقابلہ میں نظام علیخاں کو مادھوراؤ پیشوا سے مدد حاصل کرنے کی توقع تھی اس لئے پیشوا نے یہ تجویز نکالی کہ پہلے نظام علیخاں کو جانوجی بھونسلہ کے مقابلہ میں اپنا شریک بنالے ان دونوں میں کوئی خفیہ سمجھوتہ ہوگیا اور اودھر سے پیشوا ادھر سے نظام علیخاں اپنی اپنی فوج لیکر جانوجی کے علاقہ کی طرف بڑھے اور دونوں فوجیں برار میں داخل ہوئیں۔

جانوجی کا صلح کے لئے درخواست کرنا	جانوجی بھونسلہ تاب مقاومت نہ لاکر صلح کی درخواست

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ (۵۷۰)۔

کرنے پر مجبور رہا اور راکس بھون کی جنگ میں نظام علیخاں کا ساتھ چھوڑنے کے صلہ میں جو علاقہ[1] اس کو ملا تھا اس کا سہ ربع حصہ ۴ فروری ۱۷۶۶ء (م ۲۳ شعبان ۱۱۷۹ھ) کو متحدین کے حق میں واگذاشت کیا جس میں سے پندرہ لاکھ روپے سالانہ محاصل کا علاقہ پیشوا نے قیام اتحاد و استحکام دوستی کی غرض سے ۱۶ فروری ۱۷۶۶ء (م ۶ رمضان ۱۱۷۹ھ) کو نظام علیخاں کے سپرد کر دیا۔ صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ رگھناتھ راؤ[2] اس موقع پر عہد و پیمان کا معاملہ مادھو راؤ پیشوا پر چھوڑ کر آپ ہندوستان روانہ ہو گیا اس سے رگھناتھ راؤ کا یہ خیال ظاہر ہوتا ہے کہ جنوب میں حیدر علیخاں کے ساتھ جو صلح اس نے کی تھی اس کے شرائط سے مادھو راؤ کو اتفاق نہیں تھا اس لئے رگھناتھ راؤ نے شاید یہ سوچا کہ اس موقع پر خود اس کو (مادھو راؤ) اس بات کا موقع دیا جائے کہ شرائط وہ خود طے کرے تاکہ صلح کی ذمہ داریوں کا اس کو تجربہ ہو اور اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو رگھناتھ راؤ کو بھی اس کی حرف گیری کا موقع مل جائے۔

صلح کے بعد پیشوا کی ملاقات بندگانعالی اور ضیافت کے بعد واپسی

صلح کے بعد نظام علیخاں دریائے کاٹھی پورنا پر اقامت گزیں ہوئے یہاں مادھو راؤ رکن الدولہ کے توسل سے حاضر خدمت ہوا۔ مجرئی کے وقت پیشواؤں کا دستور تھا کہ دوتا ہو کر تسلیم بجا لاتے تھے اس عادت کے خلاف مادھو راؤ نے سیدھے کھڑے ہو کر سلام کیا جو بندگانعالی کو ناگوار ہوا اس لئے آپ نے اس کا سلام نہ لیا لیکن جانبین کے امراء نے اس کو رفع دفع کر کے صفائی کرا دی

---

[1] اس کا محاصل حسب کاغذات دفتر پونہ پچیس لاکھ پچاس ہزار دو سو اناسی روپیہ دس آنے ایک پائی ہوتا ہے۔ توزک آصفیہ صفحہ ۱۵۷۔

دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے نظام علیخاں نے مادھوراؤ کو خلعت وجواہر عطا فرمائے وہیں دریا کے کنارے ایک نہتم بالشان جشن ترتیب دیا گیا رقص و سرود کی محفلیں جمائی گئیں تمام امراء عظام کو حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے ڈیرے کا رخ دریا کی طرف رکھیں اور ڈیرے کے سامنے اور آس پاس روشنی کریں اس جشن میں مادھوراؤ کی ضیافت کی گئی خود بدولت اس کو ساتھ لیکر دریا کے کنارے کنارے چراغوں کا ملاحظہ کرتے اور رقص و سرود سنتے گئے اس جشن و ضیافت کے بعد پیشوا کو رخصت فرما کر بندگانعالی جانب شوراپور نہضت فرما ہوے۔

صاحب تاریخ ظفرہ کہتا ہے کہ بندگانعالی یہاں سے حیدرآباد روانہ ہوے اور صاحب تزک آصفیہ اور حدیقۃ العالم دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ بندگانعالی کاٹھی پورنا سے شوراپور روانہ ہوے اور وہاں سے پیشکش حاصل کرکے گلبرگہ تشریف لے گئے صاحب ظفرہ چونکہ اسی عہد کا مورخ ہے اس لئے اس کے بیان کو غلط بھی تصور نہیں کیا جا سکتا یہ البتہ ممکن ہے کہ بندگانعالی کاٹھی پورنا سے حیدرآباد آئے ہوں اور حیدرآباد سے شوراپور اور پھر شوراپور سے گلبرگہ میں اقامت کی ہو۔ اعلحضرت نے درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز[1] کی زیارت اور سجادۂ درگاہ سے ملاقات فرمائی۔

گلبرگہ کے قیام کے دوران میں محکم سنگھ پیشکار کا قتل۔

گلبرگہ کے قیام کے دوران میں رکن الدولہ کے پیشکار محکم سنگھ کا قتل واقع ہوا جس کا سبب یہ ہوا کہ یہ شخص اپنی خرسی کی وجہ سے

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۵۱۔

طبقہ امرا میں پہلے ہی بدنام ہو چکا تھا رفتہ رفتہ طبقہ عوام میں بھی اس کی سخت گیری اور بدزبانی کے باعث ناراضی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ گلبرگہ کے سجادے صاحب کے مریدین میں سے ایک شخص کا ہاتھ بے قصور اس نے کٹوا دیا اسی وجہ سے اس کے خلاف دبے ہوئے جذبات بھڑک اُٹھے اور شیر جنگ کے ایک افغان ملازم عزیز خاں نامی نے ایک روز موقع پاکر اس کو قتل کر دیا صاحب حدیقۃ العالم کہتا ہے کہ محکم سنگھ کا قتل رکن الدولہ کے ایماء سے ہوا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں :—

"دراں[1] او آں محکم سنگھ پیشکار مدار المہام کہ از دست تعدیش عالمے بفغان آمدہ وعلاوہ بریں دست شخصے از مریدان سلسلہ حضرت خواجہ بندہ نواز بے تقصیر بریدہ بود بدست عزیز خاں افغان کشتہ گردید و قاتلش بدرگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز بناہ بردہ محفوظ ماند گویند ایں امر باشارہ رکن الدولہ بوقوع آمد....."

صاحب حدیقۃ العالم کے ذریعہ معلومات کی جب تک تحقیق نہ ہو ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ محکم سنگھ کا قتل رکن الدولہ کے اشارہ پر ہوا عزیز خاں قاتل چونکہ شیر جنگ کا ملازم تھا اس لئے ان کی طرف البتہ اس سوء ظن کی گنجایش نکلتی ہے جیسا کہ صاحب مآثر آصفی نے بیان کیا ہے کہ مقتول کے ورثا نے اس قتل کے متعلق شیر جنگ پر بدگمانی کی اس کی عبارت یہ ہے :—

"دچوں آں[2] کس (عزیز خاں) نوکر شیر جنگ بود ورثاء محکم سنگھ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۰۵ ۔ [2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۸ ۔

را باعث بدگمانی جانب شیر جنگ شد۔"

لیکن محض اس وجہ سے کہ ان کے ملازم نے قتل کیا یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ شیر جنگ ہی نے درپردہ اس قتل میں حصہ لیا۔ بہرحال نظام علیخاں کی یہ دور اندیشی تھی کہ مقتول کی جگہ اس کے بھائی مرار داس کو خطاب راجہ جگدیو کے ساتھ مامور کرکے اس کے پسماندوں کے جوش انتقام کو ٹھنڈا کردیا۔ یہاں سے بندگانعالی بلدہ حیدرآباد واپس آئے۔
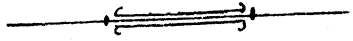
ریاست میں انگریزوں کی مداخلت

اس زمانہ میں نظام علیخاں کی توجہ حیدر علیخاں کی طرف منعطف کرائی گئی جو اپنے آس پاس کے علاقوں پر متصرف ہو کر روز بروز ترقی کر رہے تھے اور اس وجہ سے ان کے اطراف کی ہمسایہ ریاستوں کو ان سے مخالفت پیدا ہو رہی تھی۔ لیکن حیدر علیخاں بذات خود فرماں روایان آصفیہ یا کسی رکن خاندان سے منحرف نہیں ہوئے اُنھوں نے نظام علیخاں کے بھائی بسالت جنگ سے کوئی اختلاف نہیں کیا حالانکہ دونوں کے حدود ایک دوسرے سے ملحق تھے اور حیدر علیخاں کو بہت کچھ موقع تھا کہ ان کے خلاف منشا ان کے علاقے میں مداخلت کر کے جھگڑا قایم کر دیتے۔ بخلاف اس کے وہ بسالت جنگ کی مدد کرتے رہے چنانچہ ایک دفعہ جب اُنھوں نے قلعہ کوبل کنڈہ کا محاصرہ کیا تو حیدر علیخاں[1] نے اس کے فتح کرنے میں ان کی مدد کی۔ جس کے صلے میں بسالت جنگ نے ان کو خانی بہادری[2] کا خطاب اور ہسکوٹہ اور سرا کی صوبہ داری عطا کی۔ اس موقع پر حیدر علیخاں کی چالبازی کو ثابت کرنے کے لئے جیمس مل نے یہ بتایا ہے کہ اُنھوں (حیدر علیخاں) نے بسالت جنگ سے ایسے علاقے کی صوبہ داری کی درخواست کی جو فی الحقیقت ان کے قبضہ[3] میں نہیں تھا۔

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ ۱۷۱۔ [2] و [3] ہسٹری آف دی برٹش انڈیا جیمس مل طبع دوم جلد سویم صفحہ ۱۵۴۔

حیدر علیخاں کی ہمسایہ ریاستوں میں ایک طرف مرہٹے دوسری طرف سرکار نظام تیسری طرف نواب کرناٹک تھے اور نواب کرناٹک کے پردے میں دراصل انگریز کرناٹک پر حکمراں تھے جن کی نظر میں حیدر علیخاں کی روز افزوں طاقت کھٹک رہی تھی اور انہیں خطرہ تھا تو انھیں حیدر علیخاں سے تھا اور حیدر علیخاں کا مطمح نظر بھی یہی تھا کہ اس اجنبی قوم کو علاقۂ دکن سے نکال باہر کردیں لیکن نواب کرناٹک کی سادہ مزاجی کی وجہ سے اس قوم کے قدم علاقۂ کرناٹک میں مستحکم طور پر جم گئے تھے ایک حد تک انہیں کے ذریعے اس قوم نے نظام علیخاں کے پاس بھی اچھا رسوخ پیدا کرلیا اور اپنی حکمت عملی سے اس نے شہنشاہ دہلی کے فرامین حاصل کئے جن میں سے ایک عطائے سرکاران شمالی کی نسبت تھا اور دوسرا صوبہ دکن سے کرناٹک کی علیحدگی سے متعلق۔ ان فرامین کا اثر یہ ہوا کہ نظام علیخاں فی الحقیقت اپنے مقبوضات کے منجملہ تقریباً ایک ثلث حصہ سے محروم ہوگئے اور استمساک فرمان کے باعث انگریزوں کو نظام علیخاں اور حیدر علیخاں کے مقابلے میں بزعم خود ایک حقیت پیدا ہوگئی اور خود نواب کرناٹک کو بذریعۂ فرمان شاہی صوبہ دار دکن کے اثر سے علیحدہ کرکے زیر بار احسان کرلیا گیا اور اس کے بعد بعنوان انتظام ملک کرناٹک پر اپنا قبضہ قایم کرکے نواب کو صرف ایک وظیفہ خوار بنا دیا گیا۔

سرکاران شمالی پر انگریزوں کا تصرف اور نظام علیخاں کے ساتھ سب سے پہلا معاہدہ

جب انگریزی کمپنی کو سرکاران شمالی کی نسبت شاہی فرمان مل گیا تو اس پر عمل دخل حاصل کرنے کے لئے بریگیڈیر جنرل کیلاڈ کو اوائل ۱۷۶۶ء (اواخر ۱۱۷۹ھ) میں روانہ کیا گیا جو وہاں پہنچکر یکے بعد دیگرے تمام

مقامات پر قابض ہو گیا اس مداخلت سے آگاہ ہو کر نظام علیخاں نے حیدرآباد میں
بڑی فوج فراہم کی اور اس کا بدلہ لینے کی خاطر کرناٹک پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے اس
زمانے میں حکومت مدراس کی مالی حالت اچھی نہ تھی وہ اس وقت نظام علیخاں سے
جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھتی تھی۔ اس لئے کمپنی نے کیلاڈ کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ صلح
کرنے کی غرض سے فوراً حیدرآباد چلا جائے۔ چنانچہ وہ حیدرآباد آیا اور ۱۲ نومبر ۱۷۶۶ء
(مطابق ۹ جمادی الثانی ۱۱۸۰ھ) کو ایک عہدنامہ طے کیا جس کی رُو سے راجمندری،
ایلور، مصطفی نگر پر قبضہ پانے کے معاوضہ میں سالانہ پانچ لاکھ روپیہ خراج اور سیدکاکول اور
مرتضیٰ نگر پر قبضہ پانے کے بعد ہر ایک کے لئے دو دو لاکھ سالانہ نظام کو ادا کرنے پر انگریزی
کمپنی رضامند ہوی۔ اور کمپنی نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ نظام علیخاں کی سلطنت کے صحیح
اور واجبی معاملات کے تصفیہ کے لئے ایک دستہ فوج مہیا رکھیگی اور جس سال انگریزی کمپنی
کے فوجی خدمات کی ضرورت ہوگی اس سال کے خراج کی رقم میں سے اس فوج کے اخراجات
منہا ہو جائیں گے اور جس سال فوجی خدمات نہیں لی جائینگی اس سال کا خراج یا پیشکش
تین اقساط میں ادا ہوگا۔ اس صلح نامہ کے ضمن میں یہ بھی طے پایا کہ نواب کرناٹک کا
بر بناء فرمان شاہی صوبہ دار دکن کے اثر سے خارج کیا جانا نظام علیخاں بھی تسلیم کریں
چنانچہ پانچ لاکھ روپے کے نذرانہ کے معاوضہ میں بندگانعالی نے اس امر کو تسلیم کرلیا۔

۱۷۶۶ء کے معاہدہ کے اثرات و نتائج اس صلح نامہ کی رو سے نقصان تقریباً بندگانعالی کا ہوا لیکن
باوجود اس کے جیمس مل لکھتا ہے کہ اس کا نہایت ناعاقبت اندیش فقرہ وہ تھا جس کی رو سے

کمپنی پر فوجی امداد لازم تھی کیونکہ نظام کی تائید میں انگریزی کمپنی کو دکن کی دوسری قوتوں سے متصادم ہونا پڑتا تھا ۔ لیکن ہماری دانست میں صرف یہی نہیں بلکہ اس صلح نامہ کی ہر ایک دفعہ نہایت دور اندیشی کے ساتھ مرتب کی گئی تھی اور تقریباً اُس کا ہر ایک فقرہ فی الحقیقت انگریزی کمپنی کی منفعت پر مبنی تھا ۔ کمپنی سرکاران شمالی پر قبضہ کرنا چاہتی تھی جس کی مخالفت نظام علیخاں کر رہے تھے اس صلح نامہ کی رو سے کسی جنگ وجدل کے بغیر آخر کمپنی نے ان پر قبضہ کر ہی لیا اور اس کے معاوضہ میں ایک رقم کی ادائی اپنے اوپر مشروط کر لی لیکن اس شرط کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے یہ قرارداد کی کہ نظام علیخاں کو فوجی مدد دیجائیگی اور اس فوج کی تنخواہ اِس مشروط رقم میں مجرا کر لی جائیگی اور فوجی امداد کی ابتدا ایک ایسی جنگ (میسُور) سے کی گئی جو اس زمانہ میں نہ بھی ہوتی تو نظام علیخاں کے حق میں زیادہ مضر ثابت نہ ہوتی ۔
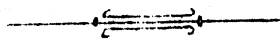
جنگ میسور

سنہ ۱۱۸۱ھ کی جنگ میسور کی ابتدا اور اس میں نظام علیخاں کی شرکت کا سبب

اجمال مذکورہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد کمپنی پر سرکاران شمالی کی بابت پیشکش کی ادائی لازم آگئی اس سے سبکدوشی انگریزی کمپنی کو اسی صورت میں حاصل ہو سکتی تھی جب کہ بندگا نعالی اس سے فوجی خدمات حاصل کرتے اور چونکہ اس زمانے میں کمپنی کو حیدر علیخاں کی روزافزوں قوت سے اندیشہ تھا اور وہ آئے دن کرناٹک اور انگریزی کمپنی کے علاقے پر حملے کرتے رہتے تھے اس واسطے کمپنی کو یہ لازم تھا کہ اس کا کوئی معقول بندوبست کرتی اور ساتھ ساتھ اس امر کا انتظام بھی ضروری تھا کہ دکن کے اُن رئیسوں کو فراہم کرلے جن کے ساتھ متفق ہو کر حیدر علیخاں اپنی قوت میں اضافہ کرسکتے تھے ان اُمور کے نظر کرتے کمپنی نے بندگا نعالی کو حیدر علیخاں کے خلاف کھڑا کر دیا اور اُن کے مقابلہ میں نظام کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کردی اسی جنگ کے متعلق بعض امور کی قرارداد کے لئے کمپنی نے کرنل جوزف سمتھ کو حیدرآباد روانہ کیا جسے نظام علیخاں کے دربار میں ۱۹ر شعبان سنہ ۱۱۸۰ھ (م ۲۷ر جنوری سنہ ۱۷۶۷ء) کو بتوسل رکن الدولہ باریابی ملی اور یہ طے پایا کہ انگریزی فوج کا ایک دستہ دریائے کرشنا پہنچ جائے اور وہاں سے بندگا نعالی کی فوج کے ہمراہ حیدر علیخاں کے مقبوضہ شہر بنگلور پر حملہ کی غرض سے روانہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں بندگا نعالی کے منشاء کے خلاف

رکن الدولہ نے بڑا زور لگایا ہے اس واسطے کہ شاہ تجلی علی کہتے ہیں کہ بندگانعالی اس قوم کے اس مقصد سے کہ حیدر علیخاں کے استیصال اور اس کے ملک کی خرابی میں در اصل اہل فرنگ کے مقبوضات کی آبادی اور اُن کا استیلا مضمر ہے واقف رہکر بھی محض رکن الدولہ کے پاس خاطر سے انگریزوں کے سوال کو رد نہ کیا چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں

"بندگان[1] حضرت اگرچہ در تحصیل مقصد آں قوم دانا بود ہمانا
در استیصال حیدر نایک استیلائے اہل فرنگ مندمج بتخریب
ملک او آبادی معمورہ ہائے ایں قوم مندرج است معہذا بپاس خاطر
رکن الدولہ منظور داشتہ دستِ رد بہ سینۂ ملتمس او نگذاشتہ بنجۂ
مسئلت آنہا بجائے حسن قبول رنگین فرمودند۔"

اسکی تائید واقعات مابعد سے ہوتی ہے لیکن ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کا بیان اس سے مختلف ہے۔

نظام علی خاں کا اتحاد حیدر علی خاں سے

اگر صاحب توزک آصفیہ کا اعتبار کیا جائے تو نظام علی خاں کے دریائے کرشنا پار ہونے پر حیدر[2] علیخاں نے محی الدین صاحب ابن کریم صاحب مشائخ کے ذریعہ ریشہ دوانی شروع کی اور رکن الدولہ کو ہموار کرلیا انھوں نے انگریزوں سے علحدہ ہونے پر آمادہ ہوکر بندگانعالی سے معروضہ کیا جس کے سنتے ہی مزاج مبارک جادۂ اعتدال سے باہر ہوگیا اور فرمایا کہ انگریزوں کے ساتھ متفق ہونے کی نسبت میرا منشا پہلے ہی نہیں تھا ہم کو لازم نہیں تھا کہ نصاریٰ کی استدعا پر حیدر علیخاں سے جو ہمیشہ

۱؎ توزک آصفیہ صفحہ ۱۷۴۔ ۲؎ توزک آصفیہ صفحہ ۱۷۵۔

ان غاصبان سلطنت کے تباہ و برباد کرنے میں مشغول ہیں جنگ کرتے اصولاً تو ہم کو چاہیئے یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بھی مدد نہ کرتے یہاں تک کہ آپس میں لڑتے لڑتے کوئی ایک غالب ہو جاتا جس کے بعد حکمت عملی سے اس غالب پر قابو پانا ہمارے لئے آسان ہوتا۔ اب یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فریق سے شرکت کی قرارداد کر کے اس کے ساتھ منافقت کریں رکن الدولہ بندگانعالی کی اس گفتگو سے خجل ہوئے لیکن مکرر معروضہ کیا کہ اس میں شک نہیں کہ اس شرکت کے اقدام کرنے میں مجھ سے صریحی غلطی ہوی ہے لیکن سلطنت کی بھلائی اس میں ہے کہ حیدر علیخاں کو اپنا شریک گردان کر اہل فرنگ کے دفع کرنے پر آمادہ ہوجائیں اپنے معروضہ کے علاوہ انھوں نے مادھوراؤ پیشوا سے بھی اثر ڈالا تو بندگانعالی طوعاً و کرہاً راضی ہوئے اس مضمون کو اگر توزک آصفیہ ہی کے الفاظ میں دیکھا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا اسی لئے ہم اس کی اصل عبارت یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

"چوں[1] ایں سوانح بگوشش او خلید در ورطۂ تحیر دست و پا زدہ بتوسط محی الدین صاحب خلف کریم صاحب مشایخ کہ در آں آوان بامور ملکی و مالی دخل پیدا کردہ بود بہ تخشّع و تضرع خاطر مدار المہام را فرقہ اختصاص حسن عقیدت خود بمواثیق بیماں راسخ نمودہ التماس بندگی بہ انقیاد اطاعت معروض رائے ملازمان عالی گردانید مشتمل برایں کہ وابستگی غنچۂ جمعیت فدوی عبودیت شعار بہ آبیاری نسایم

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۷۵۔

حمایت ایں بہار گلستان عز و اقبال و گوہر زندگی عرق آلود انفعال از آبروبخشی آں دریائے جاہ و جلال است اگر گل قدر و منزلت من بشمیم عنبر بیز طبلہ نکہت کشاید ہم از آں گلشن ہمیشہ بہار است و اگر در دولت و اقتدار من برنگ تابندگی جلوۂ رخشندگی گیرد ہم از آں دریائے اقتدار برعایت قوم نصاریٰ براہندام اساس خانۂ ماکہ ہمیشہ در قلع و قمع بنیان گردن کشان کلاہ پوشان توجہ مصروف است کمربستہ اند بہیچ وجہ شایان خداوندی نیست ایں قوم نصاریٰ ست کہ بہوائے یک بام دراخذ وسعت اقلیم دست خود کوتاہ نسازد ہرآئینہ از آشتی و اندیشۂ ایں کوتاہ فطرتان بایں مقصد غافل نباید بود ایں مستسقیان بادۂ نخوت را بہ آب شمشیر آتشبار سیراب گردانیدن دلیل حسنات است و ایں کافران عیسوی را بہ لگدکوب تازی غازیاں باخاک یکساں کردن مستلزم چندیں واجبات۔ بیت

باید نواخت پشت خراں را بچوب دست۔

بیروں نہند چوں قدم از کجروی ز راہ

منکہ فدوی دولت خواہ ایں خاندان عالیشانم بہ جمعیتے کہ شایستۂ حرب اہل فرنگ باشد برکاب سعادت انتساب حاضر میشوم قدرکہ

مال وزر دریں سفر ورکار باشد خزانۂ فراہم آوردۂ فدوی مال کار
است اندیشۂ دیگر پیرامون خاطر اقدس نیاوردہ باعانت من
کمر استقامت بستہ بہ پشت گرمی ایں راسخ پیماں قدم گزارند در
اندک سر جنگ غیر از پشت روئے احدے را ازیں قوم نخواہند
دید بحول او تعالیٰ شانہٗ جمیع نبادر وملک مقبوضہ آنہا بہ طپانچہ
تادیب باز گرفتہ داخل خالصہ سرکار می سازد ہم دریں اثنا، راؤ ماد ہو
نیتر بہ استدعاء بہادر درباب مدافعہ اہل فرنگ مکرر مستدعی شد
رکن الدولہ بہادر بنا بر ناچاری تن بر ضا دادہ جمیع مراتب بکمال
الحاح بعرض اقدس رسانید بمجرد استماع ایں سخناں ناموزوں
خاطر سنجیدہ متحمل نگردید ہر یک معروضہ اوشاں را جواب بہ اسلوب
صواب بمعرض بیان آوردند کہ سابق استرضائے من دریں مشورت
نبود چہ لازم کہ بہ استدعائے نصاریٰ با حیدر علیخاں کہ ہموارہ ہمہ تن
ودم در دم بنائے غاصبان بے دین مشغول است منازعت درپیش
آریم و بہ اغوائے ایں رخنہ گران قصر مملکت از فلاخن عزیمۃ بجمعیت
بہادر کہ پیوستہ بدفع آں پست طینتان بلند خیال مانوس است
سنگ تفرقہ اندازیم بلکہ در اعانت ہیچیک ازیں گرگ رُوباہ
سیرتان پلنگ خو تا ممکن است مجتنب بودن طریق اولیٰ بود تا

در اندک اظہار مخالفت یکے بدیگرے غالب میشود من بعد باقی ماندۂ خستہ حال را بہ قلادۂ تدبیر بدست آوردن سہل تر بیں مطلب داشت حالا کہ در موافقت بساط موافقت مہد گردانیدہ اند باز بمنافقت در نوردیدن زنگ آشفتگی بچہرۂ حال ومآل است بہیچ صورت ایں معنی مناسب نیما بدکس را براسرار خود دانا کردن و باز ازو بقدم استقلم پیش آمدن موجب تخلل قوایم امور رتق وفتق وسبب گسیختگی سررشتہ نظم ونسق است۔ رکن الدولہ بکمال خجالت دہان عرض مکرر کشودہ التماس نمود کہ واقعی قصور صریح ازمن صدور یافتہ کہ بریں عزیمت اقدام نمودم وبدیں امر پشیمان شدم الحال صلاح دولت ابد مدت درین است کہ حیدر علیخان را ہمراہ گرفتہ بدفع اہل فرنگ قیام فرمودن و فتوحات غیبی و مقدمہ معسکر فیروزی اورا پیش رو داشتن اعانت لاریبی است بندگان نعالی طوعاً و کرہاً راضی شدہ راہ فرسای مقصد گردیدند"

نظام علیخاں و حیدر علیخاں کے باہمی اتحاد کے قیام کے بعد انگریزی فوج کی علیحدگی

حیدر علیخاں کے ساتھ اتحاد قایم کرنے کو مبالغۂ تمام مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن جب کرنل اسمتھ کو ان کے مقبوضہ جات پر (بنگلور کے راستے میں تھے) قبضہ کرنے سے منع کئے جانے لگا تو اس نے معلوم کرلیا کہ نظام علیخاں اور حیدر علیخاں کے مابین کوئی

سازش ہوگئی ہے جس کے بعد وہ اپنی فوج کو لے کر انگریزی حدود کی طرف نکل گیا میر حسین علی کرمانی لکھتے ہیں۔ کہ نواب[1] کرناٹک نے انگریزی سفیر کے ذریعہ نظام علیخاں کو ملک بالاگھاٹ کی تسخیر پر آمادہ کیا جس پر نظام علیخاں اپنی فوج کو لیکر چین پٹن کے میدان میں جا ٹھیرے اور حیدر علیخاں کو طلب کیا تاکہ ان کا منشاء معلوم کریں انھوں نے اپنی حضوری کو کسی اور وقت پر موقوف رکھ کر اپنے صاحبزادے ٹیپو سلطان کو آراستہ لشکر اور ہوشیار سرداروں کے ہمراہ روانہ کیا اور نذر کے لئے پانچ زنجیر ہاتھی اور دس راس گھوڑے بھیجے۔ جب ٹیپو سلطان کی سواری بندگانعالی کے خیمہ کے قریب پہنچی اور نقارے اور طنبورے بجنے لگے تو خود بدولت نے خیمہ بالاخانہ پر سے سواری کو ملاحظہ کر کے اظہار پسندیدگی فرمایا اور ٹیپو سلطان سے ملاقات کر کے ان کو نصیب الدولہ کے خطاب سے سرفراز کیا اور محمد علیخاں صوبہ دار آرکاٹ وانگریزی کمپنی کو تنبیہ کرنے کے مسئلہ میں مشورہ کیا اور وقت رخصت دو شالے مرحمت فرمائے۔ اس کے بعد نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی کے وکیل کو صاف جواب دیکر اپنے پاس سے علٰحدہ کر دیا۔ انھیں واقعات کے متعلق ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کا یہ بیان ہے کہ :۔

"جب مرہٹے[2] حیدر[3] (حیدر علیخان) سے صلح کر کے واپس ہوگئے تو اس خبر سے نظام (نظام علیخاں) کا کیمپ متاثر ہوگیا اور خود

---

[1] نشان حیدری صفحہ (۱۲۸)

[2] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ (۱۳۱)

[3] اس موقع پر پیشوا بھی اپنے علاقہ سے میسور پر حملہ کی غرض سے آیا تھا لیکن حیدر علی خان نے اس کو کچھ رقم دیکر اور کچھ رقم کا وعدہ کر کے اپنا بنا لیا جس کے بعد وہ انگریزوں کے منشاء کے خلاف ریاست میسور سے واپس ہوگیا۔

نظام بھی پریشان ہو گئے حیدر کو ان کی عادت و خصلت سے
واقفیت تھی اس نے بسانگر (بیجا نگر) کی طرف سے اپنی فوج کو طلب
کر کے اور اپنی دوسری فوج کو جزیرہ سے باہر نکال کر چین پٹن کے
راستہ پر قایم کر دیا اس طرزِ عمل نے بزدل اور کمزور پادشاہ پر
اپنا پورا اثر کیا اور وہ اپنے بھائی بسالت جنگ و محفوظ خاں اور حیدر
کے ہوا خواہوں کی تجاویز سُننے پر آمادہ ہو گئے اگر دیوان (رکن الدولہ)
اپنے مالک کو ہمت دلانا غیر ممکن پاکر حیدر کے ساتھ مصالحت کی
نسبت مشورہ نہ دیتے اور نہایت آسانی سے اُس (حیدر) کے ساتھ
ساخت باخت کرنے کا آپ خود ذمہ نہ لیتے تو نظام اپنے دیوان کے
مخالف ہو جاتے انگریزی افواج کو علیحدہ کرنے کے لئے انھوں (دیوان)
نے ایک حیلہ نکالا اور انگریزی سپہ سالار (جنرل اسمتھ) سے کہا کہ
موجودہ صورتِ حالات کے تحت رسد و دیگر ضروریات صرف ارکاٹ
ہی سے حاصل کی جا سکتی ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ حیدر کے
علاقہ کے اس طرف کے بعض مقامات پر انگریز قبضہ حاصل کر لیں تاکہ
مدراس اور دیگر مقامات متعلقہ انگریز و محمد علی (نواب کرناٹک) سے
یہاں تک آنے جانے کے لئے محفوظ رستہ مل جائے۔ حیدر کے
ساتھ قیام تعلقات کو معلوم کرنے میں انگریز جنرل اندھا نہیں تھا

وہ موقع غنیمت جان کر غنیم کے دست رس سے نکلا اور اپنے
حدود میں پہنچ گیا۔"

اس بیان سے یہی پایا جاتا ہے کہ رکن الدولہ حیدر علیخاں سے اتحاد قایم کرنے پر مطلق آمادہ نہیں تھے اور محض بندگانعالی کی مرضی کے تحت انھوں نے اِس پر رضامندی ظاہر کی ممکن ہے کہ اس جنگ میں شکست اٹھانے کی وجہ دراصل یہی عدم رضامندی ہوتاکہ اس سے متاثر ہو کر نظام علیخاں پھر انگریزی کمپنی اور نواب کرناٹک (جن کے ساتھ رکن الدولہ کوئی رشتہ تھا) کے ساتھ اتحاد کرنے پر راضی ہو جائیں اس موقع پر رکن الدولہ نے انگریزی فوج کو علٰحدہ کرنے میں (ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کے بیان کے مطابق) جس توجہ سے کام لیا ہے اگر انہیں کی جدت و حکمت عملی کا نتیجہ ہے تو وہ ان کی ڈوپلیسیٹی پر خاص روشنی ڈالتے ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہ سوچے ہوے تھے کہ انگریزوں سے بگاڑ مناسب نہیں ہے ورنہ یہ ممکن تھا کہ اپنی اور حیدر علیخاں کی متفقہ فوج سے کام لیکر اس انگریزی مختصر سی فوج کو اسیر کر لیتے۔

حیدر علیخاں کے متعلق رکن الدولہ کے حقیقی خیالات کا اظہار اور ان دونوں کے مراسم ظاہری

ہسٹری آف حیدر شاہ کا مصنف انگریزی فوج کی علٰحدگی کے تذکرہ کے بعد یہ لکھتا ہے:-

"ادھر[1] مدراس گورنمنٹ میں جنرل اسمتھ کے خطوط پہنچے اور ادھر رکن الدولہ نے محمد علی کو خطوط لکھے جن میں

---

[1] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ ۱۳۲۔

انھوں نے یہ یقین دلایا کہ نظام حیدر کے مقابلہ میں اس وقت تک جنگ جاری رکھیں گے جب تک کہ وہ بنگلور کا پورا ملک اور کرناٹک یعنے دادی کویمٹبور، سیلان، کشناگیری وغیرہ نہ دیدے اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے نظام کی فوج کا مبالغہ آمیز بیان کیا اور حیدر کی فوج کا تحقیر کے ساتھ ذکر کیا۔ محمد علی خاں کی تحریک پر مدراس کونسل نے جنرل اسمتھ کے مشورے پر کوئی لحاظ نہ کیا بلکہ اس کو یہی حکم دیا کہ حیدر کے مقبوضہ مقامات پر حملہ کرے اور ہر ایک امر میں نظام کے ساتھ متفق رہے اور ان کے ساتھ وعدہ کرتے رہے کہ سامان رسد و آلات حرب و ضرب اور رقم اور بوقت ضرورت فوج بھی ان کے لئے مہیا کردیجائیگی اسی عرصہ میں اس بے اصول دیوان نے محمد علی کو یہ لکھا کہ اس (رکن الدولہ) نے محفوظ خاں کو حیدر کے پاس بھیجا تاکہ اُس سے سرینگ پٹن میں ملنے کی کوئی قرارداد ہو اور یہ کہلا بھیجا کہ وہ ہر اس امر پر رضامند ہے جو اس کیلئے مناسب ہو اور جس کا ذکر خود محفوظ خاں کریں گے۔ رکن الدولہ کا خط پہنچنے پر نظام الدولہ کو اطمینان دلانے کی خاطر حیدر نے اپنی فوج کو سابقہ کیمپ پر واپس کردیا اور دیوان کو لکھا کہ وہ ان کے آنے پر ایسا ہی ان کا خیر مقدم کریگا جیسا کہ اپنے ہم رتبہ آدمی کے لئے

کر سکتا ہے اور اُس نے کیمپ کے بیو پاریوں اور دوسرے لوگوں کو حکم دیا کہ سامان مایحتاج نظام کے کیمپ میں لیجائیں جب حیدر کا یہ خط صوبہ (نظام علیخاں) نے پڑھا تو ہتھیار کے بند کرنے کا حکم دیدیا اور ادھر حیدر نے بھی یہی حکم اپنے پاس جاری کر دیا۔ دیوان (رکن الدولہ) حیدر کے کیمپ میں گئے حیدر نے ان کا خیر مقدم کیا اور مختصر سی گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور رکن الدولہ حیدر کی سواری کے جلو اور اس کے تزک و احتشام کو ملاحظہ کر کے اپنے کیمپ کو واپس آئے۔ دوسرے روز دیوان بڑے تبختر کے ساتھ حیدر کے دربار میں گئے۔ حیدر نے آنے جانے سے وقت بچانے کی خاطر اپنے مورچوں کی دو قطاروں کے درمیان ہی قیام کیا دونوں طرف سے صلح نامہ کی تکمیل کی خواہش تھی جو چند روز میں طے ہوا۔"

حیدر علیخاں، محفوظ خاں اور نظام علیخاں کے مابین تکمیل تہ نامہ اور اس کے شرائط

اسی مورخ کے بیان کے مطابق اس صلح نامہ رُو سے حسب ذیل امور طے پائے۔

(۱) حیدر علی خان کا لڑکا ٹیپو سلطان، محفوظ خان کی لڑکی سے عقد کرے

(۲) محفوظ خان اُن تمام حقوق کو جو ریاست کرناٹک کے متعلق اس کو حاصل ہو سکتے ہوں اپنے ہونے والے داماد ٹیپو سلطان پر منتقل کر دے۔

(۳) آرکاٹ کی نوابی کے تحت وہاں کے قلعہ جات میں فوج نگہداشت کے رکھنے کا اختیار حیدر علیخاں کو رہے گا۔ جس کی کمان اُن کے سالے مخدوم صاحب کو دیجائے گی اور محفوظ خاں اور ٹیپو سلطان کی طرف سے ملک کرناٹک پر مخدوم صاحب ہی حکمراں رہیں گے۔

(۴) اس علاقہ کے محاصل سے ٹیپو سلطان فائدہ اٹھائیں گے جو مخدوم صاحب بعد وضع رقم نگہداشت فوج و انتظام ملک پیش کریں گے۔

(۵) حیدر علی خاں اور نظام علی خاں اپنی اپنی فوج کو محمد علی خاں (نواب کرناٹک) کی تسخیر کے لئے متحد کریں گے۔

(۶) اس عرصہ تک جب کہ یہ دونوں فوجین میدان عمل میں گام زن رہیں حیدر علیخاں، نظام علیخاں کو ہر مہینہ چھ لاکھ روپیے دیتے رہیں گے۔

ان فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے بموجب حقیقی فائدہ حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان ہی کو حاصل ہو سکتا تھا اور اس وقتیہ اتفاق کا موقت فائدہ نظام علیخاں کو صرف یہی تھا کہ جنگ ختم ہونے تک ان کو چھ لاکھ روپئے ملتے اور بس۔ اس میں اس کے متعلق کوئی امر طے نہیں ہوا کہ کرناٹک کی ریاست آیا حسب سابق صوبہ دکن کے تحت رہیگی یا حالیہ احکام شاہی کے مطابق راست شاہی اثر میں۔ بہرحال انھیں فقرات کے بموجب سیدھے سادے محفوظ خاں نے تہ نامہ مرتب کرالیا جس کے بعد رکن الدولہ تحفے تحائف سے لدلدا کر وہاں سے نکلے۔

ٹیپو سلطان کا بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہونا اور اس کے متعلق حیدر علیخاں کے شک و شبہات

اس کے بعد یہ قرار پایا کہ ٹیپو سلطان خود بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ہسٹری آف حیدر شاہ کا مصنف کہتا ہے کہ اس موقع پر حیدر علی خاں اپنے فرزند کو رخصت کرتے ہوئے بہت پریشان ہوئے اور یہ ظاہر کیا کہ مجھے[1] دغا کا اندیشہ ہے اس واسطے کہ جب نظام علیخاں اپنے بھائی (صلابت جنگ) کو ہلاک کرنے سے نہیں رُکے تو میرے لڑکے کو وہ کب چھوڑ سکتے ہیں یا یہ نہیں تو کم از کم اُس کو روک رکھیں گے اور مجھے اپنے لڑکے کی خرابی کی تخویف سے بڑی رقم دینے پر یا اپنے ساتھ خاص رعایتیں کرنے پر مجبور کر دیں گے، ٹیپو سلطان کا اس وقت دربار بندگانعالی میں حاضر ہونا احکام سرفرازی کے حصول اور اس کی نذر پیش کرنے کے لئے ضروری تھا۔ جس پر حیدر علیخاں کی یہ بدگمانی اول تو یہ بتاتی ہے کہ وہ بہت پر حزم و دور اندیش تھے اور پھر یہ کہ ان کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی اس لئے اُن کو جدا کرتے ہوئے شک و شبہ کر رہے تھے ان شبہات میں صلابت جنگ کے ہلاک کرنے کا الزام تو اس مضافات میں بسالت جنگ کے ذریعہ بہت مشہور ہو چکا تھا جس کی نظر لینا حیدر علی خاں جیسے دور اندیش و محتاط شخص کے لئے ناواجبی نہیں ہو سکتا تھا بہرحال اُن (حیدر علی خان) کے خاص معتمدین (رضا صاحب او فیض اللہ صاحب) کے اس یقین دلانے پر کہ ٹیپو سلطان پر ذرا سی بھی آفت آنے کا شائبہ پائیں تو یہ اپنی جان سے تک دریغ نہیں کریں گے حیدر علی خاں نے اپنے لڑکے کو رخصت کیا۔ ٹیپو سلطان کی ہوائی کا

---

[1] ہسٹری آف حیدر شا صفحہ ۱۴۴۔

ذکر توزک آصفیہ نے جن الفاظ میں کیا ہے ہم نے قبل ازیں کر دیا ہے ہسٹری آف حیدرآباد کے مصنف کے بیان سے ہم صرف یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ٹیپو سلطان نظام علیخاں کے کیمپ (چین پٹن) کے پاس بہت جلد پہنچ گئے دوسرے روز اپنی قیام گاہ سے نکل کر بسالت جنگ سے ملاقات کی اس ملاقات میں رکن الدولہ اور دیگر امراء دربار اُن کے ہمراہ تھے اور اس کے دوسرے روز بڑے توزک و احتشام کے ساتھ نظام علی خاں کے دربار میں باریابی ہوی حضور ان (ٹیپو سلطان) کے ساتھ بڑی توقیر سے پیش آئے اور بالمشافہ تہ نامے کے دفعات کی تکمیل کی۔

حیدر علی خاں کا خط گورنر مدراس کے نام

جب حیدر علی خان کو یہ یقین ہو گیا کہ اُن کا بیٹا آرکاٹ کا نواب بنا دیا گیا ہے۔ تو انھوں نے اپنے وکیل مناگی نپڈت کے ذریعہ (جو مدراس میں رہتا تھا) گورنر مدراس کے نام ایک یادداشت لکھ بھیجی۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ نظام علیخاں اور حیدر علی خاں کو اچھی طرح یہ علم ہو گیا ہے کہ محمد علی خاں مُسلسل سازشوں سے اور کرناٹک کے علاقہ کو غصب کر کے ہندوستان بھر میں شورش پیدا کرنے کا باعث ہوے ہیں اس لئے اُن دونوں نے اِن سے جنگ کرنے کا تہیّہ کر لیا ہے تاکہ مغصوبہ ملک ان سے حاصل کر کے حقدار کے سپرد کر دیا جائے اور یہ کہ انھوں نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ انگریزوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ ان کو کوئی مدد نہ دیں اور ان کو چاہئے کہ اپنی فوج کو جو انھوں نے آرکاٹ کے حدود میں یا اُن (محمد علی خاں) کے کسی اور مغصوبہ ملک یا اس کے کسی حصّہ میں رکھی ہو واپس طلب کر لیں اور یہ بھی انھوں نے لکھا کہ وہ اُن رقوم کو

انھیں ادا کردیں گے جو کسی قانون و قاعدے کے تحت ان کو ان مقبوضات کی بابت (بحیثیت کفالت) واجب الادا ہوں۔ جن میں وہ رقم شامل نہو سکیگی جو نواب ویلُور اور وندواسی اور دیگر حقداروں کے علیحدہ کرنے میں انگریزوں نے صرف کی تھی اور انھوں نے یہ بھی لکھا کہ ایسے علیحدہ شدہ اشخاص کے اُس نقصان کی تلافی کردیجائیگی جو اس طرح علیحدہ کئے جانے سے ان کو بھگتنا پڑے۔ اس مراسلت کا جو کچھ جواب مدراس گورنمنٹ سے دیا گیا۔ اس سے قطع نظر کرکے ہم پھر میدان جنگ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا مفاہمت کے بعد کوچ کی تیاریاں ہوئیں نظام علیخاں نے ہسکوٹہ کی طرف سے بنگلور کا رخ اختیار کیا اور حیدر علیخاں راست بنگلور روانہ ہوئے دونوں افواج جب بنگلور پہنچ گئیں تو حملہ کے متعلق مشورے ہوئے۔ اس میں بسالت جنگ اور رکن الدولہ کے علاوہ دیگر عہدہ دار بھی شریک تھے آخر یہ طے پایا کہ

(۱) کوچ کے وقت دونوں فوجیں علیحدہ علیحدہ اور ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر رہیں کہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کرسکے۔

(۲) پہاڑوں سے گزر جانے تک حیدر علیخاں کی فوج مقدمۃ الجیش رہے۔

(۳) جب دونوں فوجیں حدود ارکاٹ میں داخل ہوجائیں تو یہ تصفیہ کیا جائیگا کہ آیا متحد طور پر حملہ کرنا مناسب ہوگا یا متفرق طور پر اس کے بعد یہ دونوں لشکر بنگلور سے نکلے۔

حیدر علیخان کا رسالہ کشناگیری کے پہاڑوں میں سے ہوکر ۲ اگست ۱۷۶۷ء (م ۲۹۔ ربیع الاول ۱۱۸۱ھ) کو حدود کرناٹک میں داخل ہوا اور کرنل سمتھ کے رسد کے جانوروں کو کاکن گری

کی طرف ہانک دیا۔ اسی روز شام میں حیدر علی خاں کاویری پٹن کے قلعہ کے آگے نمودار ہوئے یہاں کی انگریزی فوج چوتھی بٹالین کی تین کمپنیوں پر مشتمل تھی۔ جس نے وو مقابلوں کی تو مدافعت کی لیکن اس کے بعد اس کے افسر کپتان میاکین نے ۲۷ اگست (مطابق یکم ربیع الثانی) کو حیدر علیخاں کی اطاعت قبول کرلی۔

چنگاما اور ترنامل پر فریقین کے مقابلے

۳۰۔ اگست (مطابق ۴ ربیع الثانی) کو کرنل اسمتھ ترنامل روانہ ہوا۔ تاکہ رسد کی فراہمی کی سبیل کر کے لفٹنٹ کرنل اوڈ سے مل جائے جو اس عرصہ میں اپنی فوج کے ساتھ ترچناپلی سے نکل چکا تھا متحدین کرنل اسمتھ کی مزاحمت کرنے لگے آخر ۲ ستمبر ۱۷۶۷ء (م ۷ ربیع الثانی ۱۱۸۱ھ) کو چنگاما کے قریب شدید مقابلہ ہوا۔ جس میں متحدین نے بڑے نقصان کے ساتھ ہزیمت پائی لیکن فتح پاکر بھی کرنل اسمتھ وہاں ٹھیر نہیں سکا اور ترنامل چلا گیا کیونکہ وہاں اس کو رسد کی طرف سے بڑی تکلیف تھی جب وہاں بھی اس کو رسد نہ مل سکی تو وہ اور آگے بڑھ گیا اور ۸ ستمبر (م ۱۳ ربیع الثانی) کو کرنل اوڈ سے جا ملا۔ اور اس تازہ دم فوج کے ساتھ ۱۴ ستمبر (م ۱۹ ربیع الثانی) کو پھر ترنامل واپس آیا جس کے مضافات میں ۲۹ ستمبر (م ۵ جمادی الاول) کو لڑائی ہوی۔ اس موقع پر نظام علیخاں کی افواج کو شکست ہوی اس لڑائی کی تفصیل کرنل اسمتھ نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہے جس کا ضروری اقتباس حسب ذیل ہے

"۳۰ اگست[1] (م ۴ ربیع الثانی) کو فوج سنگارپیٹھ اور وہاں سے ۳۱ اگست (م ۵ ربیع الثانی) کو پالی پیٹ روانہ ہوئی اس کوچ میں

---

[1] کرنل اسمتھ رپورٹ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۷۶۷ء از کیمپ کالاسا واگ۔

ہم غنیم کے رسالے کو اپنے بازو پر اور عقب میں تھوڑے فاصلے پر
دیکھتے رہے لیکن وہ ہمارے کوچ میں ہارج ہوا۔ شب میں البتہ
انھوں نے ہمارے طلایہ پر حملہ کیا اور کیمپ میں چند بان پھینکے
صبح میں فوج چنگاما کی طرف روانہ ہوی۔ اس وقت بھی غنیم کا رسالہ
ساتھ ساتھ رہا۔ رات میں وہ حملہ کی بہت کوشش کرتا رہا اس لئے
ہم کو صبح تک خبردار رہنا پڑا۔ اس نے چنگاما کا پیٹھ جلا ڈالا ہم کو
صبح میں یہ اطلاع ملی کہ شب میں غنیم کی فوج اور توپ خانہ میں بہت
اضافہ ہوگیا ہے اسی لئے ہم کو اپنا کیمپ چھوڑنے سے پیشتر بڑی
احتیاط کرنی پڑی آخر ہم نے دوپہر میں با احتیاط تمام کیمپ برخاست
کیا لیکن ڈیروں کو ویسا ہی نصب شدہ چھوڑ دیا اور سامان کو
ہمہ وجوہ تیار رکھ چھوڑا تا کہ اس کو دیکھ کر غنیم اس خیال میں رہے
کہ ابھی کوچ کی تیاری ہو رہی ہے جب ہماری فوج کوچ کر کے
آگے نکل چکی تو ہم نے دیکھا کہ غنیم کی فوج کی بڑی تعداد ہمارے
بازو پر حرکت کر رہی ہے۔ ہمارا بھیرو بنگاہ بائیں جانب روانہ ہوا
اور ہم سہ پہر تک کوچ کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے تین بجے
ایک چھوٹی سی ندی (کلپاک) کو عبور کیا۔ جس کے دوسرے کنارے
پر اور ہمارے داہنے جانب غنیم قائم تھا یہ ایک بڑا میدان تھا۔

جس میں جھاڑی اُگی ہوی تھی اس کے پرے کچھ فاصلے پر تین پہاڑیاں
تھیں جن کے دامن میں حیدر نے اپنا رسالہ قایم کر رکھا تھا جس کے
پیچھے اس کی پیادہ فوج تھی اور جھاڑی میں رکن الدولہ اپنی فوج اور
توپ خانہ کے ساتھ مقیم تھے وہ خود (رکن الدولہ) اور ان کے بھائی
تہوّر جنگ اپنی فوج پر کمان کر رہے تھے ایک بڑا رسالہ ان افواج
کی کمک پر علیحدہ قایم تھا ہماری فوج نے اپنا داہنا رُخ اختیار کیا اور
چونکہ حیدر کو اس کے پہاڑی مقام سے علیحدہ کرنے میں کامیابی کا
مجھے خیال نہیں تھا اس لئے میں نے اپنی فوج کو راستہ سے علیحدہ
کرکے کپتان ولیم کوک اور کپتان کاسی کے بٹالین کو حکم دیا کہ غنیم پر
حملہ کریں اور ان دونوں کی کمک کپتان ولیم کولی کرے حملہ بکار گی
ہوا اور غنیم کا رسالہ ڈھلواں پہاڑی پر ہٹا دیا گیا اور ہماری فوج نے
اس مقام پر قبضہ کر لیا۔ حیدر علی نے بہت جلد اپنی اس غلطی کو محسوس
کر لیا کہ اُس نے اس پہاڑی پر اپنی انفنٹری کا کیوں قبضہ نہ رکھا
اگر ایسا کرتا تو وہ اتنی آسانی سے اس مقام کو نہ چھوڑتا حیدر نے
اپنے منتخب سپاہیوں سے ہمارے اس نئے مقبوضہ مقام پر حملہ کیا
لیکن اس کی ہر ایک کوشش ہمارے سپاہیوں کی استقامت
کی وجہ سے ناکام ثابت ہوی وہ پسپا کر دیا گیا اس کا سالا مارا گیا

اور خود اس کی ٹانگ میں بھی کوئی ضرب آئی۔

جس وقت کہ اِدھر صورت حال یہ تھی اُدھر جھاڑی کی طرف ہماری جانب سے مسلسل گولہ اندازی ہوتی رہی غنیم اگرچہ جھاڑی کی وجہ سے اچھے مقام میں تھا تاہم اس سے بہتر ہمارا مقام تھا۔ دوران گولہ اندازی میں دو ہاتھی نظر آئے جن کی نسبت گمان یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رکن الدولہ اور ان کے بھائی تہور جنگ کے تھے جو ایک توپ کے دو تین گولوں کے چھوٹنے پر ایسے غائب ہوئے کہ پھر نظر نہ آئے اس کے بعد یہ قرار پایا کہ غنیم کو اس جھاڑی سے جہاں وہ چھپے ہوئے آتشباری کر رہا تھا ہٹا دیا جائے چنانچہ ہمارے بان انداز آگے بڑھے ان کے ساتھ ہی کپتان بیلی کے تحت بارہ کمپنیاں ہوگئیں۔ جنھوں نے غنیم کو جھاڑی سے ہٹا دیا یہاں تک کہ وہ ندی کے پار ہو گئے جہاں انھوں نے اپنی دو توپیں میخیں ٹھونک کر چھوڑ دیں۔ یہ وقت شام کے چھ ساڑھے چھ کا تھا اس لئے ہم نے مزید تعاقب موقوف کر دیا اور تین کوس آگے تک کوچ کر کے صبح کے چار بجے ہم ایک تراکم میں اُترے اور صرف ایک گھنٹہ وہاں ٹھیر کر ہم نے پھر کوچ کیا۔ غنیم کا رسالہ ہمارے آس پاس پھرتا رہا۔ لیکن صورت حالات کے اعتبار سے وہ ہم سے دور دور ہی رہتا تھا۔ حیدر کی فوج کے ایک حصہ نے ہماری رسد پر حملہ کر دیا اور ہمارے

مزدوروں کی غلطی اور بے تمیزی سے بہت سارا سامان ر سد تباہ و برباد ہو گیا۔

آخر مسلسل ۲۷ گھنٹہ کے کوچ کے بعد ہماری فوج ۳ سپٹمبر ۱۷۶۸ء (ربیع الثانی) کو شام کے تین اور چار بجے کے مابین ترنامل پہنچی اس دوران میں ہمارے سپاہیوں کو اور ہمارے جانوروں کو کوئی غذا اور دانہ چارہ نہ ملا۔

کولی، کاسبی اور کوک کے بان اندازوں نے قابل تعریف کام کیا اور دوسری پلٹنوں نے بھی اپنے اپنے مقررہ مقامات میں اچھے فرائض بجالائے"۔

رکن الدولہ کی تحریک پر حیدر علیخاں کی فوج کا تجزیہ اور ایک حصہ فوج سے مدراس پر حملہ

جو وقت متحدین کی فوجین علاقہ کرناٹک میں پہنچی ہیں اس وقت ان کی اور ان کے حریف کی تعداد (کرنل اسمتھ لفٹننٹ کرنل ووڈ سے ملنے کے قبل) حسب تفصیل ذیل تھی۔

فوج[1] متعلقہ متحدین:۔

نظام علیخاں	تیس ہزار سوار	دس ہزار پیدل	ساٹھ توپ
حیدر علیخاں	بارہ ہزار آٹھ سو ساٹھ سوار	اٹھارہ ہزار پیدل	انچاس توپ
جملہ	بیالیس ہزار آٹھ سو ساٹھ سوار	اٹھائیس ہزار پیدل	ایک سو نو توپ

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد اول صفحہ ۲۳۸ فٹ نوٹ۔

فوج متعلقہ انگریزی کمپنی

انگریزی	۳۰ سوار	آٹھ سو پیدل	سولہ توپ
دیسی		پانچ ہزار پیدل	
نواب محمد علیخاں	ایک ہزار سوار		
جملہ	ایک ہزار تیس سوار	پانچ ہزار آٹھ سو پیدل	سولہ توپ

اس سے ظاہر ہے کہ متحدین کی فوج انگریزی فوج سے تعداد میں بہت بڑھی ہوی تھی اگر یہ فوج لفٹننٹ کرنل اوڈ کی فوج سے ملحق ہو جاتی تو بھی متحدین ہی کی تعداد بڑھی ہوی ہوتی۔ لیکن جب متحدین کلپاک کی ندی پر پہنچے اور اپنی فوج کا غلبہ دیکھا تو حیدر علیخاں نے اپنی فوج کے دو حصے کردئے جس کے متعلق حسین علی کرمانی کا بیان ہے کہ رکن الدولہ[1] کے مشورے کی بنأ پر حیدر علیخاں نے اپنی فوج کے ایک معقول حصہ کو میر علی رضا خاں و مخدوم صاحب و محمد علی کمندان و غازی خاں وغیرہ سرداروں کے ساتھ اپنے فرزند

---

[1] مورخ مذکور کی اصل عبارت یہ ہے :۔
"پس ناظم موصوف (نظام علیخاں) بمشاورت رکن الدولہ نواب بہادر (حیدر علیخاں) پیغام فرستاد کہ سپاہ خود را کہ ماہرایں ملک اند برائے تاخت وتاراج صوبۂ آرکاٹ واطراف چینا پٹن وغیرہ وگرداوری مواشی وآذوقہ رخصت سازند تاہول وہراس در دلہائے انگریز و محمد علیخاں راہ یابد اگرچہ نواب بہادر نظر بضرورت وقت کہ کار جنگ با پیل دماں افتادہ است خود ہا از جدا کردن سپاہ مناسب ندیدہ بود اما ناظم موصوف بہ اعتبار لشکر خود دریں معنی استبداد واصرار بکار بردہ بہ سخنان گرم گرم جوشی وہمت نمائی فریفتہ برآں آورد تا نواب بہادر جمیع مردم بار و سوار و پیادہ با توپ ہائے جلوئے متعین صاحبزادہ والا قدر نمودہ میر علی رضا خاں و مخدوم صاحب و محمد علی کمندان و غازی خاں وغیرہ سرداران معتبر را ہمراہش دادہ رخصت درآں سمت فرمود"
(نشان حیدری صفحہ ۱۳۰)

ٹیپو سلطاں کی سرکردگی میں مدراس روانہ کر دیا تاکہ وہ وہاں حملہ آور ہوں یہاں میدان جنگ میں اپنے پاس صرف پانچ چھ سو سوار اور دو ہزار مردم بار اور چار ہزار پیادہ و توپخانہ باقی رکھا۔ اس فوج کو مدراس کی طرف روانہ کرنے کے بعد ہی کرنل اسمتھ کی فوج لفٹننٹ کرنل اوڈ کی فوج سے ملحق ہو گئی۔ جس سے انگریزی قوت میں خاصہ اضافہ ہو گیا اس موقع پر حیدر علیخاں کی طاقت کے اس طرح تقسیم کئے جانے سے یہ پایا جاتا ہے کہ ان کے خلاف انگریزوں کی تائید میں خفیہ طور پر سازش ہو رہی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ عین وقت ضرورت حیدر علیخاں اپنی فوج کے ایک بڑے حصہ سے دور ہو گئے۔ صاحب نشان حیدری نے یہ بتایا ہے کہ اس کے بانی مبانی رکن الدولہ تھے جنھوں نے نظام علیخاں سے تحریک کر کے ان کو اس امر پر مائل کیا کہ حیدر علیخاں کو اپنی فوج اس طرح دو حصوں میں منقسم کرنے پر مجبور کریں اور اپنی فوج کی قوت و کارگزاری کا انہیں اعتبار دلائیں تاوقتیکہ اس کے خلاف ثابت نہو اس کا تخطیہ نہیں کیا جا سکتا جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد کی جنگ میں سب سے پہلے نظام علیخاں ہی کی فوج پسپا ہوئی تو حسین علی کرمانی کے اس قول کی تائید ہوتی ہے اور میدان جنگ کا جو ذکر اس نے کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مقابلہ میں انگریزی فوج کے دست راست پر نظام علیخاں کی فوج تھی ان کی طرف سے انگریزوں پر کسی نشانے کے بغیر گولنداز ی ہونے لگی جس کا اُن پر کوئی اثر نہ ہو سکا اور اُن کے سوار انگریزوں کی فوج کے اطراف مور و ملخ کی طرح جمع ہونے لگے یہ بے ترتیبی دیکھ کر انگریزوں نے انہیں کی طرف حملہ کر دیا اور چند ہی شلکوں میں نظام علیخاں کی

فوج پر غالب آگئے اور نظام علیخاں جنگ سے کنارہ کش ہو کر رکن الدولہ کی بے تدبیریوں اور اپنے دیگر امرا و سرداروں پر لاحول پڑھتے ہوے پسپا ہو گئے مورخ کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"......[1] (انگریزہا) بہ بازی اعدا فریبی از یک طرف سبقت کردہ راست
برسواری ناظم موصوف یورش آوردو چند گلولہ قطار بند صف شکن
پرانیدہ بہ اندک سعی مردانہ غالب گشتند و تمامی موادشکر و بنگاہ
و توپ خانہ دارُد و بازار اعلام و خیام لشکرش گرفتہ کامیاب شدند
درآں وقت ناظم موصوف بہ شکستہ حال خجلانہ از جنگ کنارہ
کشیدہ بر بے تدبیری ہائے رکن الدولہ و دیگر امرا و خواتین خود
لاحول خواندہ پسپا گردید۔"

بہر حال نظام علیخاں اپنے دیوان کی سوءِ تدبیری سے شکست پا کر سنگا ریٹھہ کی طرف روانہ ہوے اور حیدر علیخاں نے جب رنگ دگرگوں دیکھا تو پہلے اپنے توپخانہ کو اُدھر روانہ کر دیا اور آپ خود با قاعدہ مراجعت کرتے ہوے سنگا ریٹھہ کے قریب پہنچکر بندگا نعالی سے تقریبًا دو کوس پر اقامت گزیں ہوے اور انگریز بہ حیثیت فاتح مقام جنگ ہی پر ٹھیرے رہے۔ حیدر علیخاں نے یہاں پہنچکر فورًا ایک سانڈنی سوار کو ٹیپو سلطان کی طرف روانہ کر دیا اور بہ تاکید تمام کہلا بھیجا کہ اپنی فوج کے ساتھ حتی الامکان جلد واپس آجائیں اور نظام علیخاں کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ بندگا نعالی کے سپاہیان لشکر کا اعتبار اور امرائے ریاست کی

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۱۔

کار آگہی بخوبی ظاہر ہوگئی کہ اہم وقت پر اعلیٰحضرت کے ہمراہ رکاب نہ کوئی امیر تھا اور نہ کم از کم ہزار سپاہی تھے ظاہر ہے کہ ایسی فوج سے ان انگریزوں پر فتح پانی ممکن نہیں ہے مناسب یہ ہوگا کہ آنحضرت کاویری پٹن میں اقامت فرمائیں اور یہ خیر خواہ صمیم جس طرح کہ عقل بنہائی کرے انگریزوں سے مقابلہ کرتا ہے اسی بنا پر بندگانعالی سنگار پیٹھ سے نکل کر وہاں پہنچے حیدر علیخاں ٹیپو سلطان کے واپس آنے تک سنگار پیٹھ اور بارامحال کے اطراف اطراف ہی پھرتے رہے۔

ٹیپو سلطان مدراس سے واپس آنے کے بعد نظام علیخاں کا حیدر علیخاں کی ضیافت کرنا

جب ٹیپو سلطان اپنی افواج اور سامان رسد کے ساتھ اپنے باپ سے آملے تو نظام علیخاں نے حیدر علیخاں کی ضیافت کی اور اپنے امراء کے ذریعہ ان کو بجدّوکد بلوا بھیجا۔ اگرچہ حیدر علیخاں دل سے اس پر رضامند نہیں تھے تاہم ان کے پاسِ خاطر سے اپنے لشکر کے ساتھ جا کر ملاقات کی اس ضیافت کے متعلق ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف نے جو لکھا ہے یہ ہے:۔

> "مدراس پر حملہ کرنے کے بعد جب ٹیپو واپس آیا تو نظام الدولہ نے حیدر کی اور اس کے ساتھ اس کے بڑے بڑے عہدہ داروں کی اعلیٰ پیمانہ پر ضیافت کی اور اس کے ساتھ بڑی خاطر و مدارات سے پیش آئے اور اس کو ایک سونے کے تخت پر بٹھایا جس کے تکیے کلابتوں سے بنے ہوئے تھے اور جب انھوں نے رخصت کے

---

[1] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ (۲۰۴)۔

وقت اس کے ساتھ کر دیا۔ اور اس دعوت کے چند روز بعد حیدر نے
بھی نظام کو دعوت دی لیکن سونے کے تخت پر بٹھانے کے عوض
اس نے ایک ایسا تخت تیار کرایا جس پر پگوڈا ہون اور اشرفیاں
جڑ دی گئی تھیں اور اس پر نہایت نفیس قالین بچھائے گئے
اور عمدہ مخمل کے تکیے رکھے گئے تھے یہ سب رخصت کے وقت
نظام کے نذر کر دیا گیا۔"

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس مورخ کو یہ سمجھنے میں غلطی ہوی ہے کہ نظام علیخاں نے حیدر علیخاں کو سونے کے تخت پر بٹھایا اس واسطے کہ حیدر علیخاں نظام علیخاں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ان کے ایک امیر کا جیسا تصور کرتے تھے اور نظام علیخاں کو اس کا بڑا خیال تھا اور یہ اعزاز صرف انہیں حاصل تھے جو پادشاہت کے رتبے پر سرفراز ہوں اور نظام علیخاں کے عہد کے مشہور مورخ شاہ تجلی نے یہ نہیں بتایا ہے کہ بندگانعالی نے ان کو سونے کے تخت پر بٹھایا ممکن ہے کہ ان کو زربفت و کارچوبی کسی مسند پر بٹھایا گیا ہو اس موقع پر جو تحفے کہ بندگانعالی نے حیدر علیخاں کو دئے ہیں ان میں نہ اس سونے کے تخت کا کوئی پتہ ملتا ہے اور نہ کسی زربفت کی مسند کا۔ صاحب توزک آصفیہ کہتا ہے کہ[1] ۶ جمادی الثانی کو رکن الدولہ کے توسط سے حیدر علیخاں حضور میں باریاب ہوے اور اُن کو اعلیحضرت نے جیغۂ الماس معہ کلغی پر سیاہ اور سرپیچ مرصع معہ سالک مروارید دہگدگی مرصع اور ایک شمشیر

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۸۳ ۔

معہ قبضہ نیشب مرصع و ایک قبضہ خنجر معہ دستہ یشب مرصع اور پاندان مرحمت کر کے رخصت کیا اور اس کے دو روز بعد خود بدولت حیدر علیخاں کے پاس مدعو ہوئے انھوں نے اپنے لڑکے اور دوسرے اقرباء کے ساتھ جلو خانہ تک آ کر بندگانعالی کا استقبال کیا اور آداب بجا لا کر اکاون ہزار روپے اور ایک ہزار سونے کی پوتلی نذر کی اور زرِ نقد کے چبوترہ پر بٹھایا اور جواہر کے خوان اور پوشاک اور دو زنجیر ہاتھی نذر کئے شاہ تجلی کا بیان ہے کہ حیدر علیخاں کی نذر کے منجملہ ایک مالائے مروارا ور ایک انگشتری الماس بڑی قیمتی تھی ان کے علاوہ تین توپچے انگریزوں کی طرف سے غنیمت میں ان کو حاصل ہوئی تھیں پیش کیں۔

رکن الدولہ کا اپنی فوج لیکر حیدر علیخاں کے ساتھ شریک جنگ ہونا اور شکست پانا۔

اس ملاقات میں یہ طے پایا کہ بندگانعالی حزم و احتیاط سے اپنے لشکر و اسباب کے ساتھ ہسکوٹہ میں تشریف رکھیں اور وہ (حیدر علیخاں) خود غنیم سے مقابلہ کریں گے اور اس پر قابو پا کر کرناٹک، پایان گھاٹ کا انتظام بوجوہِ احسن کریں گے۔ جس پر نظام علی خاں نے رضامندی ظاہر کی اور ہسکوٹہ کو روانہ ہوے البتہ اپنے دیوان رکن الدولہ، منور خاں کرنولی، اسمٰعیل خاں ایلچپوری، اور راؤ رنبھا کو بیس ہزار سوار کے ساتھ حیدر علی خاں کے پاس چھوڑ دیا جنھوں نے اپنی اور رکن الدولہ کی فوج کے ساتھ تپل پلی کے گھاٹ کو عبور کر کے انگریزی مقبوضہ قلعۂ (انبور گڈھ) کا محاصرہ کیا۔ جب انگریز سرداران مذکور کو اس محاصرہ کی اطلاع ملی تو وہ کرناٹک گڈھ کیلاس گڈھ، دھوبی گڈھ، پلی گڈھ پر سے ہوتے ہوے یلغار وہاں پہنچ گئے۔ حیدر علی خان نے

اس فوج کے آنے کی خبر پاکر محاصرہ برخاست کردیا اور وڈچیری اور بابن پلی کے میدان میں جا ٹھیرے تازہ دم انگریزی فوج انبورگڈھ پہنچ گئی اور وہاں سے ایک روز کے بعد مقابلہ کے لئے نکلی۔ حیدر علیخاں نے اس مقابلہ میں ٹیپو سلطان کو میمنہ پر قایم کیا اور میسرہ رکن الدولہ کے سپرد کیا۔ آپ خود اپنے توپخانہ اور رسالداروں کے ساتھ محمدؐ علی سردار کو لیکر قلب میں ٹھیرے انگریزی سردار نے صرف ایک پلٹن اور سولجروں کی دو کمپنیاں اور دو توپیں رکن الدولہ کی طرف روانہ کیں اور دو پلٹن اور ایک رسالہ فرنگیوں کا چار توپوں کے ساتھ ٹیپو سلطان کے مقابلہ پر بھیجا اور کرنل سمتھ اور لفٹنٹ کرنل اوڈ دونوں قلب پر متوجہ ہوے آتش زود خود مشتعل ہوئی رکن الدولہ کی فوج انگریزی پلٹن کی صرف چند شلکوں میں پسپا ہوکر جو بھاگی تو پھر وانم باڑی تک کہیں نہ رکی[1]۔ ٹیپو سلطان قبل اس کے کہ انگریز قلب پر فتح پائیں اپنے سواروں کو لیکر کے انگریزی لشکر کے چنداول پر جا گرے اور ان کو منہزم کرکے ان کے مال و اسباب کو حاصل کرلیا اور چند انگریز سپاہیوں کو بھی گرفتار کرلیا۔ اس سے مطلع ہوکر انگریز سردار اپنے عقب کی حفاظت کے لئے پلٹے۔ حیدر علیخاں اس موقع سے فائدہ اٹھاکر برق آسا اس پلٹن پر جا گرے جو رکن الدولہ کے تعاقب میں گئی ہوی تھی اور اس پر حملہ کرکے سامان غنیمت حاصل کیا اور وانم باڑی واپس آئے۔ یہیں ٹیپو سلطان بھی اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گئے۔ سرداران انگریز اسی جگہ ٹھیرے رہے جہاں وہ تھے۔

---

[1] اس واقعے کو صاحب نشان حیدری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "لشکر رکن الدولہ از مقابلۂ یک پلٹن و چند گلولۂ صف شکن استقامت مردی از دست دادہ تا وانم باڑی دم بر نیارد" (نشان حیدری صفحہ ۱۳۴)۔

حیدرعلیخاں اور رکن الدولہ میں افتراق

حیدرعلیخاں نے یہاں پہنچکر رکن الدولہ کو طلب کیا اور اُن سے رنجش آمیز لہجہ میں کہا کہ "تمھاری ہمراہی فوج ہزیمت اثر ہے تم کو چاہئے کہ تم اپنے بہادران شہری کے ہمراہ حضور (بندگانعالی) میں چلے جائیں کہ ان کی وجہ سے میں کبھی فیروزمند نہیں ہوسکتا کہیں ایسا نہ ہو کہ مجالست و موانست کی وجہ سے ان کی سرد مزاجی میرے سپاہیوں سرایت کرکے ان کی غیرت مردانگی کو بھی برباد کردے" اس پر انھوں (رکن الدولہ) نے بڑی دلیری کی باتیں کیں اور موافقت ترک نہ کی اس لئے یہ طے پایا کہ وہ (رکن الدولہ) اور ان کی فوج حیدرعلی خاں کی فوج سے ہمیشہ دو میل پر رہا کرے اور حیدرعلی خاں کے لشکر میں ان کے لشکر کا کوئی آدمی آیا نہ کرے اور وقت ضرورت معتبر ہرکاروں کے ذریعہ پیغام رسانی ہوا کرے۔ اس واقعہ کو نشان حیدری میں جس خوبی سے بیان کیا گیا ہے اسی کے الفاظ میں سننا زیادہ مناسب ہوگا جو یہ ہیں :۔

"و نواب[1] (حیدرعلیخاں) رکن الدولہ را یاد فرمودہ سخنان رنجش آمیز
شنوانید چہ گفت کہ ہمراہیان شما بے ریب ہزیمت اثراند باید کہ
شما مع افواجِ بہادران شہری بحضور بروید کہ از سعی آنہا گاہے
روئے فیروزی نخواہم دید و مبادا کہ اثر برودت ناختن ایشان را
بہ نسبت ہمسایگی دہم جلیسی در رگ و پے جلادت کیشان ما سرایت
کردہ حرارت غیرت مردانگی را برباد دہد چوں او (رکن الدولہ)

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۴۔

مجدد سخنان دلیری بر زبان رانده از موافقت پہلو تہی ساخت
چناں قرار یافت کہ او از لشکر نصرت مآثر مدام بفاصلۂ نیم فرسنگ
مقام سازد و احدے از لشکرش بہ لشکر ظفر پیکر نیاید و وقت
ضرورت بزبانی ہرکارہ ہائے معتبر ابلاغ نماید۔"

جب انگریز سردار چار روز کے بعد اپنی فوج کے ساتھ وانم باڑی آئے حیدر علی خاں اپنی قیام گاہ سے نکل کر پہلے روز ترپاتور کے میدان میں مقیم ہوے اور دوسرے روز وہاں سے نکل کر کاویری پٹن کے شالیزار کے پرے قیام کیا اور اپنے لشکر کے اطراف چار مورچے قایم کرکے اُن پر توپیں رکھدیں۔ رکن الدولہ حیدر علی خاں کی فوج کے احاطہ سے باہر رہے انگریزی کرنل وانم باڑی کے انتظام کے لئے ایک سردار کو چھوڑ کر ترپاتور ہوتے ہوے حیدر علی خاں کے لشکر کے قریب ایک پہاڑ کے دامن میں سکونت پذیر ہوا۔ حیدر علی خاں کے طلایہ دار دو طرف سے انگریزی فوج پر حملہ کرتے تھے اور ایک طرف رکن الدولہ کے سوار راستہ پر جمے ہوے تھے ایک رات انگریزی سردار شبخون کے لئے آمادہ ہو کر اس راستہ سے روانہ ہوے جدھر کہ رکن الدولہ کے سوار طلایہ پر تھے اور وہ اس شبخون سے خبردار بھی ہوے لیکن انھوں نے حیدر علی خاں کو اس کی اطلاع نہیں کی اور نہ خود آپ اس انگریزی فوج کے سد راہ ہوے بلکہ وہاں سے کنارہ کش ہوگئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یا تو شروع مہم ہی سے رکن الدولہ حیدر علیخاں سے اتحاد کے پیرایہ میں مخالفت کرتے آرہے تھے یا یہ کہ حالیہ رنجش آمیز گفتگو کے بعد انھوں نے اپنے نزدیک یہ قرار دے لیا کہ حیدر علیخاں سے

اُن کی اُس بُری بھلی گفتگو کا بدلہ اس طرح لیں کہ ظاہر میں ان سے اتحاد قایم رکھکر ان کے مخالفین سے درپردہ مل لیں یا یہ کہ ان کے مخالفین کے طرز عمل سے ان کو واقف نہ کرکے بدلہ لیں۔ بہرحال انگریزی سردار راستہ قطع کرکے حیدر علیخاں کی فرودگاہ کے قریب پہنچا اور راہنماؤں کی عدم واقفیت کی وجہ سے راستہ کے دلدل اور دھنڑول کے کیچڑ میں پھنسکر رات تمام بھور کردی۔ صبح کو حیدر علیخاں کے بُرجوں کے چوکیداروں نے خبردار ہوکر توپوں کی شلک سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور ان کے پیچھے سے حیدر علیخاں کے طلایہ دار فوج نے اُن پر پہنچکر تیر و تفنگ سے بازار جدال و قتال گرم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اُسی شب رکن الدولہ نے انگریزوں سے اتفاق کرلیا۔ صاحب نشان حیدری صاف الفاظ میں یہ بیان کرتا ہے کہ وہ (رکن الدولہ) بظاہر حیدر علیخاں کی مدد کے لئے آمادہ تھے لیکن در اصل ان کے لشکر کے تاخت و تاراج کے لئے قابو طلب تھے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

"... اگرچہ[1] از یک طرف بہ بہانۂ کومک مستعد شدہ بُود اما بنا بر تاخت و تاراج لشکر نواب قابو جو بود ....."

حیدر علیخاں نے رکن الدولہ کی نسبت سُن تو لیا تھا کہ اپنے خلاف ہیں اب ان کے طرز عمل اور شب خون کی عدم اطلاع دہی سے ان کو یقین ہوگیا کہ یہ اُن سے برگشتہ ہوگئے ہیں۔ جس کے بعد انھوں نے اپنے رسالدار پائندہ خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوج لیکر آگے بڑھے

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۶۔

اور رکن الدولہ کی طرف چند توپ سر کرتے تاکہ وہ (رکن الدولہ) اُن (حیدر علیخاں) سے علیحدہ اور دور ہو جائیں۔

انگریزوں کے ساتھ قیام اتحاد کی سلسلہ جنبانی

اُدھر انگریزی سردار اُن دھمکیوں سے بے نیل مرام واپس ہوا اور ادھر رکن الدولہ نے اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھائے اور بند گانعالی کے پاس آئے معلوم یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے بند گانعالی کے آگے شکایتوں کا انبار لگا دیا جس کے بعد ممکن نہ تھا کہ اعلحضرت حیدر علیخاں کا اتحاد ترک کرنے پر راضی نہ ہوتے اور اس وقت کے حالات کے نظر کرتے حیدر علیخاں کے اتحاد کو ترک کرنے کے بہ الفاظ دیگر یہ معنی تھے کہ انگریزوں کے ساتھ متحد ہو جائیں۔ جب نظام علیخاں ہسکوٹہ سے گھاٹ کرنیات پہنچے تو وہاں سے اُن کے وکلاء انگریزی لشکر میں گئے اور رکن الدولہ محمد علیخاں سراج الدولہ (نواب کرناٹک) کے پاس گئے جو اُن دنوں مدراس ہی میں فروکش تھے۔ شاہ تجلی نے اس اتحاد کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اُس کی تحریک محمد علیخاں نے نصیب یار خاں وقار الدولہ کے ذریعے رکن الدولہ کے پاس کی جس پر انھوں نے بہ تمہید شایستہ اعلحضرت میں معروضہ کیا جو درجۂ پذیرائی کو پہنچا لیکن ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کے بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس صلح کے اسباب پیدا کرنے کے رکن الدولہ ہی باعث ہوئے ہیں چنانچہ وہ کہتا ہے:-

"..... (نظام علیخاں) حیدر سے علیحدہ ہو کر کڑپہ روانہ ہوئے اور جونہیں کہ وہ وہاں پہنچے ان کے دیوان اور لائق دیوان رکن الدولہ نے

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ ۱۸۴۔

اپنے سالے محمد علی خاں کو یہ معلوم کرنے کے لئے خط لکھا کہ آخر اُس نے
نظام کو حیدر کا ساتھ چھوڑنے پر مایل کر ہی لیا اور اس نے بھی لکھا کہ
اگر نواب محمد علیخاں اور انگریز خواہش کریں تو ایک ایسے صلح نامہ کے
طے کرنے کے کامل اختیارات کے ساتھ جسکی کہ اُن کو خواہش ہو
وہ خود مدراس آئیگا۔"

غالباً اسی غرض کے تحت ۶ رمضان المبارک ۱۱۸۱ھ (م ۲۶ جنوری ۱۷۶۸ء) کو مسٹر فٹنز جیرالڈ حضور بندگانعالی میں باریاب ہوئے جن کے متعلق شاہ تجلی کا بیان ہے کہ وہ[1] محمد علیخاں سراج الدولہ کے فرستادہ تھے۔ اُن کی نذر قبول فرما کر درخواست ملاحظہ کی اور ایک مرصع جیغہ مرحمت کر کے رخصت کیا۔ ہم اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ فٹنز جیرالڈ کو محمد علیخاں نے بھیجا۔ حالیہ جنگ میں تین فٹنز جیرالڈ کام کر رہے تھے جنمیں سے ایک کپتان جیمس فٹنز جیرالڈ تھا دوسرا کپتان رابرٹ ویلیئر فٹنز جیرالڈ اور تیسرا میجر تامس فٹنز جیرالڈ۔ اسی میجر تامس فٹنز جیرالڈ کی انگریزی فوج سے حیدر علیخاں کا مقابلہ ہوا ہے یہ میجر اس فوج کی حمایت پر مامور ہوا تھا جو ٹرناملی سے رسد لارہی تھی اس رسد والی فوج پر حیدر علیخاں نے حملہ کیا جس میں اُس کو اسی فٹنز جیرالڈ کے مقابلہ میں تقریباً اواخر ڈسمبر ۱۷۶۷ء (م اواخر شعبان ۱۱۸۱ھ) میں ناکامی ہوی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی کامیابی کے بعد افسران اعلیٰ کی ہدایت پر میجر فٹنز جیرالڈ بندگانعالی کے پاس پہنچے۔ ان کے ذریعہ جو کچھ ریشہ دوانی ہوی ہے اس کو تو انگریزی مورخین نے پردۂ خفا میں رکھا ہے اور ظاہر یہ کیا ہے کہ

---

[1] تورک آصفیہ ۱۸۵۔

لفٹننٹ[1] کرنل ہارٹ کے تحت کچھ فوج کھمم بھیجی گئی۔ جو ماہ ڈسمبر میں وہاں پہنچی اور بنگال آرمی کے کرنل جوسف پیچ اس سابقہ فوج کو اپنی فوج کے ساتھ شریک کرکے حسب ایماء کونسل ۲۰ر جنوری ۱۷۶۶ء (م ۷ر رمضان ۱۱۸۱ھ) کو ورنگل روانہ ہوئے یہ زمانہ وہی ہے جبکہ میجر فٹز جیرالڈ نظام علیخاں کے پاس بھیجے گئے اور اس فوجی نقل و حرکت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزوں نے اس سفیر کے ذریعہ بندگانعالی کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ انگریز ادھر سرکار ان شمالی پر قبضہ کرکے کھمم اور وہاں سے ورنگل کی طرف بڑھ چکے ہیں اور اب بہت جلد وہ حیدرآباد پر قبضہ کرلیں گے اب بھی اگر وہ (نظام علیخاں) انگریزوں کے ساتھ متفق ہوجائیں تو یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی اس پیش قدمی سے باز آجائیں اس تخویف سے اور ساتھ ساتھ رکن الدولہ کی فہمایش سے نظام علیخاں نے بعوض اس کے کہ انگریزوں کے خلاف کسی جارحانہ عمل پر تیار ہوتے اُن سے صلح کرنے کی قرارداد کرلی۔

رکن الدولہ کی روانگی مدراس کو اور وہاں ان کی آؤ بھگت

فٹز جیرالڈ کی باریابی کے دو ہی روز بعد بندگانعالی نے رکن الدولہ کو مدراس روانہ کردیا۔ جو ۹ر فبروری ۱۷۶۸ء (م ۲۰ر رمضان ۱۱۸۱ھ) کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اس موقع پر راجہ رامچندر اور راجہ بیر بہادر ان کے ہمراہ تھے ان کے وہاں پہنچنے پر جو کچھ ان کی آؤ بھگت ہوی ہے اس کو ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف نے کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے جو یہ ہے:

"...... رکن[2] الدولہ اور نظام کے ایک معتمد مرہٹہ سردار راجہ رامچندر بڑے تزک واحتشام سے مدراس گئے جہاں وہ بڑے اعزاز

---

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد اول صفحہ ۲۵۴۔ [2] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ ۲۲۸۔

کے ساتھ داخل ہوئے ان کو توپوں کی سلامی دیگئی۔ جن سڑکوں پر سے وہ گزرے اُن پر انگریزی فوجیں قطار باندھے ہوئے تھیں ان کو ہر روز ایک نیا نظارہ دکھایا جاتا تھا۔ انھیں جہازوں کا بندرگاہ دکھایا گیا اور ہر وہ شئے ان کے ملاحظہ میں لائی گئی جو ان کی محتاج توجہ معلوم ہوتی تھی۔ لیکن جس چیز سے ان کو بہت خوشی اور اطمینان ہوا وہ قیمتی تحائف تھے جو اس موقع پر ان کو دئے گئے ان تحائف میں نظام کا حصہ بالکل کم تھا اور جو کچھ تحائف اُن کے لئے پیش بھی کئے گئے وہ بالکل ناقابل لحاظ تھے اس کمی کو آئندہ کے بڑے بھاری وعدوں کے ساتھ رفع کیا گیا اور برخلاف اس کے ان شاندار وزیروں نے ایک صلح نامہ پر تکمیلی دستخط کر دئے۔"

تکمیل صلح نامہ اور اس کے شرائط

۱۲۔ فروری ۱۷۶۸ء (م ۲۳۔ رمضان ۱۱۸۱ھ) کو رکن الدولہ نے صلح نامہ کی تکمیل کردی اس میں سے حسب تفصیل ذیل عہد و پیماں ہوئے۔

۱۔ مصطفیٰ نگر (عرف کنڈاپلی) و مرتضیٰ نگر (عرف گنٹور) و راجمندری و سیکاکول و کونڈویر بشرائط مصرحۂ ذیل نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی کو دے دیا۔

۲۔ مرتضیٰ نگر کو چونکہ نظام علیخاں نے اپنے بھائی بسالت جنگ کی جاگیر میں دے دیا ہے اس لئے وہ اس پر تاحیات یا اس وقت تک

قابض و متصرف رہیں گے جب تک کہ وہ انگریزی کمپنی اور محمد علیخاں والاجاہ کے خلاف نہوں یا حیدر علیخاں سے متفق ہو جائیں۔

۳۔ قلعہ کنڈاپلی (عرف مصطفیٰ نگر) معہ جاگیر انگریزی کمپنی کے قبضہ میں رہیگا اور قلعہ میں انگریزی فوج رہیگی۔

۴۔ سرکار سیکاکول کے زمیندار نارائن دیو نے اچھا پور میں فساد برپا کرکے ادائی مالگزاری سے انکار کر دیا ہے اور کمپنی کی اطاعت سے منحرف ہوگیا ہے اس لئے نظام علیخاں اس امر پر رضامند ہیں کہ اس صلحنامہ کی تکمیل کے بعد احکام و تاکیدات نہ صرف نارائن دیو بلکہ سرکار ایلور مصطفیٰ نگر و راجمندری اور سیکاکول کے جملہ زمینداروں کے نام لکھینگے کہ وہ آئندہ سے انگریزی کمپنی کو اپنے پادشاہ کے مثل تصور کریں اور اپنا ذمگی محاصل مال وسائر وغیرہ اس کو ادا کرتے ہیں آصف جاہ مذکور اس امر پر رضامند ہیں کہ وہ آئندہ نواب والاجاہ یا انگریزی کمپنی کے ملازمین یا زمیندار وغیرہ کو کوئی فساد برپا کرنے میں مدد نہ دینگے اور نہ ان کو پناہ دیں گے۔

۵۔ ا حالیہ جنگ میں انگریزی کمپنی اپنی فوج کو سرکار ورنگل میں اپنی فوج بھیجنے پر مجبور ہوی تھی۔ اس صلحنامہ کی تکمیل کے بعد کمپنی اپنی اس فوج کو کھمم کے قلعہ کو واپس کریگی اور جو نہیں نظام اپنی فوج کے ساتھ

دریائے کرشنا پار ہوجائیں کمپنی کی فوج قلعۂ کھمم کو ان کے نائب کے سپرد کرکے اپنے علاقہ میں چلی جائیگی۔

ب۔ کمپنی اقرار کرتی ہے کہ یکم جنوری ۱۷۶۸ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۱۸۱ھ سے چھ سال تک سالانہ دولاکھ روپے آرکاٹی دو اقساط میں ادا کرتی رہیگی اور سرکار کو ندویر پر قبضہ ملنے کے بعد مزید ایک لاکھ ہر قسط میں اضافہ دیگی۔ اگر ان چھ سالوں میں کمپنی سرکاران مذکور پر امن وامان کے ساتھ قابض ومتصرف رہے اور نظام اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کریں تو کمپنی یکم جنوری ۱۷۷۴ء سے دو مساوی اقساط میں پانچ لاکھ روپے ادا کریگی اور اگر کو ندویر پر قبضہ ہوجائے تو سالانہ سات لاکھ روپے دیگی لیکن نظام خود یا ان کی تحریک پر مرہٹے یا اور کوئی ان سرکاروں یا کرناٹک پر حملہ کریں تو صلح ہونے تک یا اس وقت تک جب تک کہ سرکاران مذکور کمپنی کو واپس نہ مل جائیں اقساط مذکور کی ادائی معلق رہیگی۔

۶۔ سابقہ طے نامہ میں یہ شرط تھی کہ بشرطیکہ صورت حالات اجازت دیں نظام اور انگریزی کمپنی ایک دوسرے کی مدد کرینگے لیکن اس سے ہر دو فریق معاہدہ کو مشکلات کا سامنا ہوگا اور اس وجہ سے امکان ہے کہ کوئی غلط فہمی واقع ہوجائے اس لئے اب یہ قرار

پایا کہ انگریزی کمپنی اور نظام اور نواب والاجاہ کے مابین ہمیشہ کیلئے اتحاد قایم رہے ایک کا دشمن باقی دو کا دشمن اور ایک کا دوست باقی دو کا دوست متصوّر ہو اگر کوئی مشکلات واقع ہوں یا متحدین کے ممالک پر کوئی غنیم حملہ آور ہو تو متحدین میں سے کوئی اس کو (حملہ آور) مدد نہ دے۔ انگریزی کمپنی اور نواب والاجاہ اپنے اتحاد کے ثبوت میں البتہ اپنی طرف سے سپاہیوں کی دو بٹالین اور چھ توپیں یوُروپین سولجروں کے تحت نظام کی ضرورت پر فراہم رکھیں گے بشرطیکہ صورت حالات اس فوج کو دکن میں کوچ کیلئے اجازت دے اور بشرطیکہ نظام ان کے اخراجات ادا کریں

۷۔ ا۔ شاہ عالم نے نواب والاجاہ اور ان کے فرزند کلاں معین الملک عمدۃ الامراء کو نسلاً بعد نسل کرناٹک پایاں گھاٹ کی حکومت سے سرفراز کیا نظام نے بھی ان کو اپنے تحت سے علٰحدہ کر کے جملہ مطالبات کے متعلق اپنی طرف سے فارغ خطی دی۔ جس کے عوض نواب والاجاہ نے پانچ لاکھ روپئے نظام کو دئے اور نظام نے نواب مذکور اور ان کے فرزند اور ان کے ورثاء کو اور اس علاقہ کی سند التمغا کو تسلیم کیا۔

ب۔ نظام، انگریزی کمپنی (یعنے صدر نشین وارکان مدراس کونسل) اور نواب والاجاہ کے سوائے کسی اور شخص سے علاقہ کرناٹک اور

سرکاران شمالی میں خط و کتابت نکرینگے ۔ اور نہ کمپنی و نواب والاجاہ نظام اور ان کے دیوان اور ضامنین (جن کے دستخط اس صلح نامہ پر ہوی) کے سوائے کسی اور سے علاقہ دکن میں خط و کتابت کریں گے۔

۸۔ نواب آصف جاہ نے اپنے اتحاد کی رُو سے والاجاہ اور ان کے فرزند کلاں معین الملک کو حسب ذیل اسناد مرحمت فرمائے۔

ا۔ کرناٹک کی سند التمغا۔

ب۔ ایمن کندلہ (بشمول گھن پورہ) کی سند التمغا۔

ج۔ گھٹ کیسر کی سند التمغا۔

د۔ کولار کے قلعہ داری کی سند التمغا۔

ھ۔ ضلع سُونے دُوپ کی سند التمغا۔

و۔ ایک فارغ خطی جس کی رو سے وہ دکن کے اثر سے علیحدہ کردئے گئے۔

۹۔ حیدر نایک (حیدر علیخاں) نے سلطنت میسور غصب کرکے اطراف میں اودھم مچادی ہے اور حالیہ جنگ میں انگریزی کمپنی اور نواب والاجاہ کے علاقہ کو تباہ کر دیا ہے اس لئے ہمسایہ ملک کی حفاظت و فائدے کے لئے لازم ہے کہ نایک مذکور کو سزا دیجائے اور اس کی قوت کو توڑ دیا جائے اس غرض کے لئے آصف جاہ اس کو

علی الاعلان باغی اور غاصب قرار دیتے ہیں اور اُن تمام خطابات واسناد سے اس کو محروم گردانتے ہیں جواب سے پیشتر خواہ انہوں نے یا کسی اور صوبہ دارِ دکن نے اُس کو دئیے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حیدر نایک نے آصف جاہ کے ساتھ دغا کی ہے اور اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے اور اپنے آپ کو آئندہ مہربانیوں اور عنایات کا نااہل ثابت کیا ہے۔

۱۰۔ا۔ انگریزی کمپنی امن وامان کے ساتھ ساحل کورومنڈل وملیبار پر تجارت کر سکتی ہے۔

ب انگریزی کمپنی بمعیت نواب والاجاہ کرناٹک اور دوسرے مقبوضات پر قابض رہ سکتی ہے۔

ج یہ ضروری ہے کہ علاقہ کرناٹک بالاگھاٹ (جو صوبہ داری بیجاپور سے متعلق تھا اور اب حیدر نایک کے تصرف میں ہے) اُن کے تحت تصرف رہے جو عدل وانصاف اور احکام شاہی کی اطاعت کریں آصف جاہ اقرار کرتے ہیں کہ کرناٹک بالاگھاٹ مذکور کی دیوانی پر (جو صوبہ داری بیجاپور سے متعلق تھی) انگریزی کمپنی متصرف رہے اور وہ اس کے متعلق شاہ عالم کے پاس سے فرمان حاصل کرلے لیکن نظام کو بہ حیثیت صوبہ دار دکن جو حقوق کہ اس کے متعلق حاصل

ہیں وہ اس سے مفقود نہوں گے اور کمپنی نے اقرار کیا کہ اس کی دیوانی پر قبضہ پانے کے بعد سے سات لاکھ روپئے آرکاٹی سالانہ دو مساوی اقساط میں ادا کریگی بشرطیکہ نظام حیدر نایک کو تدارک کرنے میں کمپنی اور نواب والاجاہ کی مدد کریں اور اس سے نہ خود کوئی مراسلت کریں اور نہ اپنا کوئی وکیل اس کے پاس روانہ کریں۔

۱۱۔ انگریزی کمپنی کا یہ مقصود نہیں ہے کہ مرہٹے اپنے چوتھ سے محروم رہیں جو انگریزی کمپنی کرناٹک بالاگھاٹ پر بحیثیت دیوان قابض ہونے کے بعد سے برابر ادا کرتی رہیگی۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ شرائط صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ نواب کرناٹک اور انگریزوں کے ہوا خواہ و ملازم ابراہیم بیگ دھونسہ کو سرکار عالی میں کسی معقول خدمت پر مامور کر لیا جائے لیکن اس کو صورت تحریر میں نہیں لایا گیا البتہ بر بناء سفارش ان کے تقرر کا وعدہ کر لیا گیا اور اسی بناء پر یہ ۲۵ شوال کو وقار الدولہ کے توسط سے شرف اندوز ملازمت ہوے اور سرپیچ مرصع سے سرفرازی پائی۔

مدراس سے رکن الدولہ کی واپسی اور تحائف گورنر مدراس و نظام علیخاں کے مابین تبادلہ

رکن الدولہ ۲ شوال ۱۱۸۲ھ (مطابق ۲۱ فروری ۱۷۶۸ء) کو گورنر مدراس اور محمد علیخاں سراج الدولہ کے تحائف کے ساتھ مسٹر سں اولی اور بربسی کو لیکر حاضر خدمت ہوے گورنر کے مرسلہ تحفے یہ تھے۔ (۱) شمع کار صندوق ایک (۲) عطردان ایک (۳) اعلیٰ جواہر (۴) بانات (۵) مشجر

(۶) طپنچہ ایک (۷) بندوق ایک (۸) آئینہ کلاں بیں معہ تصاویر (۹) قلمدان ایک (۱۰) پوشاک خاصہ (۱۱) ہاتھی ایک زنجیر۔ ان کے علاوہ بیگمات کے لئے بھی تحفے بھیجے گئے تھے بندگانعالی نے انگریزی سفرا میں سے مسٹر اولی کو جیغہ و سرپیچ مرصع اور مسٹر برسی کو صرف جیغہ مرحمت فرمایا اور گورنر کو حسب تفصیل ذیل تحائف[1] روانہ فرمائے۔

(۱) ایک ہاتھی موسوم بہ گجراج (۲) ایک جیغہ الماس با آویزہ مروارید قیمتی ۳۰۰۰ (۳) ایک سرپیچ کرن بوقت معہ ۳ عدد الماس قیمتی ۱۷۵۰ (۴) ادریسی بالڑی و آویزہ مروارید قیمتی ۲۰۰۰ (۵) گیارہ پارچہ کی دو خلعتیں۔

گورنر مدراس کے علاوہ مدراس گورنمنٹ کے سات ممبران کونسل میں سے ہر ایک کو ایک ایک سرپیچ اور چار چار پارچہ کی ایک ایک خلعت علحدہ علحدہ مرحمت فرمائی ان کے ساتھ بندگانعالی نے محمد علیخاں سراج الدولہ کو بھی خلعت و جواہر روانہ فرمائے ان خلعتوں اور تحفوں کو لیکر سفراء انگریزی ۸ شوال ۱۱۸۱ھ (م ۲۶ فروری ۱۷۶۸ع) کو مدراس روانہ ہوئے ان کی واپسی کے بعد امراء و زمینداروں کو اپنے اپنے مستقر پر رخصت کرکے خود بدولت بھی جانب حیدرآباد کوچ فرماکر ۶ ذیحجہ ۱۱۸۱ھ (م ۲۴ اپریل ۱۷۶۸ع) روز یکشنبہ کو نالا سیر حملہ کے دروازے سے بلدہ حیدرآباد میں داخل ہوئے۔

---
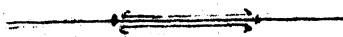
[1] یہ تفصیل ہم کو دفتر دیوانی و مال وغیرہ کی ایک فرد سے معلوم ہوئی ہے جس سے استناد کی اجازت جناب ناظم صاحب دفاتر مذکور نے اپنی عنایت سے دی ہے اس فرد میں علاوہ گورنر کے ہر ایک ممبر کونسل کیلئے بھیجے ہوئے تحائف کی تفصیل بھی موجود ہے

راجۂ ناگپور پر مکرّر حملہ

راجہ ناگپور پر مکرر حملہ اور اسکی وجہ

بندگانعالی کے بلدہ واپس ہونے کے بعد ان کو مادھوراؤ اور رگھناتھ راؤ کی مہم میں شریک ہونا پڑا۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ رگھناتھ راؤ شمال میں جاٹ کی مہم سے اور مادھوراؤ جنوب میں حیدرعلیخاں کی مہم سے فراغت پاکر اپنے اپنے مستقر پر واپس ہوئے تو رگھناراؤ نے یہ ادعا کی کہ اس کو حکومت مہاراشٹر سے نصف پر حکمراں کیا جائے اور بقیہ نصف پر پیشوا مادھوراؤ قابض رہے جب مادھوراؤ نے اس سے انحراف کیا تو رگھناتھ راؤ نے اپنی فوج میں پندرہ ہزار آدمیوں کا اضافہ کیا اور داماجی گیکواڑ اور ہولکر کے دیوان گنگادھر اشونت کے خدمات حاصل کئے اور جانوجی بھونسلہ نے بھی امداد کا وعدہ کیا لیکن اس کے صورت عمل میں آنے سے پہلے ہی مادھوراؤ نے بھاری فوج سے ۱۰ رجون ۱۷۶۸ء (م ۲۴۔ محرم ۱۱۸۲ھ) کو دھوداپ کے میدان میں رگھناتھ راؤ پر ایک دم حملہ کر دیا جس میں وہ (رگھناتھ راؤ) گرفتار ہو گیا۔ اس کو پونہ کے شنوار محل میں نظر بند کر دیا گیا اس قید میں اس کو صرف اپنی بیوی اور متبنیٰ امرت راؤ سے ملنے کی اجازت تھی اور محل سے نکلنے اور دیگر ملاقاتیوں سے بلا اجازت ملنے کی ممانعت اور اس کی نگرانی نانا پھڑنویس کے تفویض کر دی گئی اس طرح رگھناتھ راؤ پر قابو پا چکنے کے بعد جانوجی بھونسلہ کو بھی مطیع کر لینا مادھوراؤ کو لازم تھا

رگھناتھ راؤ کی گرفتاری کی اطلاع ملنے پر نظام علیخاں کی طرف سے رکن الدولہ ۹ ربیع الثانی ۱۱۸۲ھ

(م ۲۳ راگسٹ ۱۷۶۸ء) کو مادھو راؤ کے پاس روانہ ہوئے حسب بیان شاہ تجلی اس وقت ان کے ہمراہ معقول فوج[1] تھی اور انھوں نے جانوجی بھونسلہ کے مقابلہ میں مادھو راؤ کی رفاقت بھی کی چنانچہ کنکیڈ کے بیان کے موافق دونوں کی منفقہ[2] فوجیں باسم اور کارنجہ کو جانے والی سڑک سے علاقہ برار میں داخل ہوئیں۔ جانوجی بھونسلہ اِدھر سے اودھر اور اودھر سے اِدھر ممالک محروسہ سرکار عالی میں اودھم مچاتا رہا کئی گاؤں جلادئے۔

صلح نامہ کنکاپور کی تکمیل اور اس میں ریاست آصفیہ کے مفاد سے قطع نظر

جب جانوجی بھونسلہ نے اس کثیر فوج کے باقاعدہ مقابلہ میں کامیابی کی توقع نہ پائی اور آوارہ گردی سے تھک گیا تو صلح[1] کی خواہش کی جس پر ایک صلح نامہ ۲۳ رمارچ ۱۷۶۹ء (م ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۸۲ھ) کو بمقام کنکاپور تکمیل پایا جس میں حسب ذیل امور طے ہوئے۔

۱۔ جانوجی بھونسلہ اس تمام علاقہ سے دست بردار ہو جائے جو اس کو راکس بھون کی جنگ کی وجہ سے ہمدست ہوا تھا۔

۲۔ اس کی فوجی قوت سپاہیوں کی ایک خاص تعداد تک محدود رہے جس میں بلا اجازت پیشوا اس کو اضافہ کا اختیار نہ ہوگا۔

۳۔ وہ نہ نظام علیخاں سے کوئی مراسلت کرے اور نہ مغلیہ شہنشاہ سے اور نہ انگریزوں سے اور نہ نواب اودھ سے۔

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۸۸ و ۱۹۳۔

[2] ہسٹری آف دی مرہٹہ پیپل جلد دوم صفحہ ۹۴۔

۴۔ بطور ہرجانہ پانچ لاکھ روپیہ پیشوا کو پانچ قسطوں میں ادا کرے۔

اس صلح نامہ میں ایسے شرائط طے پائے جو صرف مادھوراؤ کے حق میں مفید تھے اس موقع پر رکن الدولہ گویا مادھوراؤ ہی کے نمائندہ تھے کہ انھوں نے اپنے مفید یا اپنی ریاست کے متعلق کوئی شرط نہ اس صلح کے وقت پیش کی اور نہ اس سے قبل تجدید اتحاد کے وقت مادھوراؤ سے کوئی معاہدہ کیا۔ اس صلح نامہ کی تکمیل کے وقت ان کو کم ازکم اپنی ریاست کی اس پالیسی کا خیال رکھنا چاہیئے تھا جو مرہٹوں کے معاملات میں ابتک تھی یعنی یہ وہ ہمیشہ ایک فریق کے مقابلہ میں دوسرے کی مدد کرنے میں اپنے فائدہ کو ملحوظ رکھتی تھی بہرحال رکن الدولہ کو نظام علیخاں اور ان کی ریاست سے جو کچھ دلچسپی اور ہمدردی تھی اس صلح نامہ اور اس کے شرائط سے بخوبی ظاہر ہے۔

رکن الدولہ جب مادھوراؤ کی طرف روانہ ہونے لگے تو راجہ رتن چند کالکا داس کو پیشکاری کی خدمت تفویض کرکے اپنا نائب بنایا۔ سپاہیوں کی ایک سال کی تنخواہ چڑھ گئی تھی اس لئے تمام سپاہی جلوخانہ خاص میں ہنگامہ آرا ہوئے اور جب راجہ رتن چند ان کی تشفی کی خاطر آنے لگے تو برسر بازار ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے اور چاہتے تھے کہ ان کو پالکی ہی میں ختم کردیں لیکن اعتقاد الدولہ نے ایسے موقع میں ان کی حمایت کی معاملہ رفع دفع ہوگیا اس واقعہ سے متاثر ہوکر راجہ رتن چند نے چند جمعداروں کو اپنے موافق کرکے حضور میں فرد مطالبہ تنخواہ کے ساتھ اپنا یہ معروضہ پیش کیا کہ۔

"اگر رکن الدولہ کی علٰحدگی اور ان کی جگہ خدمت دیوانی پر میرا تقرر منظور[1]

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۹۳۔

فرمایا جائے تو میں سپاہیوں کی پوری تنخواہ ادا کر کے دس لاکھ روپے
بطور نذرانہ داخل خزانہ کرتا ہوں"۔

اس معروضہ پر بندگانعالی نے فرمایا کہ "اس کی تصدیق میں اُن اصحاب کی مہریں بھی اس پر ثبت ہوں جو اس امر میں تمہارے ساتھ متفق ہیں"۔ جس پر انھوں نے اپنے تمام متحد الخیال لوگوں کے دستخط و مہر لیکر فرد مذکور ملاحظہ میں پیش کی بندگانعالی نے ابھی کوئی احکام نہیں دئے تھے کہ رکن الدولہ کی واپسی کی اطلاع ملی۔ جس کے ساتھ ہی ۱۸ ربیع الاول ۱۱۸۳ھ (م ۲۲ جولائی ۱۷۶۹ء) کو فتح دروازے سے بیرون شہر تشریف لیجا کر خود بدولت نے ان کا استقبال کیا اور خواصی ٹھلا کر ان کو دولت خانہ خاص میں لے آئے اور رتن چند کے اقرار مطالبات ان کو دئے اور فرمایا کہ "یہ تمھارے اعتمادی آدمی کا وثیقہ ہے"۔ رتن چند اور اُن کے بیٹے کا نچند کو قلعہ محمد نگر میں محبوس کر دیا۔ رکن الدولہ کے طرز عمل کے مقابلے میں نظام علیخاں کے اس حسن سلوک و حسن ظن سے یہ پایا جاتا ہے کہ انھوں (رکن الدولہ) نے اپنی لسانی حکمت عملی اور نمایش ظاہری سے بندگانعالی کو اپنی طرف سے بھلاوے میں ڈالدیا تھا۔ ورنہ وہ اعمال جو ابتک انھوں نے خود ریاست کے اور ریاست کے دُعاگویوں[1] کے حق میں کئے اس قابل نہ تھے کہ فرو گزاشت کر دئے جاتے۔

---

[1] صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ جب رکن الدولہ مادھو راؤ کی طرف جانے لگے تو انھوں نے اکثر اُن آل تمغا و انعامی مواضعات کو جو عہد آصف جاہ اول بلکہ عالمگیر اور قطب شاہیہ سلاطین کے زمانے سے سادات، غربا، و بیوگان پر بحال تھے ضبط کر کے جدید منصبداروں پر بحال کیا۔ جس سے عوام میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ لیکن مدار المہام کے خوف و اثر سے ان ستم رسیدگان کی کوئی داد و فریاد کسی نے نہ سُنی (توزک آصفیہ ۱۹)۔

اواخر جمادی الاول ۱۱۸۳ھ (م اواخر ستمبر ۱۷۶۹ء) میں بندگانعالی گرگنٹہ روانہ ہوے کیونکہ وہاں کا زمیندار سرکش ہوکر ادائے مال واجبی میں تھاون کرتا تھا۔ ضابط جنگ ابراہیم بیگ خاں دھونسہ نے بڑی خوبی سے صرف چند ہی روز میں اس مہم کو سر کرلیا۔ اس سے فارغ ہوکر گلبرگہ روانہ ہوے اور روضۂ مبارک پر فاتحہ پڑھا اور سجادے صاحب سے ملاقات کرکے کلیانی کی طرف روانہ ہوے۔ یہ چندرسین کے بیٹے راجہ رامچندر کے زیر تصرف تھا جو کئی سال قبل صلابت جنگ کے عہد کی اخیر جنگ میں (جو مرہٹوں کے ساتھ ہوی تھی) ان کے سب سے چھوٹے بھائی میر مغل علیخاں ناصر الملک کو درغلاکر پیشوا یا لاجی راؤ کے پاس لیکر چلا گیا تھا۔ جس سے صلابت جنگ کا یا بہ الفاظ صحیح نظام علیخاں کا پلّہ کمزور ہوگیا تھا۔ اگرچہ اس جنگ سے واپس ہوتے وقت نظام علیخاں نے اس کے علاقہ کے موضع چمچلہ پر حملہ کیا تھا لیکن اس کے لئے یہ کافی نہیں تھا اور اس کے بعد سے اب تک اس نے تلافی مافات کی کوشش بھی نہیں کی اور نہ وہ بندگانعالی سے معافی کا خواستگار رہا۔ اعلیحضرت کو گرگنٹہ سے واپسی کے وقت یہ موقع ملا کہ اس کو معقول سزا دیں چنانچہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۸۳ھ (م ۱۵ مارچ ۱۷۷۰ء) کو اُسے گرفتار کرلیا گیا اور جب یہاں سے حیدرآباد واپس پہنچے تو اس کو قلعہ محمد نگر میں محبوس کردیا گیا اس کا توپخانہ اور ہاتھی اور دیگر اسباب وغیرہ ضبط کرلیا گیا۔ بیٹے کی گرفتاری کے بعد اُس کی ماں نے قلعہ کلیانی کے دروازے کو بند کرلیا اور چاہتی تھی کہ مقابلہ کرے قلعہ کا چند روز محاصرہ رہا آخر ۱۱ ذیحجہ ۱۱۸۳ھ (م ۷ اپریل ۱۷۷۰ء) کو رامچندر کی والدہ نے قلعہ اولیائے دولت کے سپرد کیا اور بندگانعالی نے از راہِ نوازش مواضع بھالکی اور بھاتمرہ اُس پر بحال کرکے قلعۂ کلیانی پر

رکن الدولہ کے بھائی ارسلان جنگ کو قلعدار بنا دیا اور ہمنا باد اور چچلہ جو رامچند کی جاگیر میں تھے ضبط کر لئے۔ خود بدولت اس انتظام سے فارغ ہو کر نرمل کی طرف متوجہ ہوے کہ وہاں کے زمیندار گنگاراؤ کو تنبیہ کریں وہ قلعہ میں محفوظ ہو گیا دس بارہ روز جنگ رہی آخر بندگانعالی نے اس کو دوسرے علاقہ کی سرفرازی کی۔ جس پر اس نے قلعۂ نرمل کو خالی کر دیا۔ بندگانعالی نے ابراہیم بیگ ضابط جنگ کو ظفر الدولہ کے خطاب سے سرفراز کر کے قلعۂ مذکور معہ قصبہ جات متعلقہ اُن کے سپرد کر دیا۔ جس کی مسرت میں ضابط جنگ نے بندگانعالی کی ضیافت کی اور ایک کشتی جواہر اور تین کشتی ملبوس خاص نذر کئے۔

بلدہ حیدرآباد کا پایۂ تخت قرار دیا جانا ۱۲ صفر سنہ ۱۱۸۴ھ م (۷ جون سنہ ۱۷۷۰ء) کو اعلیحضرت نرمل سے برخاست ہو کر ۷ ماہ مذکور کو حیدرآباد واپس تشریف لائے اور اس کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ دولت خانہ میں مختلف عمارتیں جیسے خواص پورہ، نخل خانہ وغیرہ تعمیر کرائیں۔ امراء و اعزاء نے بھی اپنے اپنے لئے بڑی بڑی حویلیاں اور عمدہ عمدہ باغ بنوائے صاحب تاریخ ظفرہ نے ان میں سے اکثر عمارتوں اور باغوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے خصوصاً ٹکسال کی آبادی کا ذکر اس نے کسی قدر تفصیل سے کیا ہے وہ کہتا ہے کہ چارکمان کا میدان سلاطین قطب شاہیہ کا جلو خانہ تھا تقریباً ہنسٹھ سال سے یہاں کوئی بادشاہ فروکش نہیں ہوا تھا۔ یہاں کی شاہی عمارتیں کچھ تو جل گئی تھیں اور کچھ منہدم ہو گئی تھیں اسی کس مپرسی میں ان منہدمہ مکانات میں غریب غربا اور کچھ اہل حرفہ رہتے بستے تھے ایک دفعہ رکن الدولہ اور بعض مشیروں نے چوک کی ترتیب و درستی کے ذکر پر حضور میں عرض کی کہ صرافہ (ٹکسال) ہمیشہ لشکر کے ہمراہ

شہر کے باہر اترا کرتا ہے اور ہر سال رہائش کے لئے چھپروں کے بنانے میں زیر بار ہوتا رہتا ہے اگر اورنگ آباد (خجستہ بنیاد) وغیرہ شہروں کی طرح یہاں بھی صرافہ شہر ہی میں آباد ہو جائے تو مناسب ہوگا کہ شہر کی خوشنمائی کے علاوہ ساہو کاروں کی خسارت وہرج کا دفعیہ بھی ہوگا۔ چنانچہ چارکمان کی درمیانی جائے اس غرض کے لئے تجویز ہوی۔ اور ماہ شعبان ۱۱۸۴ھ (نومبر ۱۷۷۰ء) میں ساکنین صرافہ نے چارمحل اور دادمحل کے درمیانی وسیع میدان میں اقامت اختیار کی اور انندی رام وکومانجی نایک وہرلعل کانجی وغیرہ ساہو کاروں نے اپنے اپنے مکانات کی بناڈالی۔ صاحب تاریخ ظفرہ نے اس صرافہ کی آبادی پر ایک قطعۂ تاریخ لکھا ہے جس کا مادہ یہ ہے ع۔ مقام سیم وزر دراں مکاں شد۔

۱۱۸۴ھ

نماز استسقاء اور شدت باراں سے طغیانی ۱۱۸۵ھ کے موسم باراں میں بارش مطلق نہیں ہوی بندگانعالی تمام بندگان خدا کی پریشانی پر نظر کرکے یکم جمادی الاول ۱۱۸۵ھ (۱۲ اگست ۱۷۷۱ء) کو فتح دروازے سے پا پیادہ ایک انبوہ عام کے ساتھ عیدگاہ جدید پہنچے اور نماز استسقاء مفتی عبدالقوی خاں کی امامت سے ادا کرکے بارانِ رحمت کے لئے دعا فرمائی دوسرے روز بھی اسی طرح عیدگاہ میں نماز ادا کی لیکن اس روز امامت سید غلام سرور خطیب مکہ مسجد نے کی آخر ستر ھویں ماہ مذکور کو بڑی زور کی بارش ہوی جس سے رود موسیٰ میں طغیانی ہوگئی جنوبی شہر پناہ کا ایک حصہ بیخ و بنیاد سے اکھڑ گیا اور پل (قدیم) کے بازو کی دیوار بھی بہ گئی صاحب تاریخ ظفرہ کا بیان ہے کہ بارش[1] کی وجہ سے زکھوڑہ اور پرگنہ حویلی محمد نگر کے بند

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۶۴۔

تالاب ایک ساتھ ٹوٹے اور پانی دریا میں بڑھ بڑھ کر شہر کے اندر داخل ہوگیا اور پل کے اندر کی آبادی اور محلہ جات چار محل، رکاب گنج، بادشاہی عاشورخانہ، چنیا دروازہ، دہلی دروازہ مڑکی بازار، باغ شہسوار جنگ، بشیر پورہ، بہادر پورہ وغیرہ کو بہالیگئی۔ تقریباً بیس ہزار گھر اور دو ہزار آدمی نذر آب ہوے اور دریا کے کنارے جو دیہات آباد تھے ان کی تباہی علیحدہ رہی

اس دریا کی ایسی ہی طغیانی ۱۳۲۶ہجری (م ۱۹۰۸ء) میں ہمارے دیکھنے میں بھی آئی ہے جو ایک قیامت صغریٰ تھی۔ مسلسل آٹھ روز کی بارش کے بعد غرہ رمضان ۱۳۲۶ کی (م ۲۷ ڈسمبر ۱۹۰۸ء) آخر شب میں شہر پناہ پرانے پل کے پاس سے ٹوٹ گئی اور پانی اندرون شہر داخل ہوگیا جس سے اس دریا کے جنوبی کنارے کے ان تمام محلوں کا ستھراؤ ہوگیا۔ جن کا ذکر صاحب ظفرہ نے کیا ہے اور ان کے علاوہ موسیٰ صاحب قادری کی درگاہ، کوکا کی ٹٹی، پٹیلہ برج، گلاب سنگھ کی باؤلی، گھانسی بازار، پتھر گٹی، دیوان کی ڈیوڑھی، چھتہ، سالار جنگ کی بارہ دری، دارالشفا، پھول باغ، چادر گھاٹ میں پانی کہیں قد آدم اور کہیں دو دو قد آدم سے بھی زیادہ تھا۔ پرانے پل، مسلم جنگ کے پل، افضل گنج کے پل اور چادر گھاٹ کے پل پر سے پانی بھالا بھالا گزر رہا تھا اور تقریباً سب پل بری طرح شکستہ ہوگئے تھے۔ پرانا پل البتہ زیادہ خراب نہیں ہوا تھا صرف اس کی بازو کی دیوار اور اس کے لداو پر کی مورم بہ گئی اور کمانیں رہ گئی تھیں۔ شمالی محلہ جات میں ان محلوں کے سوائے جو دریا کے بالکل کنارے واقع تھے مستعد پورہ، کاغذی گوڑہ، دھول پیٹھ، چوڑی بازار، بیگم بازار، محبوب گنج، گولی گوڑہ، پتلیوں کی باؤلی تک پانی پہنچ گیا تھا۔ افضل گنج اور جان اللہ شاہ کا تکیہ، اکبر جاہ بازار تو برابر پانی میں تھے،

ہزاروں مرد، عورت بچے ڈوب مرے اور ہزاروں ہی آدمی بہ گئے ہزارہا مکان بہ گئے اور ہزارہا گھر بیٹھ گئے۔ بہت سارے لوگ افضل گنج کی مسجد کو ٹریہ نانہ ہاسپٹل اور مختلف درختوں پر پناہ لیکر بچ گئے یہ طغیانی بمشکل ایک روز رہی جب دوسرے روز پانی کم ہوا۔ جا بجا مکانوں کے ڈھیر نظر آتے تھے اکثر مکانوں کے ڈھیروں میں آدمی دب کر مر گئے تھے۔ ایک مکان کا اثاثہ بہ بہا کر دوسری جگہ پہنچ گیا تھا اس طرح سینکڑوں آدمی اپنے مال و دولت سے محروم ہوگئے اس طغیانی کے بعد ایک عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں اس کی دہشت ایسی بیٹھی کہ ندی آئی کی ہلکی سی ہنکار پر لوگ اٹھ بھاگتے تھے۔ یہ غفراں مکان نواب میر محبوب علیخاں کے عہد کا واقعہ ہے اعلیحضرت مرحوم نے طغیانی زدہ اصحاب کے لئے فوری طور پر امداد کے انتظامات و احکام صادر فرمائے اور ایک کمیٹی فلڈ ریلیف کمیٹی کے نام سے قایم کی منجانب سرکار ایک عرصہ تک ان کے خورد و نوش کا انتظام مختلف مرکزی مقامات پر ہوتا رہا اُن مصیبت زدہ لوگوں کے لئے رقمیں عطا کی گئیں جن کے مکانات نذر طغیانی ہوے تھے اور جو اتنے مالدار نہیں تھے کہ پھر ان کی تعمیر بذات خود کر سکتے۔ بہر حال اس فلڈ ریلیف کمیٹی نے بڑی مستعدی اور ہمدردی سے مصیبت زدوں کی امداد کی ان وقتیہ انتظامات کے بعد ہی ایک کمیٹی انسداد طغیانی کی غرض سے قایم ہوی۔ جس نے اسباب طغیانی پر غور کر کے رودہائے موسیٰ اور سَاکل میں سے ہر ایک پر ایک بند تیار کر کے خزانۂ آب تعمیر کرنے کی تجویز قرار دی۔ اس تجویز کو صورت عمل میں لاکر تکمیل کو پہنچانے کا سہرا ہمارے اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہٗ و دولتہٗ کے فرق مبارک پر رہا۔ خود بدولت نے بعد تکمیل کار اُن ہر دو نوں خزانہ ہائے

آپ میں سے ایک کو اپنے نام نامی پر "عثمان ساگر" اور دوسرے کو اپنے بڑے صاحبزادے ولیعہد والاشان اعظم جاہ نواب میر حمایت علیخاں بہادر طال اللہ عمرہٗ کے اسم گرامی پر حمایت ساگر سے موسوم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ

اس زمانہ میں پرندوں اور چارپایہ جانوروں کو لڑانے کا دستور تھا نظام علیخاں کے بڑے بھائی ناصر جنگ شہید کو کھلگے لڑانے کا بہت شوق تھا وہ بڑے شوق سے ان کو پالتے تھے اسی بنا پر عظیم الجثہ آدمی کے لئے ناصر جنگ کا ہیلا، کا محاورہ زباں زد ہوا ہے اس میں شک نہیں کہ جانوروں کے لڑانے کے تماشے میں آدمی کے جذبات جنگ مشتعل ہوتے ہیں اور ایسا آدمی جو اس میں دلچسپی رکھتا ہے ہر وقت جنگ و جدل پر مستعد و آمادہ رہتا ہے لیکن بے زبان جانوروں کو آپس میں لڑا کر تماشہ دیکھنا بے رحمی ضرور ہے اسی بے رحمی پر نظر رکھ کر ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہٗ و دولتہٗ نے ذریعۂ فرمان مبارک اس کی ممانعت فرمائی ہے جس کے بعد سے اس کا رواج قطعاً موقوف ہوگیا۔ جانوروں کی لڑائیوں میں ہاتھیوں کی لڑائی بھی قابل دید ہوتی ہے اس تماشہ کو نظام علیخاں نے کئی بار ملاحظہ کیا ہے چنانچہ ایک دفعہ لشکر ہی میں دیکھا۔ دوسری دفعہ بنی باغ (واقع گوشہ محل) میں تیسری مرتبہ میر جملہ کے تالاب میں ۱۲۱۵ھ میں مکرر بنی باغ کے میدان میں ہاتھیوں کی جنگ قرار پائی گوشہ محل کے اطراف پہرہ چوکی بٹھادی گئی۔ خود بدولت معہ محلات حیدر محل (جو گوشہ محل کے باغ میں واقع تھا) میں رونق افروز ہوئے صاحبزادہ عالیجاہ، رکن الدولہ، اور دیگر امرا بھی حاضر تھے اور اطراف دور دور تک تماشہ بین جمع تھے

ہاتھیوں کے لڑانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک میدان میں مٹی کی ایک دیوار بیس گز طویل اور دو گز بلند کھینچتے ہیں اور اس کے دونوں طرف سے دونوں لڑنے والے ہاتھیوں کو اس طرح ملا دیتے ہیں کہ دیوار حد فاصل رہے اس کے ساتھ ہی ہر ایک ہاتھی سونڈ میں سونڈ ملاکر زور کرنے لگتا ہے جب ایک کا زور غالب آجاتا ہے تو دوسرے کے پاؤں زمین سے اکھڑ جاتے ہیں اور جب اس پر مجبوری کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں تو چرخیوں اور نیزوں سے ان ہاتھیوں کو علیحدہ کر دیتے ہیں اس جنگ کے موقع پر بندگانعالی نے تین چار جوڑ ہاتھیوں کی لڑائی کا ملاحظہ فرمایا جن میں سرکاری ہاتھی بھی تھے اور رکن الدولہ اور محی الدین صاحب اور راجہ جگدیو کے بھی تھے۔ تماشہ ختم ہونے پر بندگانعالی ہاتھیوں کو لڑانے والے فیلبانوں کو انعام واکرام دیکر شام شام کو دولت خانہ واپس آئے۔

رکن الدولہ کی روانگی پونہ کو — غرۂ ذیقعدہ ۱۱۸۵ھ (م ۵ر فبروری ۱۷۷۲ع) کو رکن الدولہ خفیہ طور پر بعض امور کے طے کرنے کے لئے جن کا اظہار نہ صاحب تو زک آصفیہ نے کیا ہے اور نہ کسی اور مورخ نے پونہ روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں پیشوا مادھوراؤ کے سخت علیل ہونے سے رگھناتھ راؤ (کا جو اس زمانہ میں نظر بند تھا) قایم مقامی کا خیال ترقی کر گیا۔ اور اس نے حیدر علیخاں اور نظام علیخاں سے ریشہ[۱] دوانی شروع کر دی چونکہ یہ وہی زمانہ تھا جبکہ رکن الدولہ یہاں سے روانہ ہوئے تھے اس لئے یہ قیاس ہوتا ہے کہ اس وقت اُن کا جانا اسی مسئلہ میں حصہ لینے کی غرض سے تھا۔ بہرحال وہ دو مہینے انیس روز کے بعد واپس آئے۔

---

[۱] ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد دوم صفحہ اول۔

بندگانعالی نے پہلے پل کے باہر تک جاکر ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی خواصی میں بٹھا کر لے آئے۔

مادھوراؤ کے بعد ناراین راؤ کا پیشوا بننا اور رگھناتھ راؤ کی سازش سے مارا جانا

مادھوراؤ پیشوا نے اپنے مرض الموت میں اپنے بھائی نارایِن راؤ کو اپنا قایم مقام کیا اور چونکہ وہ ابھی کم سن تھا اس لئے اپنے چچا رگھناتھ راؤ کو قید سے رہا کر کے اپنے بھائی کا ولی بنایا۔ نارایِن راؤ نے پیشوا رگھناتھ راؤ کی ولایت تسلیم نہ کی اور اس کو قید کر دیا۔ جس سے وہ اس کا سخت مخالف ہو گیا لیکن قید کی وجہ سے اس کا بس نہیں چلتا تھا یہاں تک کہ جانوجی بھونسلہ کے انتقال پر اس کا متبنیٰ رگھوجی بھونسلہ (جو جانوجی کے بھائی مدھوجی بھونسلہ کا صلبی فرزند تھا) قایم مقام ہوا اور اس کی نابالغی کی وجہ سے اس کی ولایت کے دعویدار جانوجی کے دونوں بھائی (سَاباجی اور مدھوجی) ہوئے۔ نارایِن راؤ پیشوا رگھوجی کی ولایت کے مسئلہ میں ساباجی کا طرفدار ہو گیا تو مدھوجی نے رگھناتھ راؤ کی تائید حاصل کرنے کی کوشش شروع کی اور اپنے وکلاء کو رگھناتھ راؤ کے پاس بھیجا۔ لیکن وہ قید میں تھا اس لئے ان وکلاء نے اس کی زوجہ انندی بائی سے اس کو قید سے نکالکر پیشوا بنانے کی لئے سازش کر لی۔ اور گارڈیوں کی فوج کے سرداروں (سومر سنگھ، کھڑک سنگھ اور محمد یوسف) کو فراہم کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ گارڈیوں[۱] کے سردار سومر سنگھ کو رگھناتھ راؤ نے ایک خط لکھا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نارایِن راؤ کو گرفتار کر لے تو رگھناتھ راؤ ان کی فوج میں نو لاکھ روپے

---

[۱] ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل حصہ سوم صفحہ ۱۰۴۔

تقسیم کردیگا۔ اس خط[1] میں رگھناتھ راؤ کی بیوی نے موقع پاکر "گرفتار کرلے" کے عوض "مار ڈالے" بنادیا۔ جس پر گارڈیوں کا کمنداں اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ ۱۳ شعبان ۱۱۸۷ھ (م ۳۰۔ اکتوبر ۱۷۷۳ء) کو شنوار محل پہنچا اور وہاں کی متعینہ فوج کے ساتھ متفق ہوکر محل کے اندر گھس گیا۔ جس کے ایک حصہ میں پیشوا رہتا تھا اور دوسرے میں رگھناتھ راؤ نظر بند تھا۔ جب یہ فوج نارائن راؤ کے پاس پہنچی تو وہ بچ کر رگھناتھ راؤ کے پاس پہنچ گیا گارڈیوں نے اس کو وہاں بھی نہ چھوڑا رگھناتھ راؤ کے پاس سے کھینچ کر اس کو قتل کر ڈالا اور رگھناتھ راؤ کو پیشوا بنادیا۔

رگھناتھ راؤ پیشوا کا ممالک محروسہ پر حملہ

نظام علیخاں چونکہ مادھوراو کے انتقال کے بعد نارائن راؤ پیشوا کے ساتھ متحد ہوگئے تھے اس لئے وہ بھونسلہ ریاست کے معاملہ میں اسی فریق کے طرفدار ہوگئے۔ جس کی نارائن راؤ جنبہ داری کر رہے تھے رگھناتھ راؤ مدھوجی کا طرفدار تھا اس لئے پیشوا ہوتے ہی وہ سب سے پہلے ساباجی اور نظام علیخاں سے مقابلہ کرنے کا تہیہ کرکے اواسط ماہ نومبر ۱۷۷۳ء (م رمضان ۱۱۸۷ھ) میں ممالک محروسہ میں داخل ہوگیا نارائن راؤ کے قتل کی اطلاع جب نظام علیخاں کو ملی تو وہ اپنی فوج کے ساتھ تیار ہوکر حیدرآباد سے نکلے اور ۲۴ شعبان ۱۱۸۷ھ (م ۱۰۔ نومبر ۱۷۷۳ء) کو موکھیڑ[2] پہنچے۔ اوائل ماہ رمضان ۱۱۸۷ھ

---

[1] نارائن راؤ کے قتل سے رگھناتھ راؤ کو بری الذمہ کرنے کی نسبت جو توجیہ کہ خط میں جعل کرنے کی پیش کی گئی ہے وہ قابل تسلیم نہیں معلوم ہوتی اس واسطے کہ جب یہ مسلم ہے کہ وہ خط رگھناتھ راؤ ہی کا ہے تو اس کی یہ تحریک کہ نارائن راؤ کو گرفتار کرلیا جائے کب راستی پر مبنی ہے اور جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی کی زوجہ نے یہ جعل کیا ہے تو اس کا بانی مبانی رگھناتھ راؤ ہی کو قرار دینے میں تامل نہیں ہوسکتا۔

[2] صاحب مآثر آصفی نے اس موضع کا نام موکلہ لکھا ہے۔

میں رگھناتھ راؤ کی افواج سے مقابلے شروع ہوئے صاحب مآثر آصفی نے صفوف جنگ کی جو ترتیب بتائی ہے نقشہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگی

نقشہ صف ہائے جنگ بیدر ۱۱۷۸ھ — بحوالہ مآثر آصفی

ہراول

ثابت جنگ برادر ابراہیم بیگ خان دوغونسہ

مابین میسرہ	التمش	مابین میمنہ
گوپال سنگھ قندھار والا	صمصام الملک	مہا راؤ

جرنغار	قول	برنغار
شرف الدولہ برادر رکن الدولہ	نظام علیخاں	رکن الدولہ

بالاجی کیشو — نرپت سنگھ

چنداول

حشمت جنگ برادر زادۂ رکن الدولہ

اس نقشے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلب میں بندگانعالی بذات خود موجود تھے لیکن صاحب توزک آصفیہ بیان کرتا ہے کہ صرف ایک روز اعلیحضرت حوضۂ آہنی میں سوار ہوکر شریک جنگ ہوئے اور توپ خانہ اور بان اندازی پر ثابت جنگ (برادر ابراہیم بیگ دوغونسہ) کی کمان تھی۔ جن کی کمک پر امیر بیگ خاں اور فتح خاں مامور تھے۔ اور صاحب مآثر آصفی کے بیان کے بموجب ثابت جنگ کی مدد پر جانب راست مہاراؤ اور راؤ رنبھانبالکر تھے اور جانب چپ گوپال سنگھ قندھار والا اور جب اس نے تفصیل سے جنگ کا نقشہ بتادیا ہے تو ہم اس کے قول کی تردید کی کوئی وجہ نہیں پاتے یہ ممکن ہے کہ امیر بیگ خاں اور

فتح خاں راؤ رنبھا اور گوپال سنگھ کے ماتحتین سے ہوں جن کو صاحب توزک آصفیہ نے اپنی شناسائی کی بناء پر قابل ذکر تصور کیا۔

صاحب مآثر آصفی کہتا ہے کہ بندگانعالی اپنی فوج کے ساتھ ۳ رمضان ۱۱۸۷ھ (م ۱۸ نومبر ۱۷۷۳ء) کو سواد قلعہ بیدر میں قیام پذیر ہوے اس وقت ان کی سوار و پیادہ فوج تخمیناً پچیس ہزار تھی اور پیشوا کی فوج دوچند سے بھی زیادہ۔ ۴ رمضان کو خفیف سا مقابلہ ہوا جس میں طرفین کے چند آدمی کام آئے۔

شاہ تجلی کا خواب اور اس کی تعبیر

اس جنگ کے دوران میں شاہ تجلی اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک فوج دیکھی جو دیکھتے دیکھتے ایک بڑے نقارخانے کے پاس پہنچ گئی اور اس کو منہدم کرکے زمین کے برابر کردیا۔ شاہ صاحب نے اس کے متعلق ایک شخص سے پوچھا کہ یہ فوج کس کی ہے اور یہ نقارخانہ کس کا؟ اُس نے کہا کہ یہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی فوج ہے نظام علیخاں کی مدد کو آئی ہے اور یہ نقارخانہ راگھو (رگھناتھ راؤ) کا ہے اس خواب کی تعبیر یہ دیگئی کہ رگھناتھ راؤ پر اب فتح حاصل ہوجائیگی شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد کچھ ہی عرصہ میں رگھناتھ راؤ نے ایسی ہزیمت پائی کہ اس کے پڑاؤ میں پھر کبھی نوبت نوازی نہ ہوی اور چاروناچار ۲۲ رمضان ۱۱۸۷ھ (م ۷ ڈسمبر ۱۷۷۳ء) کو ڈھونڈو رام کی شرکت سے درخواست صلح و اطاعت پیش کرکے رکن الدولہ سے ملنے کی خواہش کی۔ ۲۳ رمضان کو بندگانعالی نے

لہ توزک آصفیہ صفحہ ۲۲۲۔

رکن الدولہ، وقار الدولہ، ڈھونڈو رام اور کشن راؤ کو اس کی ملاقات کے لئے روانہ فرمایا جن کا استقبال رگھناتھ راؤ کے متبنٰی (امرت راؤ) نے کیا اور سوال جواب کے بعد ایک زنجیر فیل اور دو راس گھوڑے اور سرپیچ مرصع اور دو کشتی ملبوسات رگھناتھ راؤ کو روانہ کئے اور دوسرے روز خود بدولت اپنے چند رفقاء کے ساتھ اس کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے رگھناتھ راؤ اور نظام علیخاں کی ملاقات دونوں لشکروں کے درمیاں ہوئی جہاں سے دونوں مل کر رگھناتھ راؤ کے ڈیرے میں گئے ضیافت کے بعد اس نے سرپیچ مرصع جیغہ کنٹھی مالا با سلک مروارید اعلیٰ اور تین کشتی ملبوسات نذر کئے اور ایک پہر کے بعد بندگانعالی وہاں سے واپس تشریف لائے ان واقعات کے خلاف کنکیڈ کہتا ہے کہ اس جنگ میں نظام علیخاں کو شکست ہوی اور وہ قلعہ بیدر میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوے جس کا محاصرہ کر لیا گیا اس کے بعد بندگانعالی نے صلح کی خواہش کی اور بیس لاکھ محاصل سالانہ کا علاقہ رگھناتھ راؤ کو پیش کیا جس نے اس کے لینے سے انکار کر دیا یہی مورخ چٹنیس بکھر (اخبارات مرہٹہ) کے صفحہ (۴۰) کے حوالے سے لکھتا ہے کہ :-

> "نظام علیخاں[1] نے مہلت جنگ لی اور ایک ایسا عمل اختیار کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے فریق مقابل کے خصائل کا کتنا صحیح مطالعہ کیا تھا۔ اپنے علاقہ کے دیگر عہدہ داروں کو مطلع کئے بغیر نظام علیخاں صرف دو سو سپاہیوں اور دیوان رکن الدولہ کے ساتھ

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل حصہ سوم صفحہ ۱۰۷۔

مرہٹہ پڑاؤ میں رگھناتھ راؤ کے ڈیرے تک پہنچ گئے جس نے بہت
اخلاق سے آگے بڑھ کر ان کو لیا اور اپنے ڈیرے میں لے گیا۔
وہاں نظام نے اپنے گلے کا زیور، تلوار اور سپر نکال کر رگھناتھ راؤ
کے پاؤں پر ڈال دیا اور اس سے درخواست یہ کی کہ اپنے مفوضات
میں سے جن کی اُس کو ضرورت ہو لے لے۔ رگھناتھ راؤ کے قوائے تمکنت
و فیاضی حرکت میں آئے اور بیوقوفی سے اس نے نظام کو ان کے
زیور اور ہتھیار واپس دیدئے اور کسی معاوضہ صُلح کے لینے سے
انکار کر دیا اور مزید برآں اس نے نظام کو خلعتیں دیں اور کئی
ضیافتیں کیں اپنی کمزوریٔ طبع سے رگھناتھ راؤ نے تحفے وانعامات
ہی نہیں دئے بلکہ اخراجات جنگ بھی چھوڑ دئے اور نظام کو
وداع کر کے آپ جنوب میں کرناٹک کو روانہ ہوا۔"

صاحب مآثر آصفی نے اس جنگ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے مگر وہ اس کے متعلق صراحتاً
کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس کی عبارت کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ البتہ نکالا جا سکتا ہے کہ
نظام علیخاں کو اس جنگ میں شکست ہوئی لیکن یہ ہرگز باور نہیں کیا جا سکتا کہ بندگانعالی نے
اس موقع پر رگھناتھ راؤ سے مل کر اپنے زیورات اور ہتھیار اس کے پاؤں پر ڈال دئے
اس مورخ نے صلح کی نسبت جو کچھ توجیہ منجانب رگھناتھ راؤ پیش کی ہے اس سے اس امر کی
تائید ہوتی ہے کہ نظام علیخاں نہ اس قلیل مدت میں جنگ و محاصرہ سے پُردل ہو سکتے تھے

اور نہ صلح کرنے پر مجبور۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ساباجی بھونسلہ رگھناتھ راؤ کے علاقہ میں داخل ہوکر مواضع کو تباہ و برباد کرنے لگا اس وجہ سے رگھناتھ راؤ اپنے علاقہ میں جلد واپس ہونے کیلئے اپنے حرکات وسکنات سے نادم ہوکر بندگانعالی سے خواستگار معافی ہوا۔ اس مورخ نے اس صلح کی نسبت اور نظام علیخاں کے رگھناتھ راؤ کے پاس جانے اور ان کی ضیافت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے یہاں لفظ بلفظ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:۔

"چوں[1] ملک مقبوضہ غنیم از فوج ساباجی بھونسلہ رو بخرابی نہاد و بندوبست آں طرف بعود ناکامی بظہور رسید ضرور شد از حرکات وسکنات باطلہ عرق خجالت بر روئے روزگار خود آوردہ دست معذرت بدامن آمرزش زد بندگانعالی را از آنجا کہ ہمت والا غدر پذیرد نظر بر رفاہ عالم است بہ پذیرائی عرض آں مخذول بست وسوم (ماہ رمضان) رکن الدولہ را بہ پیش او برائے تسکین شوریدہ خاطرش فرستادند و کاغذ ملک دوازدہ ملک روپیہ نوشتہ حوالہ کردند چوں عہود و مواثیق از طرفین استحکام گرفت و سعادت اندوزی او بیار ملازمت تصمیم یافت مدارالمہام را خلعت پنج پارچہ و یک راس اسپ و یک زنجیر فیل دادہ مرخص گردانیدہ۔ بست وچہارم (ماہ مذکور) خود بدولت واقبال بکمال مراتب خرم وہوشیاری بمکانیکہ

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۷۷۔

مابین ہر دو لشکر مقرر شدہ تشریف بردہ بہ آب مراحم و عنایات بے پایاں غبار ندامت از چہرۂ حال او شستند و از آنجا بہ حسب استمالت او بفرودگاہش متصل خانہ پور ظل مکرمت و امتنان گسترہ تا یکپاس شوکت و ابہت اجلاس فرمودند بعد از آں کہ طعام ضیافت او بہ تناول مبارک در آمد و از خوان نوازش وار تھان دلہ جلین شدہ پیشکش از دہ پارچہ و دو اسپ و دو فیل وغیرہ با کاغذ ملک دوازدہ لک روپیہ کہ مدار المہام رسانیدہ بود واپس نذر و الا گزرانیدہ برخاست نمودہ بہ بارگاہ عالی مراجعت نمودند"

اس بیان کے بموجب نظام علیخاں نے رکن الدولہ کو بارہ لاکھ محاصل کے ملک کی گذاشت دیکر رگھناتھ راؤ کے پاس روانہ کیا اور اس کاغذ کی روانگی کے دوسرے روز خود بدولت نے رگھناتھ راؤ سے ملاقات کی جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس صلح کو رگھناراؤ نے اس امر پہ معلق رکھا کہ وہ (نظام علیخاں) بذات خود آکر بالمشافہ اس سے صلح کی خواہش کریں اور جب بندگانعالی اس غرض کے لئے دوسرے روز اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے ان کی ضیافت کی اور واپسی کے وقت اس کاغذ گذاشت کو بھی واپس کردیا جو ایک روز قبل نظام علیخاں نے اپنے دیوان کے ہاتھ روانہ کیا تھا اور اپنی طرف سے ملبوسات و تحائف بھی پیش کئے۔ شاہ تجلی کا بیان ہے کہ اس صلح کی حسن سعی کے سلسلے میں بندگانعالی نے رکن الدولہ کو ایک قیمتی سرپیچ مرصع اور دو لڑ مروارید مرحمت فرمائے۔

صلح کے دوسرے روز یعنے ۲۶ رمضان کو رگھناتھ راؤ نے میدان جنگ سے مراجعت کی اور ۲۷ رمضان کو خود بدولت جانب گلبرگہ روانہ ہوئے اور محلات مبارک کو حیدرآباد سے لانے کے لئے زبردست خان اور داور جنگ کو روانہ فرمایا۔ ہمناباد کی منزل میں ۱۵ شوال کو محلات مبارک نے شرف قدمبوسی حاصل کیا ۱۸ شوال کو گلبرگہ پہنچ کر زیارت درگاہ خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ اور سجادہ صاحب درگاہ سے ملاقات کی غرۂ ذیقعدہ کو قلعہ گلبرگہ کی سیر فرمائی اور ۷ ذیقعدہ کو وہاں سے اورنگ آباد روانہ ہوئے اس سفر میں مودھاجی بھونسلہ کے کارپرداز شنکراجی گھوڑپڑہ سے مقابلہ ہوگیا جو اس غرض سے ایک مختصر سی فوج کے ساتھ نکلا تھا کہ اس مضافات میں تحصیل محاصل کرے مقابلہ میں اس کو شکست ہوگئی اور بہت کچھ مال و اسباب بندگانعالی کی افواج کے قبض و تصرف میں آیا

نارائن راؤ کے قتل کے انتقام میں نظام علیخاں کی شرکت

اس جنگ سے فارغ ہو کر جب بندگانعالی دریائے بھیمرا کے کنارے فروکش ہوئے تو امیرالامراء بسالت جنگ نے شرف ملازمت حاصل کی جن کی تشریف آوری کی تقریب میں کچھ دن جشن ہائے عیش و نشاط گرم رہے ان کو رخصت کر کے ۷ ذیحجہ کو اس مقام سے خود بدولت نے بھی کوچ فرمایا۔

سابقہ جنگ میں چونکہ نظام علیخاں اور رگھناتھ راؤ کے مابین صلح ہوگئی تھی اس لئے سرداران مرہٹہ کو یہ فکر تھی کہ اس سے نارائن راؤ پیشوا کے قتل کا بدلہ لینا ناممکن ہوجائیگا اس لئے سابا جی بھونسلہ اور ترنمک ماما نے سابقہ طرفداری کے اعادہ کے لئے نظام علیخاں سے درخواست کی چنانچہ ان کی درخواست پذیرا ہوی لیکن یہ پذیرائی ابھی کوئی عملی صورت

میں نہیں آئی تھی کہ امیر الامراء بسالت جنگ کے فرزند ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ کو رگھناتھ راؤ نے گرفتار کرلیا۔ جس پر بندگانعالی کو کھلم کھلا مقابلہ کے لئے موقع مل گیا چنانچہ خود بدولت نے ظفر الدولہ اور داور جنگ، بالاجی کیشو راجہ نرپت سنگھ و رستم راؤ پانڈھرہ کو اس غرض کے لئے مامور کر کے آپ اورنگ آباد روانہ ہوئے اور ورگاہ قلیخاں سالار جنگ کے باغ (واقع اورنگ آباد) میں قیام فرمایا۔ چار روز بعد وہاں سے نکل کر ۲۳ صفر ۱۱۸۷ھ (م ۱۶ مئی ۱۷۷۳ء) کو برہان پور پہنچے۔ یہاں ساباجی بھونسلہ اور ہر یرام پھڑکیہ شرف اندوز ملازمت ہوئے اور رگھناتھ راؤ کے تعاقب کی نسبت قرارداد ہوی جس کے بعد نظام علیخاں نے عنان عزیمت اورنگ آباد کی طرف منعطف فرمائی۔

اس کے بعد قلیل ہی عرصہ میں یہ اطلاع ملی کہ رگھناتھ راؤ، ہلکر اور سندھیہ کے ساتھ متحد ہو کر ممالک محروسہ پر حملہ کی غرض سے صوبہ خاندیس میں اتر آیا ہے جس کے ساتھ ہی بندگانعالی (۱۵۔ رمضان ۱۱۸۷ھ م ۱۹ ستمبر ۱۷۷۳ء) اورنگ آباد سے نکلے اور بغیر کسی جنگ کے صوبہ خاندیس میں سے ہوتے ہوئے (۵۔ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ م ۷۔ جنوری ۱۷۷۵ء) برہان پور پہنچے اس زمانہ میں موُدھاجی بھونسلہ اپنی ولایت کے لئے ساباجی بھونسلہ کے خلاف کوشش کر رہا تھا اور چونکہ نظام علیخاں خود ساباجی بھونسلہ کے طرفدار تھے اس لئے وہ ان کے خلاف بھی تھا جس کے مقابلہ کے لئے نظام علیخاں نے ظفر الدولہ ابراہیم بیگ خان دھونسہ کو مقرر کیا تھا اور

---

[1] یہ اپنے والد سے اجازت لیکر بندگانعالی کی قدمبوسی کے لئے مختصر سے جتھے کے ساتھ ادھونی سے نکلے تھے کہ رگھناتھ راؤ نے اپنی بھاری فوج کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ جس پر یہ قریب کی ایک گڑھی میں متحصن ہوگئے لیکن وہ رگھناتھ راؤ کے توپخانہ کی کہاں تک تاب لاسکتے تھے آخر شکست ہوگئی اور مہابت جنگ رگھناتھ راؤ کے قابو میں آگئے۔ جو آخر ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۸۶ھ کو رگھناتھ راؤ کے پاس سے نکل کر حضور میں قدمبوس ہوئے۔

اور کچھ فاصلے پر خود آپ بھی ان کی مدد پر رہتے تھے اواخر ماہ صفر سنہ ۱۱۸۹ھ م اواخر ماہ اپریل سنہ ۱۷۷۵ء میں ظفر الدولہ اور مودھاجی کے مابین ایک شدید جنگ ہوی جسمیں اس کا ایک سردار ایشونت راؤ فرار ہوگیا اور ایک سردار گوبند راؤ زخمی ہوکر گرفتار ہوا اس کے بعد ظفر الدولہ نے قلعہ نبیرا کا محاصرہ کیا جو مودھاجی کے تصرف میں چلا گیا تھا اور اس کی طرف سے مصری خاں اور حسینی بیگ اس کی حفاظت پر مامور تھے جاربین نے تاب مقابلہ نہ لاکر تین روز کی مہلت مانگی۔ جس کے بعد قلعہ اولیائے دولت کے سپرد کر دیا گیا۔
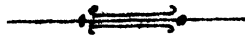
قتل دیوان رکن الدولہ

قلعہ نیرا پر قبضہ ہو گیا تو بندگان عالی معہ خدم وحشم یہاں تشریف لائے

اس منزل میں ابراہیم خاں جمعدار کے رسالۂ احشام کے ایک سپاہی موسوم بہ فیضو نے رکن الدولہ کو حضوری خیمہ میں قتل کر دیا۔ اس قتل کے کئی وجوہ بیان کئے جاتے ہیں جن میں تقریباً ہر ایک بندگا نعالی یا اُن کے محلات سے وابستہ ہی جس سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ انہیں کے ایماء سے اس کا وقوع ہوا۔ لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ آیا نظام علیخاں اور رکن الدولہ کے مابین کوئی سوءظنی بھی ہوی تھی یا نہیں اگر ہوی تھی تو اس کے کیا وجوہ تھے اور تدریجی طور پر اس کا کیا اثر ہوتا رہا۔ اس ضمن میں ہم کو سب سے پہلے نظام علیخاں کے صاحبزادے فریدوں جاہ کے ذریعہ ایک واقعہ کا علم ہوتا ہے جس سے اس کی ابتدا ہوتی ہے وہ یہ[1] کہ ایک دفعہ

---

[1] یہ واقعہ فریدوں جاہ نے اپنی تصنیفات فیوضات سبحانی میں بیان کیا ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے:-

”حضرت قدسیہ عمدہ بیگم صاحبہ قریب گولکنڈہ فالیز خربزہ تیار کنانیدہ حضرت غفراں مآب را سوار شدہ ہمراہ بردہ خیابہا استادند و دیگر محلات ہم رفت حضرت بدیوانخانہ فرود آمدہ بمجلس رونق افزا شدند غلام نبی خاں شہسوار جنگ مرد سنی المذہب و مثنوی خواں بود و میر موسیٰ خاں رکن الدولہ و محمد غوث خاں سیف الدولہ کہ بخلاف آباد اجداد خود در صحبت شیعیان تشیع شدہ بودند از مذہب بہ شہسوار جنگ خصومتے بدل می داشتند بہ دیوانخانہ باہم از کار مذہب بر آوردند شہسوار جنگ دست بقبضہ شد مفصل خبر بحضور رسید عتابانہ برکن الدولہ و سیف الدولہ حکم شد کہ من سنت جماعتم از آبا و اجداد خویش کہ ہمہ خلق می دانند پس اگر مرضی از نوکری ایں خاندان نداشتہ باشید مختارید ہر جا کہ بخواہید بروید واز دیوانخانۂ من بدر آئید و بہ شہسوار جنگ بملامت حکم شد کہ اگر شمارا چنیں گفتگو منظور است بدر بسر بروید یا بخانۂ خود۔ ایں دیوانخانۂ رئیس است نہ جائے قیل وقال“۔

نظام علیخاں کی والدہ کے حکم پر قلعۂ گولکنڈہ کے قریب ندی میں خربزہ کی کاشت کی گئی تھی جس کے تیار ہونے کے بعد والدہ کی فرمایش پر بندگانعالی معہ خدم وحشم وہاں نہضت فرما ہوے حضور ہمرکاب امراء کو باہر چھوڑ کر محلات میں رونق افروز ہوے دیوانخانہ میں غلام نبی خاں شہسوار جنگ (سنی المذہب مثنوی خوان) تھے اور میر موسیٰ خان رکن الدولہ، اور محمد غوث خاں سیف الدولہ جو اپنے آبا واجداد کے برخلاف صحبت اہل تشیع میں شیعہ ہو گئے تھے ان دونوں نے شہسوار جنگ سے مذہبی مباحثہ شروع کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ شہسوار جنگ دست بقبضہ ہو گئے اس کی اطلاع نظام علیخاں کو ہوئی تو وہ باہر آئے اور رکن الدولہ و سیف الدولہ سے بطور عتاب فرمایا کہ:-

"تمام خلق آگاہ ہے کہ میں اپنے آبا واجداد سے سنت جماعت ہوں پس اگر اس خاندان کی نوکری پر راضی نہ ہو تو میرے دیوانخانہ سے نکل جاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ"

اور شہسوار جنگ کو حکم ہوا کہ:-

"اگر ایسے مباحثے کرنا ہو تو مدرسہ جاؤ یا اپنے گھر۔ یہ دیوانخانۂ رئیس ہے نہ جائے قیل و قال"

اس واقعہ سے قطع نظر کرکے اگر رکن الدولہ کے طرز عمل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بہ حیثیت مدارالمہامی انھوں نے عہدہ داران سرکار عالی کا ایک بڑا حصہ اپنے موافق کر لیا تھا اور فوج کے بڑے بڑے عہدے اپنے ہی اقربا، اور ہواخواہوں کو دے رکھے تھے

اور یہی عہدہ دار ہر مہم میں سر براہ کار ہوتے تھے باوجود اس کے مرہٹوں کے مقابلہ میں تقریباً ہر وقت نظام علیخاں کی ناکامی سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ وہ حکمت عملی سے خود بدولت کی طاقت و اثر کو متاثر کر رہے تھے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس طرز عمل سے اپنی کامیابی کو وہ محسوس کر رہے تھے چنانچہ صاحب گلزار آصفیہ ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہے جو ان کے قتل کے آٹھ ہی روز پیشتر وقوع میں آیا وہ یہ کہ ایک دفعہ رکن الدّولہ وقار الدولہ وغیرہ کے ہمراہ اپنے ڈیرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بہادر دل خاں شجاع الدّولہ (صوبہ دار حیدرآباد) کے پوتے سیّد نجابت خاں ڈیرے کے دروازے پر آئے اور چاہتے تھے کہ حسب معمول اندر جائیں۔ پہرہ والے نے ان کو روکا لیکن انہوں نے اس کی پروانہ کی اور آگے بڑھنے لگے آخر پہرہ والوں کی مزاحمت میں کشمکش کی نوبت پہنچی اور سیّد صاحب مذکور کا گریبان پھٹ گیا اس واقعہ کو رکن الدولہ اور وقار الدولہ دور ہی سے دیکھتے اور ہنستے رہے لیکن پہرہ والوں کو کسی طرح اس فعل سے منع نہیں کیا چوبدار موقع پر پہنچے اور پہرہ والوں کو زجر و توبیخ کی اور سیّد صاحب مذکور سے معذرت مانگی جب سیّد صاحب پہرہ والوں سے چھوٹ کر اندر داخل ہوئے تو رکن الدولہ نے ہنستے ہوئے کہا "خان صاحب آئیے آئیے" سیّد نجابت خاں صاحب مذکور نے نزدیک بڑھکر فرمایا:-

"من برائے ایں نیامدہ ام کہ بخدمت شریف حاضر باشم بلکہ
برائے ایں آمدہ ام کہ حق سبحانہ تعالیٰ عاصی را دیگر نزد شما نیارد۔"

اور اپنے مقام پر لوٹ گئے۔ صاحب گلزار آصفیہ کہتا ہے کہ اعتصام الملک قسمیہ کہتے تھے

"میں اس مجلس میں رکن الدولہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس سرگزشت کو بچشم خود میں نے دیکھا آل رسولؐ کی اہانت کے بعد زمانہ پھر رکن الد کے موافق نہ رہا اور اسی ہفتہ میں قتل ہوئے۔"

اس واقعہ سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ شاہی امرا اور ان کے متعلقین کی اتنی وقعت بھی ان کے پاس نہیں رہی تھی جتنی کہ خود نظام علیخاں کو تھی۔ واقعہ قتل سے قریب زمانہ میں اس واقعہ متعلقہ کے وقوع اور اس کے بعد خود سید نجابت خان کے اس کہنے سے کہ "حق سبحانہٗ تعالیٰ عاصی را دیگر نزد شما نیارد" اس قیاس کی گنجایش نکلتی ہے کہ سید صاحب مذکور نے اپنے اُس جوش انتقام کو جو انھیں اس ناشدنی واقعہ سے پیدا ہوا تھا دبا کر صرف انہیں الفاظ پر اکتفا کیا اور یہی جوش آخر کسی اور ذریعہ سے ہفتہ عشرہ ہی میں وقوع پذیر ہوا لیکن صاحب گلزار آصفیہ اس کو صرفِ نظر کر کے محلات بندگانعالی کی مخالفت کو ان کے قتل کی وجہ قرار دیتا ہے اور اپنی اس توجیہ کی تائید میں اس نے دو واقعے بیان کئے ہیں جنہیں سے پہلا یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک مغل تاجر مچھلی بندر کی چھینٹ بغرض فروخت لایا محلات کے ملبوسات میں اسی کا سنجاف لگایا جاتا تھا اس لئے اس کی خریداری سرکار میں ہوی اور اس کی قیمت میں سات سو روپیہ کی چٹھی دیوان وقت اور حضور کے دستخط خاص سے اس کو دیدی گئی چھ مہینے گزر گئے پھر بھی اس کی ادائی نہیں ہوی اور رکن الدولہ مغل تاجر کو امروز فردا پر ٹالتے رہے آخر وہ لاچار ہو کر حضور کی سواری کے وقت برسرِ راہ شور و فریاد کر کے کہنے لگا کہ "یا تو قیمت مال عنایت فرمائی جائے یا مال واپس کیا جائے کہ تاخیر کی وجہ سے غلام کی بڑی خرابی ہو رہی ہے" اگرچہ اس وقت بندگانعالی کی خواصی میں رکن الدولہ بیٹھے ہوے تھے تاہم ان کو انھوں نے کچھ بھی

نہ کہا اور عماری سے اتر کر محل میں تشریف لے گئے اور چھینٹ کے چند تھان سالم اور باقی کے کاٹے ہوئے سنجاف اور تین سو روپے مغل کو منگوا کر دیدئے اور فرمایا کہ "یہ تمھارا مال ہے اور یہ رقم ہرجانہ لیجاؤ اور جہاں چاہو فروخت کرلو"۔ یہ واقعہ وجہ قتل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ البتہ ممکن ہے کہ فضائے محلات اس واقعہ کی وجہ سے ان کے موافق نہ رہی ہو اور نفس واقعہ سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ خود بندگانعالی کے دستخط کا پاس و لحاظ تک ان کو نہ رہا تھا اور یہ خیال تک انہوں نے نہ کیا کہ مال لینے اور ادائی قیمت کی دستاویز کے بعد بھی ایک تاجر کو رقم ادا نہ کرنے سے رئیس وقت کو کتنی سُبکی ہو سکتی ہے۔ اگرچہ صاحب گلزار آصفیہ نے رقم کو ادا نکرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اُن دنوں سفر پیاپے اور متواتر جنگ و جدال کے باعث ضروریات لازمہ سلطنت کی پابجائی و اسباب جنگ کی فراہمی اور ادائی تنخواہ فوج کے باعث خزانہ میں اتنی گنجایش نہ تھی کہ تاجر کو قیمت ادا کیجا سکتی۔ تاہم یہ قابل تسلیم نہیں ہو سکتا کہ صرف سات سو کی ادائی کی گنجایش بھی نہ تھی اگر فی الواقع ایسا تھا تو جس وقت ادائی کی چٹھی پر حضور کے دستخط لئے گئے تھے اس وقت اس کا اظہار ضروری تھا۔

بہرحال اس واقعہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رکن الدولہ نے نظام علیخاں کو اس قدر مجبور کر رکھا تھا کہ ان کی ذاتی ضرورت پر سات سو کی ادائی پر ان کو اختیار نہیں تھا اور وہ خود اس قابل نہیں رہے تھے کہ اپنی جیب خاص سے اس کی پابجائی کر دیتے اور دیوان کا اتنا اثر اُن پر مستولی ہو گیا تھا کہ باوجود اس ناخوشی کے وہ ایک لفظ بھی رکن الدولہ سے ان کے خلاف نہ کہہ سکے۔ دوسرا واقعہ جو گلزار آصفیہ نے قتل کی وجہ سے متعلق لکھا ہے یہ ہے کہ

اسی سفر میں بندگانعالی کی ہمشیرہ کالی بیگم بھی ہمراہ تھیں جن کی رتھ کے بیل لاغر و ناکارہ ہونے کی وجہ سے دوسری سواریوں کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے تھے اس لئے انھوں نے اپنے پوربیہ جوان کے ذریعہ رکن الدولہ سے تیز گام بیلوں کی فرمایش کی جس کو وہ امروز فردا پر ٹالتے رہے بیگم صاحبہ کی طرف سے جوان روز یاددہی کے لئے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس جوان نے بدتمیزی سے رکن الدولہ پر تقاضا کیا جس پر انھوں نے اس کے جواب میں تند کلامی کی جس کے بعد جوان نے بیگم صاحبہ سے عرض کردیا کہ

"کسی دوسرے کو اس غرض کے لئے مامور فرمایا جائے غلام رکن الدولہ کے پاس ہرگز نہ جائیگا۔"

آخر بہزار استفسار اُس نے وجہ بیان کی جس پر کالی بیگم صاحبہ نے اپنے بھائی (نظام علیخاں) سے واقعہ بیان کرتے ہوے کہاکہ

"بھائی۔ آصف جاہ کی اولاد میں تم بھی اگر لڑکی ہوتے تو اچھا تھا کہ تمھاری ریاست کے زمانے میں ہماری حالت ایسی ہے کہ پوربیہ کی غیرت تک اُس کو پسند نہیں کرتی تو پھر دوسروں کا کیا پوچھنا۔"

اس پر نظام علیخاں نے فرمایا کہ :۔

"آپ مجھ کو بھائی نہیں بلکہ خاندان آصفیہ کی لڑکی ہی تصور فرمائیں کہ مرہٹوں کے ساتھ جنگ وجدل اور اختلال سلطنت کے باعث

میں سخت مجبور ہو گیا ہوں"

جس کے جواب میں بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ :-

"جب آپ ایسے مجبور و بے اختیار ہو گئے ہیں تو ہم کو اجازت دیدیا کہ جو کچھ ہم سے ہو سکے کر لیں"

اس پر نظام علیخاں نے جواب دیا کہ :-

"کس نے آپ کو روکا ہے آپ جو چاہیں کریں"۔

اس کے ساتھ ہی بیگم صاحبہ نے زنانی ڈیوڑھی کے پہرہ کے ایک گارڈی جوان کو طلب کر کے اس کو ہمت دلائی اور رکن الدولہ کو قتل کرنے کا حکم دیا اس نے اس کی تعمیل کو بندگانعالی کے ارشاد پر محول کیا جس پر بیگم صاحبہ نے کہا کہ :-

"وہ خود تو نہیں فرمائیں گے شام میں تجھ کو طلب کر کے جس وقت میں یہ حکم تجھ کو دوں اس وقت بندگانعالی میرے نزدیک بیٹھے رہیں گے تو پردے میں سے ان کی شبیہ دیکھ لینا اگر وہ اس کو سنکر خاموش رہیں تو سمجھ لینا کہ اس قتل سے اختلاف نہیں ہے اور تعمیل کرنا"

اس نے قبول کر لیا حسبہٗ شام میں اس کو احکام سنا دئے گئے اور اس نے تعمیل کا اقرار کیا۔

صاحب گلزار آصفیہ کو وجہ قتل کے دریافت کرنے میں کامیابی نہیں ہوی اس لئے

اس نے اجمالی طور پر یہ دونوں واقعات بیان کر دئے ہیں جو ہماری دانست میں وجہ قتل قرار دئے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتے برخلاف اس کے لچھمی نارائن شفیق نے جو وجہ اجمالی طور پر بیان کی ہے رکن الدولہ کے اُس زمانے کی طرز عمل کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو بالکل قابل تسلیم ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ انہوں نے اہل پُونہ سے کوئی مخفی عہد و پیماں کر لیا تھا اور مودھاجی کی مہم سے فراغت پانے کے بعد اپنے بھائی بندوں اور ہوا خواہوں کی حمایت سے اپنے آقا کے ساتھ کوئی فاسد ارادہ رکھتے تھے جس سے مطلع ہو کر بخشی بیگم نے فیضو گارڈی کے ذریعہ ان کے قتل کی تجویز کی جو صورتِ عمل میں آئی۔ رکن الدولہ کے قتل کے متعلق اب تک وہی روایات مشہور ہیں جو صاحب گلزار آصفیہ نے غیر تحقیقی طور پر نقل کر دئے۔ اب چونکہ ہم ماٰثر آصفی کے اس بیان کو پہلے پہل قارئین کے ملاحظہ میں پیش کر رہے ہیں جس سے اب تک بہت کم کان آشنا ہوئے ہیں اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مورخ مذکور کی اصل عبارت یہاں نقل کر دیجائے و ہو ہذا۔

"می گویند[۱] رکن الدولہ با اہل پونہ عہد و پیمانے مخفی درست کردہ با غنضاء ضابطہ جنگ کہ جمعیت شایستہ داشتہ میر برن لشکر بود و شرف الدولہ با دہ ہزار سوار جرار و داور جنگ پسرش با سہ ہزار سوار و چہار ہزار بار و حشمت جنگ با سہ ہزار سوار و چہار ہزار بار و دیگر جماعداران کہ خاک برداشتۂ او بودند بعد دلجمعی از مودھاجی ارادۂ فاسد جانب آقا داشت بنابر آں بخشی بیگم صاحبہ محل خاص بندگانعالی ازیں ماجرا مطلع گشتہ

---

[۱] ماٰثر آصفی حصہ دوم ورق ۹۵۔

این تدبیر نمود۔"

اس عبارت میں "ارادۂ فاسد جانب آقا داشت" کے معنی دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ کہ رکن الدولہ نظام علیخاں کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے یا اپنے بھائیوں اور بھتیجے اور ضابط جنگ کی حمایت سے نظام علیخاں کے مقابل ہو کر ان کو سلطنت سے علحدہ کر دینا چاہتے تھے اور یہی انتہا ہے رکن الدولہ کی بلند پروازیوں کی۔ انھوں نے اپنے ہوا خواہوں کا ایک جال بچھا رکھا تھا اور یہ غیر ممکن تھا کہ نظام علیخاں کو اس کی خبر بھی ہوتی۔ بہرام جنگ اور فتحمند خاں کے خاندان کو خدا اچھا رکھے کہ انھوں نے حق نمک بجالایا اور وقتاً فوقتاً اس منصوبہ کے متعلق جو جو کچھ علم ہوتا گیا اس کی اطلاع بندگانعالی کو پہنچاتے رہے چنانچہ اسی واقعہ کو مورخ مذکور نے حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کیا ہے:۔

"ارکان دولت ہمہ از آن رکن الدولہ بودند مگر فتحمند خاں عرض بیگی و بہرام جنگ داروغہ ہرکارہ حقوق نمک خوارگی ملحوظ داشتہ وقتی بعضے آثار رکن الدولہ جا بجا معروض حضور کردہ بودند چنانچہ ہر دو در جلدوئے این امراء اولیں یعنے فتحمند خان تعلقداری گولکنڈہ کہ خزانہ گاہ و محل تفویض اعتماد یان ست و دو ییں کہ بہرام جنگ باشد بہ صوبہ داری ایلچپور سرفراز شدند۔"[1]

رکن الدولہ کے اس سازش کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ نظام علیخاں (اگر ان کے قتل کی تجویز میں انھوں نے بذات خود بھی کوئی حصہ لیا ہو تو) بدرجۂ اولی بجانب حق ہیں رکن الدولہ کے

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۹۵۔

ارادۂ فاسدوالے منصوبے سے واقفیت کے بعد لازم تھا کہ سربراہ کاران دولت ایسی تجاویز پر غور کرتے جن سے رکن الدولہ کا منصوبہ کالعدم ہوجاتا انہی تجاویز کے دوران میں ان سے ہوا خواہان دولت کی ناراضی کی عام طور پر شہرت ہوگئی اور خاص خاص لوگوں میں ان کے قتل کی تجویز کی خبر گشت لگانے لگی جس کی اطلاع شدہ شدہ خود اُن تک بھی پہنچی چنانچہ اسی سلسلہ میں صاحب گلزار آصفیہ دو واقعات تحریر کرتا ہے ایک تو یہ کہ ایک شب صمصام الدولہ نے ایک رقعہ رکن الدولہ کو لکھ بھیجا جس کو پڑھ کر انھوں نے نہایت لاپروائی سے شمع پر جلا دیا اور قاصد کو کہہ دیا "اچھا معلوم ہوا" دوسرا واقعہ مورخ مذکور نے یہ بیان کیا کہ شرف الدولہ نے ایک شب اپنے بھائی (رکن الدولہ) کے متعلق کوئی وحشت اثر خبر سنی اور ان کے خیمہ میں گئے ان کو بیدار کیا اور رو رو کر کہنے لگے کہ آپ کی نسبت ایسا ایسا سنا جارہا ہے مناسب یہ ہوگا کہ آپ چند روز بہ احتیاط دربار کریں۔ جس پر رکن الدولہ نے کہا کہ "بھائی روتے کیوں ہو اپنی جگہ پر جاؤ آرام کرو۔ میں بکری کا بچہ نہیں ہوں کہ کوئی ذبح کرلیگا۔" ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رکن الدولہ کے قتل کی نسبت کوئی منصوبہ کیا جارہا تھا لیکن چونکہ ریاست میں ان کے اثرات اچھی طرح سے مرتسم ہو گئے تھے اس لئے اس امر کا امکان تھا کہ واقعہ قتل کے وقوع کے ساتھ ہی ان کے غاشیہ بردار وہوا خواہ ایک دم نظام علیخاں پر ٹوٹ پڑیں گے اسی کو مدنظر رکھ کر ایک مناسب موقع کا انتظار کیا جاتا رہا جو منزل بیڑ میں حاصل ہوا۔ اس وقت رکن الدولہ کے ہوا خواہوں میں سے ظفر الدولہ ضابط جنگ اپنی فوج کے ساتھ مودھاجی کے تعاقب میں لگے ہوے تھے اور اسمٰعیل خان ایلچپور میں مامور تھے

اور شرف الدولہ ایک حصّہ فوج کے ہمراہ سامان رسد کی فراہمی میں مشغول تھے واقعہ قتل کے روز ان میں سے کوئی ان کے قریب نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے بہتر موقع اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے نہیں مل سکتا تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ جب بندگانعالی منزل بنیرا پر نہضت فرما ہوے تو حضور کے ساتھ رکن الدولہ بھی سواری سے اُترے اور عرض کی کہ کسی خاص معاملہ میں کچھ عرض کرنا ہے" جس پر بندگانعالی نے فرمایا کہ" ایک عرصہ سے تم میری خواصی میں چپ چاپ بیٹھے رہے اس وقت کیوں نہ کہا۔ اب کسی اور وقت پر رکھو" اس کے بعد بندگانعالی نے سب کو رخصت کیا اور ان کو بھی رخصت کیا چاہتے تھے جس پر انھوں نے مکرر سہ کرر عرض کیا کہ" غلام کو کچھ عرض کرنا ہے" بندگانعالی ڈیرے تک آگئے تھے آخر وہیں ڈیرے میں ان کو بیٹھنے کے لئے فرمایا اور آپ سراپردے میں داخل ہوے۔ ابھی رکن الدولہ بیٹھے ہی تھے کہ فیضو نامی گارڈی جوان (جو پہرہ پر تھا) اپنی کٹار لیکر پیچھے سے آیا اور یہ کہتے ہوے کہ" نواب صاحب ٹڈا ہے ٹڈا ہے" ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر شانے میں کٹار بھونکی اور گردن تک اُتار دی معًا وہ گرے اور یہ بھاگا۔ دور جانے نہ پایا تھا کہ بہرام جنگ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ حضور معًا باہر آئے اور رکن الدولہ کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ" ہم نے نہ کہا تھا کہ اپنی قیام گاہ پر جائیں۔ آخر تمہارا یہ حال ہوا۔ جس پر رکن الدولہ نے عرض کیا کہ معراج نوکری جان نثاری میں ہے لیکن اگر مناسب موقع پر ہوتی تو زیادہ اچھا ہوتا۔ البتہ مبارز الملک (ضابط جنگ) اور اسمٰعیل خاں اس واقعہ سے مشوش ہوں گے اس لئے

غلام ان کی تسلّی کر دیتا ہے یہ کہکر اپنے منشی کو بلوایا اور اس مضمون کے خطوط کہ یہ واقعہ حضور کے
بلا علم و اطلاع ہوا ہے اس میں حضور کا کوئی دخل نہیں ہے ہرگز ہرگز کوئی اور خیال نہ کرنا اگرچہ
میں ابھی زندہ ہوں لیکن ہر امر میں فرمان برادری و نمک حلالی و جان نثاری سرکار کیجائے
لکھوا کر اپنے ہاتھ سے ان پر مہریں لگوائیں اور اُن دونوں کے پاس روانہ کر دئے اس کے
بعد حضور کے حکم پر چابک دست جرّاح حاضر ہوئے اور رکن الدولہ کو پالکی میں بٹھا کر ان کے
خیمہ کو لیگئے اور ٹانکے لگانے میں مشغول ہوئے کہا جاتا ہے کہ قریب صبح جاں بحق تسلیم کی
لیکن صاحب مآثر آصفی کے بیان کے مطابق موقع واردات پر ہی رکن الدولہ کی رُوح پرواز
کر گئی چنانچہ وہ کہتا ہے کہ رکن الدولہ کی نعش کو یہ ظاہر کر کے کہ غشی ہے اور زخم کاری نہیں
ہے پالکی میں ڈالکر ان کے ڈیرے کو پہنچا دیا گیا۔ ان کے رفقاء و ہمراہی جو اس واقعہ کی
وجہ سے حضوری ڈیرے کے پاس ہجوم کر آئے تھے اس خیال سے کہ "ہمارا آقا ابھی بقید حیات
ہے اس کے حکم کے بغیر کوئی جرأت نہیں کرنی چاہئے" حضوری ڈیرے سے واپس چلے گئے
جس کے ساتھ ہی خیر خواہان دولت مثلاً راؤ رنبھا وغیرہ نے حضور میں پہنچکر بندوبست معقول کیا
اگر صاحب مآثر آصفی کا اعتبار کیا جائے تو رکن الدولہ کو اتنی مہلت ملنی یا ان کا اس قدر
ہوش و حواس میں رہنا کہ وہ اپنے متعلقین و خیر خواہوں کے نام خطوط لکھائیں قابل تسلیم
نہیں اس واسطے کہ زخم کی حیثیت جو بیان کی گئی ہے وہ اس قابل نہیں پائی جاتی کہ واقعہ
کے بعد دس پانچ منٹ بھی بقید ہوش و حواس زندہ رہے ہوں کیوں کہ خود ہی مورخ جس نے
رکن الدولہ کے خطوط لکھانے کا ذکر کیا ہے کہتا ہے کہ[1] جمدھر ان کے دونوں گردوں سے

---

[1] گلزار آصفیہ کی عبارت حسب ذیل ہے "..... جمدھر اجل حوالہ اش مثل ذکر از ہر دو کلیہ او گزشتہ بیرون طرف پہلوئے دیگر بر آمد۔"

گزر کر ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف نکل آیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گردوں کے ساتھ ساتھ صلب بھی کٹ گیا جس کے بعد آدمی کا پانچ دس منٹ بھی بقید حواس زندہ رہنا متیقّن نہیں۔ بہر حال باقاعدہ طور پر رکن الدولہ کی وفات کا اعلان واقعہ کے بعد کی صبح میں ہوا اور اس عرصہ میں شرف الدولہ جو اس مقام سے کچھ فاصلے پر تھے آگئے تھے اطلاع وفات کے بعد بندگانعالی بطور تعزیت شرف الدولہ کی قیام پر تشریف لے گئے اور تسلی و دلاسا دیکر انہیں شرف الملک کے خطاب سے ممتاز فرمایا اور خدمت مدارالمہامی کے لئے ان کو نامزد کیا لیکن انھوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ نظام علیخاں کے اس حسن سلوک کو لچھمی نارائن شفیق صاحب مآثر آصفی کچھ اور خیال کرتا ہے اور بندگانعالی کے خصائل پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑی بے باکی اور دریدہ دہنی سے کام لیتا ہے جس کو ہم اسی کے الفاظ میں ظاہر کرنا زیادہ مناسب تصور کرتے ہیں:۔

لہ ...... بندگانعالی چیزے بجز تالیف و انکار از قتل او کہ خداوند بچہ طور صورت پذیر شدہ و آں جوان بار را ازچہ عداوت باسید مرحوم بود مناسب وقت ندیدند و از آنجا کہ در تدبیر و دلاسا و تالیف ید طولیٰ دارند بخیمۂ شرف الدولہ تشریف بردہ و کلمات تسلّی و نوازش بسیار فرمودہ و بخطاب شرف الملک نواختہ تالیف از حد کردند برائے مدارالمہامی مکرر فرمودند کہ حق تست اما او قبول نکرد۔"

لہ مآثر آصفی حصہ دوم صفحہ ۹۰۔

تمت

نظام علی خانؒ

حِصّۂ دوم

دَورِ دُوم

قیام مقامی رکن الدولہ

افواج پائیگاہ کی ابتداء

رکن الدولہ کے قتل کے بعد ایک عرصہ تک مدار المہامی معرض التوا میں رہی اس خدمت کے فرائض کا اجرا عارضی طور پر مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ) کے وکیل وقار الدولہ نصیب یار خاں کی صوابدید پر رکھا گیا۔ لیکن چونکہ یہ اور ان کے موکل بھی رکن الدولہ ہی کے ساختہ پرداختہ اور انھیں کے ہوا خواہوں سے تھے اس لئے نظام علیخاں کو ان سے خطرہ تھا اور اس تصور کے تحت کہ مدار المہام وقت کا اثر ریاست میں زیادہ ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ہر ایک مدار المہام اور اس کے ماتحت عہدہ دار ہمیشہ ہوا خواہ دولت رہیں نظام علیخاں نے یہ تصفیہ کیا کہ ایک ایسی فوج خود آپ اپنی ذات پر مہیا کر رکھیں جس سے ایسے اہم اوقات میں اپنی ذاتی حفاظت و مدافعت میں کام لے سکیں لیکن رئیس وقت کے لئے اپنی ذات پر فوج رکھ کر اس کی نگرانی و ادائی تنخواہ وغیرہ کا انتظام کرنا غیر ممکن تھا اس لئے انھوں نے اپنی طرف سے اپنے ایک معتمد و معتبر امیر (تیغ جنگ) کو اس کام پر مامور کیا اور اس کا تعلق بلا توسط مدار المہام اپنی ذات سے رکھا (یہی فوج پائیگاہ خاص کے نام سے موسوم ہوئی) اور اپنی ذاتی حفاظت ہی کے لئے امیر پائیگاہ کی نشست اور اس کا پہرہ اپنے ساتھ اور اپنی ڈیوڑھی پر متعین کیا کہ وقت ضرورت اس کے اشارہ پر پوری پائیگاہ اپنی جان فدا کرنے پر حاضر آجائے اس حکمت عملی سے ایک تو نظام علیخاں نے اپنی باڈی گارڈ اور اپنے اشارہ پر کام کرنے والی ایک

معقول فوج تیار کرلی اور دوسری طرف مدار المہام کے زور کو کم کردیا۔

تیغ جنگ کو بتاریخ ۱۹ شعبان ۳۱ جلوس شاہ عالم (م ۱۱۹۱ھ) خطاب شمس الدولہ سے مع خدمت پائیگاہ سرفراز فرمایا گیا تو وقار الدولہ کے اُن منصوبوں پر پانی پھر گیا جس کو وہ ایک عرصہ سے تیار کر رہے تھے اور جب انھوں نے ریاست کا رنگ بدلتا پایا اور اپنی خیر نظر نہ آئی تو ۹ شوال ۱۱۹۲ھ (م ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۸ء) کو چھری مار کر خودکشی کرلی۔

مدار المہامی کے فرائض کا اجرا وقار الدولہ کی خودکشی سے معرض التوا میں تو نہیں پڑ سکتا تھا اس لئے نظام علیخاں نے بذات خود اس میں دلچسپی لینی شروع کردی اور وقت ضرورت تیغ جنگ سے مدد لینے لگے لیکن چونکہ تیغ جنگ کے اصل فرائض بمقابلہ دیوانی یا مدار المہامی زیادہ اہم اور ذات بندگانعالی سے وابستہ تھے اس لئے وہ اس میں کم دلچسپی لیتے تھے اُن کو غالبًا یہ خیال تھا کہ پائیگاہ خاص کا قیام علی الرغم مدار المہامی ہے اگر اس خدمت کی ذمہ داری اُن پر پڑ جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خوشگوار فریضہ جو پائیگاہ خاص کی صورت میں اُن کے سپرد ہوا ہے اُن سے منتزع ہو جائے۔

غلام سید خاں ارسطو جاہ کی اوّل سے حضور میں باریابی اور خدمت دیوانی سے ان کا تعلق

غلام سید خاں سہراب جنگ (ارسطو جاہ) کی طرف سے رکن الدولہ وغیرہ نے نظام علیخاں کو بدظن کرادیا تھا جسکی وجہ سے وہ اُوسہ ہی میں رہنے پر مجبور کئے گئے تھے جب وقار الدولہ نے خودکشی کرلی تو غلام سید خاں کو مناسب معلوم ہوا کہ خود ان کی خدمت کے لئے کوشش کریں لیکن رکن الدولہ کی طرح مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ) کے خیالات بھی ان کی نسبت ٹھیک نہیں تھے اور وقار الدولہ

کی قایم مقامی پر غلام سیدخاں خود مُبارزالملک کی تحریک و درخواست پر مامور ہو سکتے تھے اس غرض کے لئے انھوں نے مبارزالملک کے خانگی متصدی دولت رام کو معقول لالچ دیکر فراہم کیا جس نے منجانب مبارزالملک غلام سیدخاں کو وکیل مقرر کرنے کے لئے عرضداشت لکھدی۔ نظام علیخاں نے تیغ جنگ سے مشورہ کیا انہوں نے غلام سیدخان کے تقرر سے نارضامندی ظاہر نہ کی حالانکہ رائے رایاں اُن سے فرمایش کرتے رہے کہ غلام سیدخاں جیسے آدمی کا باریاب رہنا ٹھیک نہ ہوگا معلوم یہ ہوتا ہے کہ تیغ جنگ نے غلام سیدخاں کے تقرر کو اس وجہ سے مناسب تصور کیا کہ اس وقت تک رکن الدولہ کی طرفدار جماعت کا زور تھا۔ اس جماعت میں مُبارزالملک بھی تھے اگر کوئی ایسا شخص جو اسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو مبارزالملک کی وکالت پر آتا تو ممکن تھا کہ پھر اس کی ترقی ہو جاتی اور اس کے اس منصوبے کے پیش رفت ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا جس کو رکن الدولہ نے قایم کیا تھا اب جبکہ ایک ایسے شخص کی تحریک خود مبارزالملک نے کی جو اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کا سخت مخالف ہے تو اس کے اس جگہ پر مامور کئے جانے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اصُول سیاست کے تحت یہی بہت صحیح امر ہے کہ اُس عہدہ دار کے بعد جس نے ایک اہم ترین زمانے میں اپنے مقاصد و فرائض انجام دئے ہوں ایسا عہدہ دار آئے جو اُس کے مقاصد کے خلاف خیالات رکھتا ہو تاکہ خفیہ اور علانیہ وہ کمزوریاں جو اس کی حکومت میں پیدا ہوگئی تھیں ظاہر ہو جائیں اور اُن کا معقول علاج ہو جائے۔ بہرحال وقارالدولہ کی خودکشی کے دس ماہ بعد (۸ شعبان ۱۱۹۴ھ) غلام سیدخاں سہراب جنگ بہ حیثیت وکیل مبارزالملک مامور و باریاب حضور ہوے معاملات

ملکی و مال میں نظام علیخاں بذات خود حصہ لیتے اور مشورہ میں تیغ جنگ کو بھی شریک کرلیا کرتے تھے جب سہراب جنگ آگئے تو ان کو بھی شریک مصلحت کرنے لگے اور اسی طرح تقریباً دو ڈھائی سال تک کام کرنے کے بعد بندگانعالی نے ملاحظہ فرمایا کہ تیغ جنگ کو معاملات دیوانی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور غلام سید خاں سہراب جنگ اُن سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں اور اس عرصہ میں انھوں نے معقول طور پر واقفیت بھی پیدا کرلی ہے تو جنگ نرمل سے واپسی کے بعد (جس کا تفصیلی ذکر اوراق مابعد میں آئیگا) ان کو بالاستقلال ۱۱۹۷ھ م ۱۷۸۳ء میں خدمت مدار المہامی پر سرفراز فرمایا۔

سکۂ قلب کی ترویج اور اس کے انسدادی احکام

اواخر سال ۱۱۹۲ھ م ۱۷۷۸ء میں بعض مقامات میں سکۂ قلب بن کر رائج ہوگیا جو روپیہ بازار میں آتا صراف اس پر چار آنے بٹہ لیتے تھے اس وجہ سے عوام میں ایک شورش ہوگئی۔ بندگانعالی نے حکم دیا کہ خزانہ عامرہ کا تمام ایسا روپیہ بلدہ کے ساہوکاروں کو دیکر تاکید کی جائے کہ ایک مہینے میں ان کا کھوٹ اور جوڑ نکالکر سکۂ فرخندہ بنیاد صحیح عیار و وزن کا تیار کرکے داخل خزانہ کریں اور یہی تیار کردہ روپیہ رائج کردیں اور اس کے ساتھ اعتقاد الدولہ کو حکم ہوا کہ شہر میں منادی کردی جائے کہ پھر اس کے بعد صرافوں میں سے کوئی بٹہ نہ لے اگر لیگا تو مناسب سزا دیجائے گی۔

یہاں طریقۂ ٹیکسال پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ نظام علیخاں کے اس حکم کی توضیح و تعریف ہوسکے۔ پہلے ٹیکسال بھی مثل اصول مالگزاری دو طرح پر ہوتی تھی ایک تو امانی میں دوسرے تعہد پر امانی میں تو منجانب سرکار کسی عہدہ دار کو اس غرض کے لئے مامور کردیا جاتا تھا یہ طریقہ بہت کم رائج تھا۔ دور نظام علیخاں میں ٹیکسال کے چند مرکز قرار دئے گئے تھے ان مرکزوں میں

نذر ارسطو جاہ بہ نظام علی خان

سے ہر ایک کا تعہد علیحدہ علیحدہ دیا جاتا تھا۔ تعہد دار سکیک سے قبولیت لی جاتی تھی کہ ایک مقررکردہ عیار اور وزن کے روپے اور پیسے مسکوک کرے۔ تعہد دار بعض اوقات زیادہ طلب منفعت کی خاطر روپے میں زیادہ کھیٹ شامل کر دیتے تھے عیار سے گھٹ جانے کی وجہ سے صراف لوگ جو اس کو لیتے دیتے تھے اس پر کم قیمت لگاتے تھے جس سے عوام کو نقصان ہوتا تھا اسکو رفع کرنے کا بہتر طریقہ یہی ہو سکتا تھا کہ اس تعہد دار کا ایسا مسکوک کیا ہوا تمام سکہ اس کے سپرد کرکے پورے عیار کے نئے سکے بنانے کے لئے اس کو مجبور کیا جائے یہی نظام علیخاں نے کیا اس موقع پر خود بدولت نے جو صرافوں کے خلاف حکم دیا وہ اس لئے بجا تھا کہ اکثر صراف دیدہ و دانستہ پورے عیار کے روپیہ پر بھی بٹہ لیتے تھے صاحب توزک آصفیہ نے اس منادی کے موقع پر صرافان ہنود کی قید لگا دی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ" اس کے بعد صرافان ہنود کی قوم سے کوئی روپیئے پر بٹہ نہ لے اور اگر لیگا تو اس کو ذلیل ترین سزا دیجائیگی" قوم کی اس تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ روپیہ سے روپیہ اور پیسے سے پیسہ کمانے کے مسئلہ میں علماء اسلام نے سود ہی کے فتاوے صادر کئے ہیں اور عرف عام میں سود کھانا اتنا بد ترین گناہ سمجھا جاتا ہے کہ خود سود کا ادا کرنا اتنا برا نہیں حالانکہ دونوں نتیجتاً اور حکماً ایک ہی ہیں اسی بنا پر صرافی کا معاملہ اہل اسلام کے پیشوں میں سے نہیں رہا حیدرآباد میں اس عہد میں سوائے ہنود کے اور کوئی اس پیشے کو اختیار نہیں کرتے تھے اس لئے صاحب توزک آصفیہ نے "صرافان ہنود" میں عموم و خصوص کی نسبت قایم کی ہے۔

مدراس گورنمنٹ کے سفیر مسٹر ہالنڈ کا ورود حیدرآباد میں اور تصفیہ طلب مسائل پر گفت و شنید

۱۱۹۳ھ (م ۱۷۷۹ء) میں مدراس گورنمنٹ نے مسٹر ہالینڈ کو

اپنے سفیر کی حیثیت سے حیدر آباد روانہ کیا جس نے ۲۰ ربیع الثانی سنہ مذکور (م ۷ مئی ۱۷۷۹ء) کو بندگانعالی کی خدمت میں باریابی حاصل کی اس سفارت کی وجہ یہ تھی کہ ایک عرصہ سے بسالت جنگ کے پاس فرانسیسی فوج مامور تھی اور اس فوج کے لئے آلات حرب وضرب بندرگاہ موٹاپلی سے درآمد ہوتے تھے فرانسیسیوں کے ایک دیسی رئیس کے ساتھ تعلق رکھنے کو انگریز اپنے مفاد کے خلاف تصور کرتے تھے اس لئے وہ بسالت جنگ سے مصالحت کے لئے سلسلہ جنباں ہوے اسی زمانے میں ان کو حیدر علیخاں کی طرف سے اندیشہ تھا کہ ان کے علاقہ (ادھونی، گنٹور وغیرہ) پر حملہ کریں گے اس خطرے سے بسالت جنگ نے ۱۱۹۳ھ م ۱۷۷۹ء میں انگریزوں سے ایک معاہدہ کرلیا جس کی رو سے انھوں نے اپنی فرانسیسی فوج برطرف کرکے اس کے عوض انگریزی فوج کو مامور کرلیا اور گنٹور کا ضلع انگریزوں کو اجارہ پر دیدیا۔ بلا ترک توسط راست بسالت جنگ سے معاہدہ کرنے کی اطلاع پر نظام علیخاں انگریزوں سے ناراض ہوگئے اس کے علاوہ ان کی ناراضی کی ایک وجہ اور بھی ہوی وہ یہ کہ انگریزوں نے ناگپور کے (بھونسلہ) راجہ سے (جو نظام علیخاں کے اکثر علاقہ پر متصرف ہونا چاہتا تھا) مصالحت کرلی چنانچہ گورنر جنرل نے مسٹر ایلیٹ سفیر ناگپور کو ایک خط لکھا[۱] جسمیں اس کو ہدایت دیگئی تھی کہ ممالک محروسہ سرکار عالی سے بعض علاقہ حاصل کرنے میں ناگپور کے راجہ سے کوئی سمجھوتہ کرکے اس کو مدد دے نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی سے ناراض ہوکر اُس فرانسیسی فوج کو اپنے پاس مامور کرلیا جو انگریزوں کی وجہ سے بسالت جنگ کی ملازمت سے علیحدہ ہوی تھی۔ اس اطلاع پر مدراس گورنمنٹ نے مسٹر ہالینڈ کو سفیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ نظام علیخاں کی اس غلط فہمی کو رفع کریں جو ان کو انگریزوں کی نسبت پیدا ہوگئی تھی اور سرکاران شمالی کے پیشکش کے

---

[۱] مارشمن ہسٹری آف انڈیا حصہ اول ضمیمہ صفحہ ۵۳۳)

بقایا کی نسبت (جو تقریباً دو ڈھائی سال سے ادا نہیں ہوا تھا) اپنے سفیر کو تاکید کی کہ کمپنی[1] کی تنگی مشکلات کا عذر پیش کر کے بقایا میں کچھ کمی کرائیں اور اگر نظام مہربان نظر آئیں تو چند ایسے شرائط کے تحت جو معافی بقایا کا جواب ہو سکیں کل بقایا کو معاف کرالیں اگر اس سے انکار کیا جائے تو اُن (ہالنڈ) کو ہدایت کی گئی تھی کہ بقایا، اور جاریہ پیشکش کی ادائی کی نسبت یہ اطمینان دلائیں کہ رقم جمع ہوتے ہی ادا کر دیجائیگی۔ انگریز یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی فرانسیسی فوج کسی دیسی رئیس کی ملازمت میں رہے اس لئے اس موقع پر انھوں نے فی الآخر مسٹر ہالنڈ کے ذریعے یہ شرط پیش کی کہ اگر فرانسیسی فوج کو جو آپ کی ملازمت میں ہے علحدہ کر دیا جائے تو ادائے بقایائے پیشکش اور حسب تہ نامۂ سابقہ دیگر امور کے عمل میں لانے میں کوئی امر مانع نہیں رہیگا۔ اسی گفت و شنید میں نوستران نامی فرانسیسی فوج کا سربراہ کار جو منجانب موسیٰ لالی ماموراور نظام علیخاں کے پاس متعین تھا بلا علم و اطلاع حیدرآباد سے نکل گیا اُوس کے بھاگ نکلنے کو صاحب توزک آصفیہ حیدر علیخاں والیٔ میسور کے اغواء و فریب پر محول کرتا ہے[2] جو دور از قیاس معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اس فوج کے ساتھ ان کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسی کی فرانسیسی فوج کی علحدگی کے لئے جو کچھ کوشش انگریزوں نے بسالت جنگ کے پاس کی تھی وہ کامیاب ہو چکی تھی جس پر وہ وہاں سے نکل کر نظام علیخاں کے دائرۂ ملازمت میں داخل ہوی۔ اب یہاں سے انگریزوں نے اس کے نکالنے کی کوشش شروع کی تو قیاس یہ ہوتا ہے کہ اس کا ردّ عمل یا وہاں سے علحدہ کئے جانے کے بعد اپنی کوئی اور سبیل کرنا اس فوج کے سربراہ کاروں پر لازم تھا اسی غرض کے تحت اس فرانسیسی سردار کا بے حکم یا بلا علم و اطلاع نکل جانا زیادہ صحیح ہو سکتا ہے بہر حال اس کو گرفتار کر کے قلعہ محمد نگر میں محبوس کر دیا گیا۔

---

[1] جیمس مل ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۱۳۴ - [2] توزک آصفیہ صفحہ ۲۶۸ -

مسٹر ہالنڈ کی سفارت کے دوران میں مدراس گورنمنٹ[1] اور کلکتہ کونسل میں باہمی اختلاف پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے مسٹر ہالنڈ کے ذریعے کسی امر کا طے پانا مشکل تھا اس لئے باہمی مباحثوں میں مسٹر ہالنڈ بے نیل مرام ۲۵ رجب ۱۱۹۶ھ (م ۷ جولائی ۱۷۸۲ء) کو مدراس گورنمنٹ سے علیحدہ ہوکر کلکتہ روانہ ہوئے۔

۱۱۹۵ھ (م ۱۷۸۱ء) میں مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ) مرض سرطان میں مبتلا ہوئے اس کی اطلاع نظام علیخاں کو اس موقع پر ملی جب کہ وہ حیدرآباد کے شمال مشرقی سمت میں تالاب سنگراج کی شکارگاہ میں مصروف سیر و شکار تھے یہ شکارگاہ تیغ جنگ (شمس الدولہ شمس الملک) کے اہتمام سے تیار ہوئی تھی اور اس موقع پر شکار کا سارا انتظام و اہتمام بھی انہیں کی صوابدید پر منحصر تھا مبارز الملک کی علالت کی اطلاع پر اعلیٰحضرت نے حکیم محمد باقر خاں مسیح الدولہ اور جراح پلنا پسر گورو نا[2] کو ان کے علاج کے لئے روانہ فرمایا۔ اطباء ابھی اپنے سفر کے تین ہی منزل طے کرنے پائے تھے کہ مبارز الملک کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند فرخ میرزا خاں احتشام جنگ پر ان کی قائم مقامی منظور ہوئی۔ اور خود بدولت سفر کولاس کی غرض سے ۱۲ محرم ۱۱۹۶ھ (م ۶ جنوری ۱۷۸۲ء) کو بلدہ حیدرآباد سے نکل کر گوڑ صنداس میں قیام گزین ہوئے جہاں سے ۴ ربیع الاول ۱۱۹۶ھ (م ۱۷ فبروری ۱۷۸۲ء) کو نکل کر قلعہ محمد نگر کے پاس ساحل دریائے موسیٰ پر مقام فرمایا۔ یہاں ایک عرصہ تک قیام فرما کر موضع منچلکال پہنچے یہیں جشن نوروز منایا گیا جس سے فراغت پانے کے بعد دریائے مانجرا کے کنارے رخصت فرما ہوئے اور چند روز بعد قلعہ کولاس کے گھاٹ (دریائے مذکور) کو عبور کرکے اس کے

---

[1] جیمس مل ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۲۰۱۔ [2] صاحب گلزار آصفیہ نے جراح کا نام ماونتا پدر گورو ونتا لکھا ہے لیکن صاحب تزک آصفیہ کا بیان صحیح ہو سکتا ہے کہ واقعہ سے قریب تر زمانہ کا مصنف ہے اور اپنی تاریخ کا ماخذ اصل کاغذات دفتری پر رکھا ہے اور اس کے بیان کی تائید حدیقۃ العالم سے بھی ہوتی ہے۔

دوسرے کنارے پر جا ٹھیرے۔ یہاں افواج کا جائزہ و ملاحظہ ہوا فوج پائیگاہ نے اپنے کرتب دکھائے آخر ۲ جمادی الاول ۱۱۹۶ھ کو قلعۂ کولاس سے نکل کر حیدرآباد کی طرف لوٹے ۲۶ جمادی الاول کو قصبۂ اندول میں قیام ہوا اور حویلی وینکٹ کیشو (عامل اندول) میں تشریف لیجا کر رونق بخشی۔ وہاں سے نکل کر ۲۸ جمادی الاول کو تالاب حسین ساگر پر نزول اجلال ہوا اور پانچ روز تک یہاں قیام رہا کہ ان ایام کو منجموں نے بلدہ حیدرآباد میں داخل ہونے کے لئے منحوس خیال کیا تھا۔ ان ایام میں ہر شب روشنی و آتشبازی کے نظارے ہوتے رہے۔ اسی منزل میں ۲ جمادی الثانی ۱۱۹۶ھ کو قریب مغرب اس زور و شور کا طوفان ابر و باراں آیا کہ تمام ڈیرے اکھڑ گئے محلات وغیرہ (جو ہمیشہ اور ہر سفر میں ہمراہ رکاب ہوتی تھیں) انھوں اور بہلیوں میں پناہ گزیں ہویں۔ ۴ جمادی الثانی ۱۱۹۶ھ کو سواری مبارک داخل بلدہ حیدرآباد ہوئی۔

جنگِ نرمل

جنگ نرمل اور اس کے اسباب

اعتشام جنگ نے جب اپنے باپ کی جگہ قایم مقام ہو کر علاقۂ نرمل پر
عمل دخل حاصل کیا تو اس کی نذریں ان کے تحت کے ملازمین نے پیش کیں۔ جس پر ان کے
پھوپھیرے بھائی فرید مرزا اور مغل مرزا اور پھوپھیرے بھنوئی رحیم قلی بیگ (جو ابراہیم بیگ خاں
دھونسہ ہی کے زیر پرورش و تربیت یافتہ تھے) نے ان کا استہزا کیا اور پھبتیاں اڑائیں۔
جس سے اعتشام جنگ کے دل میں برائی آئی۔ آخر ملک و مال میں اپنا حصہ طلب کرنے کی بنا پر
اعتشام جنگ نے اپنے بخشی سید ولی محمدؐ اور دیگر حبشی غلاموں کو حکم دیا کہ ان تینوں کو قید
کر کے خفیہ طور پر پھانسی دیدی جائے۔ چنانچہ مبارز الملک ابراہیم بیگ خاں دھونسہ کے انتقال کے
ساتویں ہی روز اس بخشی نے آئینہ محل میں ان کو گرفتار کر کے گلزار محل کے تہ خانہ میں مقید کر دیا
اور اسی شب آدھی رات کو ہر ایک کو پھانسی دیکر ہلاک کر ڈالا۔ ان کے بعد ہی ان کے صلاح کار
اور رفقاء میں سے چالیس اشخاص کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ فرید مرزا و مغل مرزا اور رحیم قلی بیگ
کے تحت پانچ چھ پلٹن بار اور تین ہزار پیادہ فوج احشام ماموریتی اعتشام جنگ نے سید
ولی محمد بخشی کی اس کارگزاری کے صلے میں ان کے دونوں بھانجوں (سید مرتضیٰ و سید میاں)
کو اس جمعیت کی سرداری پر سرفرازی بخشی۔ اور بقیہ کارخانجات پر اپنے معتمد کارپردازوں کو
مامور کر دیا۔ اس انتظام کے بعد اعتشام جنگ نے لچھمی پنڈت وکیل اور میر جلال الدین حسین خاں

خانساماں کے استصواب سے سات لاکھ روپے نذرانہ استدعائے خلعت تعزیت اور سند بحالی کے ساتھ حضور میں روانہ کیا۔ جس پر دربار بندگانعالی سے منصب پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار و خطاب احتشام جنگ و خلعت تعزیت سرفراز ہوا اور اسناد بحالی بھی عنایت ہوئے۔

احتشام جنگ کے مسلط ہونے کے بعد سید ولی محمد بخشی کا اعتبار ان کے پاس بہت زیادہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ بخشی مذکور کی اطلاع کے بغیر ممکن نہیں تھا کہ احتشام جنگ کوئی تنکا بھی اِدھر کا اُدھر کردیں۔ وہ جوش شباب میں راگ و رنگ میں لگے رہے اور بخشی انتظام ملک میں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بخشی کی خودغرضیوں سے خیرخواہوں کی وہ جماعت جس کو مبارز الملک دھونسہ نے بڑی تالیف قلوب اور صرف زر کثیر سے فراہم کیا تھا درہم برہم ہوگئی۔ جب بخشی نے یہ محسوس کرلیا کہ ملک و محلات کا انتظام و اہتمام اپنے ہی ید قدرت میں ہے تو اس نے خفیہ طور پر نظام علیخاں کی خدمت میں اس مضمون کا ایک معروضہ لکھا کہ احتشام جنگ ایک ناتجربہ کار لڑکا ہے ملک کا انتظام اُس سے ہو نہیں سکتا ہے اس تمام مال و دولت و خزانہ و جواہر و فوج و احشام و کارخانہ جات (جو ترمل میں موجود ہے) کی سند سرفرازی میرے نام عنایت ہو تو اس لڑکے کو مقید کرکے حضور کی خدمت میں روانہ کردیتا ہوں اور پھر یہاں کا معقول انتظام کرتا ہوں۔ اگرچہ یہاں کی سو انتظامی اور احتشام جنگ کی بے پروائی کی اطلاعیں حضور میں پہنچ چکی تھیں تاہم خود بدولت نے اس معروضہ پر کچھ اثر نہ لیا اور سید ولی محمد کی نمک حرامی پر محمول کرکے اس معروضہ کو بجنسہ راست احتشام جنگ کے پاس بھیج کر لکھا کہ ہم[1] نے تمھارے باپ کے پاس عقیدت سے تم کو اُن کی جگہ مامور کیا ہے تمھیں احتیاط و دانائی فرائض لازم ہے تم کو چاہیئے کہ نوکر کو اپنی حد سے گزرنے نہ دیں اور انتظام ملک

---

[1] تذکرہ ترمل صفحہ ۸۰

اپنے ہاتھ میں رکھیں اور اس نمک حرام کو جس نے یہ عرضی لکھ بھیجی ہے معقول سزا دیں کہ دوسروں کو
عبرت ہو۔ حضور کا عنایت نامہ پہنچنے پر انھوں نے بخشی کو اور اس کے ہوا خواہوں میں سے ہر ایک کو قتل
کروا دیا۔ نرمل میں یہ کشت و خون تین دن تک جاری رہی اور تقریباً تین سو آدمی بخشی کے مارے گئے
اس واقعہ کے بعد احتشام جنگ بذات خود معاملات و انتظام ملک میں حصہ لینے لگ گئے اس کے
بعد اپنے حصۂ ملک کے حدود کو وسعت دینے کا خبط نہیں پیدا ہو گیا اور اپنی طاقت و فوج پر غرہ
یہاں تک کہ ۱۱۹۶ھ (م ۱۷۸۲ء) میں جب نظام علی خاں نے کولاس میں ان کو طلب کیا تو انھوں
نے اپنی حاضری سے عذرات لاطائل کے تحت معذرت چاہی اور کولاس سے واپسی کے بعد
حسب قاعدۂ مستمرہ مثل اور جاگیرداروں و منصبداروں کے ان پر بھی رقم نذرانہ قایم کر کے ان کے
مقبوضہ علاقہ کے محاصل کی مناسبت سے نو لاکھ روپے نذرانہ کا مطالبہ کیا گیا تو اس کے جواب میں
انھوں نے نہایت گستاخی سے تھوڑی سی باروت اور گولیاں روانہ کر کے لکھا کہ مبلغ مذکور کے
عوض میرے پاس یہ جنس حاضر ہے۔ اس خیرہ سری کی فوج کشی ہی کے ذریعے سرکوبی ہو سکتی تھی
چنانچہ سنہ ۱۱۹۷ھ (م ۱۷۸۳ء) میں ابو الفتح خاں تیغ جنگ کے ہمراہ حسام الدین خاں گھانسی میاں
سردار جنگ کو دو ہزار سوار تین ہزار بار رسالہ نادر جنگ فرانسیسی کے ساتھ ان کی طرف روانہ فرمایا
انھوں نے کولنگر پہنچکر وہاں سے سرسواری قلعۂ بودھن پر قبضہ کر لیا۔ احتشام جنگ کی طرف سے
اس قلعہ پر رستم خاں جمعدار مامور تھے وہ قلعہ کا قبضہ چھوڑ نرمل چلے گئے۔ احتشام جنگ کو قلعہ
بودھن کے ہاتھ سے نکلجانے کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنی طرف سے دلاور جنگ والو میاں
مہدوی اور امان اللہ خاں وغیرہ کے تحت بارہ ہزار کی جمعیت بار اور بیس توپیں گھانسی میاں کے

مقابلے پر روانہ کیں۔ جو کشٹاپور کے گھاٹ سے دریائے گوداوری کو عبور کرکے قلیل عرصہ میں
بودھن کے قریب پہنچ گئی۔ اور طرفین سے مقابلہ شروع ہوا۔ سرکاری فوج حصار کے باہر صف آرا
ہوی دلاور جنگ نے اپنی توپوں سے آتشباری شروع کردی جس سے سرکاری فوج دبتی چلی
اس نوبت پر احتشام جنگ کی فوج نے یہ محسوس کرکے کہ فتح اپنی ہے بوقت واحد اپنی جگہ سے بڑھکر
سرکاری فوج پر حملہ کردیا۔ گھانسی میاں اپنے ساتھ صرف دوسو آزمودہ کار سواروں کو لیکر علحدہ قابو جو
تھے جب انھوں نے دیکھا کہ احتشام جنگ کی فوج حملہ کی خاطر بے ترتیبی سے آگے بڑھ گئی ہے۔
تو وہ اپنے انہیں معدودے چند سواروں کو لیکر اپنی کمین گاہ سے نکلے اور فوج مخالف پر ٹوٹ پڑے
اور وہ جوہر مردانگی دکھائے کہ احتشام جنگ کی فوج کو ہزیمت ہوگئی۔ ابو میاں مہدوی اور امان خاں
اور دیگر سردار جنگ میں کام آگئے دو زنجیر ہاتھی جس میں سے ایک مع نشان و نقارہ تھا اور دو سو
حامل خزانہ غنیمت میں آئے اپنی شکست کو دیکھ کر فرنگی سردار دلاور جنگ باقاعدہ طور پر اپنے ہی
مورچہ میں قایم رہ کر سارا دن توپ اندازی کرتا رہا۔ آخر رات میں وہاں سے کوچ کرکے کشٹاپور
چلا گیا۔ جہاں وہ شکست یافتہ فوج کو جمع کرکے پھر آمادۂ جنگ ہوگیا۔

نظام علیخاں کو جب باجمعیت قلیل گھانسی میاں کے فتح پانے کی اطلاع ملی تو حضور نے
تعریف و تحسین کرکے ان کو حسام الدین خاں سردار جنگ کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور ان کی
کمک کے لئے شرف الدولہ، زور آور جنگ، حشمت جنگ، سیف جنگ اور امجد الدولہ کو چالیس ہزار
سوار و پیادہ فوج کے ساتھ روانہ فرمایا اور اس کے ساتھ ہی خود بدولت بھی وہاں پہنچنے کے لئے
۲۱ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ (م ۲۸ اکتوبر ۱۷۸۲ء) کو بلدہ سے نکل کر فتح میدان میں قیام گزیں ہوئے۔

صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ اس منزل[1] پر سے بندگان عالی نے نجم الدولہ میر بخشی اور سید عمر خاں کو حسام الدین خاں گھانسی میاں کی مدد کے لئے روانہ فرمایا۔

گھانسی میاں بودھن سے بالکنڈہ پہنچ کر شاہ بڈھن صاحبؒ کے تالاب کے پاس جا اُترے یہیں بندگانعالی کی مرسلہ افواج کمک اُن سے آملیں اس مقام سے کشٹاپور (جہاں احتشام جنگ کا فرانسیسی فوج کا سردار دلاور جنگ قایم تھا) تین کوس پر تھا۔ یہ فرانسیسی سردار اس دوران میں سرکاری افواج پر چھاپے مارتا رہا آخر تمام افواج جمع ہونے پر گھانسی میاں اس کے مقابلہ پر نکلے صبح سے شام تک معرکۂ توپ و تفنگ جاری رہا۔ اس موقع پر احتشام جنگ بھی نرمل سے نکل کر کشٹاپور میں اپنی فوج سے آملے تھے فرانسیسی فوج کا سردار سرِ شام دریائے گوداوری عبور کر کے موضع کانڈلے میں (جو نرمل سے پانچ کوس واقع ہے) جا ٹھہرا۔ اور فوج سرکاری بالکنڈہ واپس آئی اور عشرۂ شریف محرم ۱۱۹۸ھ (م اواخر ۱۷۸۳ء) یہیں گزارا۔ نظام علیخاں ۶ ذیحجہ ۱۱۹۶ھ (م ۱۲ نومبر ۱۷۸۲ء) کو فتح میدان سے نکل کر قلعہ ایلگندل روانہ ہوئے۔ ۸ ذیحجہ کو وہاں پہنچے دوسرے روز قلعہ کی سیر کی۔ بعدہ ۲۸ ذیحجہ کو وہاں سے نکل کر ۲۹ ماہ مذکور کو ایلواڑہ پہنچے اور راجہ باگسوار کے چلہ کے پاس قیام فرمایا ۳ محرم ۱۱۹۷ھ (م ۹ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو دولت رائے قلعہ جگتیال[2] کے محاصرہ پہ مامور ہوئے اور کریم داد خان اور نو مسلم فرنگی اور رسالہ یکہ تاز جنگ اور رسالہ شجاعت جنگ و نوشیروان و غلام علی و غیرہ رائے مذکور کے ساتھ متعین کئے گئے۔ بعد عشرہ محرم جب بندگانعالی منزل ویلواڑہ سے

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۳۰۵

[2] اس قلعہ کی تعمیر ۱۱۸۷ھ (م ۱۷۷۳ء) میں ابراہیم بیگ خان دھونسہ نے کی تھی اور احتشام جنگ کی طرف سے یہاں کی قلعداری پر سدی ... متعین ہوا۔

کوچ فرمانے لگے تو راجہ پدم سنگھ و کنور جودہ سنگھ کو بھی جگتیال ہی کے محاصرہ میں شریک رہنے کا حکم دیا۔ آخر محاصرہ سے عاجز آ کر قلعہ مذکور کا قلعہ دار سدی ظفر الماس ۲۰ محرم ۱۱۹۷ھ (م ۱۲ جنوری ۱۷۸۳ء) کو قلعہ سرداران سرکاری کے سپرد کر کے خود آپ دولت رائے کے توسط سے بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہوا حضور سے اُس کو منصب پانصدی اور خطاب خانی پر سرفرازی ہوی اور خود بدولت غرۂ صفر ۱۱۹۷ھ (م ۲۶ جنوری ۱۷۸۳ء) کو کورٹلہ سے نکل کر جگتیال رونق افروز ہوئے قلعہ کو ملاحظہ فرما کر بالکنڈہ کی طرف کوچ فرمایا اور موضع کرطیبال، کورٹلہ، مٹپلی سے ہوتے ہوئے موضع پالم پر نہضت افروز ہوئے جب سواری مبارک بالکنڈہ کے قریب پہنچی تو گھانسی میاں اور دوسرے امرا اپنی اپنی فوج کے ساتھ استقبال کر کے قدمبوس ہوئے اس کے دوسرے رُوز یہاں سے ساری مجتمعہ فوج آگے روانہ ہوی اور ۱۴ صفر ۱۱۹۷ھ (م ۲۹ جنوری ۱۷۸۳ء) کو رفعت الدولہ، سربلند جنگ، حسام الدین خاں گھانسی میاں، یکہ تاز جنگ، محمد بہلول خاں، سدی عبداللہ خاں، سید عمر خاں محمد سلیماں، مصطفیٰ بیگ و شجاعت جنگ، محمد حسین خاں و غلام رسول خاں وغیرہ سردار اپنی اپنی افواج کے ساتھ دریائے گوداوری کے پار ہوے۔ احتشام جنگ اس عبور کے موقع پر بے پروائی کے ساتھ مصروف سیر و شکار تھے ورنہ دوران عبور میں جنگ کا معقول امکان تھا سرکاری فوج کی طلایہ داری پر رفعت الدولہ، راجہ مہندر، راجہ پدم سنگھ، کنور جودہ سنگھ مامور ہوے عبور کی اطلاع کے بعد احتشام جنگ کی فوج مقابل ہوی۔ لیکن توپوں کی زد سے بہت جلد پسپا ہو کر قلعہ چٹیال میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ ۱۵ صفر کو خود بدولت نے بھی دریائے مذکور کو عبور فرمایا۔

اس کے بعد غرۂ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ (م ۴ فبروری ۱۷۸۳ء) کو احتشام جنگ نے ملازمت حضور

وعفو جرایم کی نسبت بعض شرائط کے ساتھ ایک معروضہ روانہ کیا۔ جن میں سے بعض کو منظور فرما کر خود بدولت نے ان کو حاضری کا حکم دیا لیکن اس کو احتشام جنگ نے تسلیم نہ کیا اور سوال وجواب میں معذرت ومعافی ملتوی رہی یہاں تک کہ ۶ ربیع الاول کو حضوری سرداروں میں سے بعض نے اپنی قیام گاہ اور قلعہ کے درمیان جو پشتہ کوہ واقع تھا اُس پر اس خیال سے قبضہ کرلیا کہ کہیں فریق مخالف اُس پر توپیں نہ چڑھادے اس کے قبضہ میں مختصر سا مقابلہ ہوا جس میں احتشام جنگ کے سپاہی پسپا ہوے اور قلعہ جٹپال میں داخل ہوگئے۔ اس پشتہ کوہ پر قبضہ پانے کے بعد دوسرے ہی روز بندگانعالی دریائے گوداوری کے کنارے سے اُٹھ کر اپنی فوج سے آملحق ہوے۔ اس کے دوسرے دن خود بدولت ہودج میں سوار ہوکر نکلے۔ خواصی میں تیغ جنگ شمس الملک تھے۔ حسب الحکم ہر طرف حملہ شروع ہوا۔ اثناء جنگ میں سید عمر خاں نے حاضر ہوکر حضور عرض کی کہ سدی یاقوت و دلاور جنگ فرنگی اپنے اپنے گروہ کے ساتھ میری افواج سے مقابل ہوگئے ہیں جمعیت غلام قلیل ہے اس لئے کمک کا امیدوار ہے معاً شمس الملک نے حضور کے حکم پر مکارم خاں کو اس کے ساتھ کردیا اور محمد عظیم خاں اور پرورش علیخاں کو جلد کمک پہنچانے کے لئے حکم دیا اسی دوران میں شاہ میرزا پسر ثابت جنگ سواران پائیگاہ وجوق جوشن و رسالہ کے ساتھ حملہ میں شریک ہوگئے اور ادھر عظیم خاں جوانان پائیگاہ اور اپنے رسالہ کے ساتھ حریف کے قلب پر حملہ آور ہوے۔ اس جنگ میں نظام علیخاں کی فوجی ترتیب نقشہ سے ظاہر ہوگی

نقشہ صفوف جنگ سنہ ۱۱۹۷ھ

بمقابلہ احتشام جنگ بمقابلہ چٹپیال من مضافات نرمل

التمش

سید عمر خان و شاہ مرزا پسر ثابت جنگ و محمد عظیم خان

میسرہ	قلب	میمنہ
گھانسی میاں و علی محمد خان نبیرہ مجاہد جنگ	نظام علی خان	نجم الدولہ و امجد خان و غلام امام خان (صولت جنگ پسر شرف الدولہ)
طرح میسرہ		طرح میمنہ
رفعت الدولہ		پرورش علیخاں

یہی معرکہ فیصلہ کن ثابت ہوا اس کے متعلق صاحب تذکرہ نرمل نے تفصیل یہ لکھا ہے کہ جس وقت احتشام جنگ کو سدی ظفر الماس کے مطیع ہونے اور قلعہ جگتیال کے ہاتھ سے نکل جانے کی اطلاع ملی تو انہوں نے بسر جلسۂ عام تمام گروہ غلامان وحبشیوں پر سخت اظہار رنج وغضب کر کے بے وفائی کا دھبہ ان پر لگایا تھا اس محفل میں سدی یاقوت بھی موجود تھا (اس حبشی غلام کے زیر اثر رسالہ عروب وحبش و روہیلہ ودیگر کارخانہ جات بھی تھے) اس کو یہ ناگوار گزرا اور اس کے بعد سے اس نے عزم بالجزم کرلیا کہ کسی موقع پر اپنی بہادری اور وفاداری کا ثبوت دے یہاں تک کہ ایک روز جب کہ سرکاری فوج میدان میں نمودار ہوئی تو وہ اپنی عرب و روہیلہ اور حبشیوں کی جملہ ایک ہزار فوج کے ساتھ قلعہ مذکور سے نکل کر حملہ آور ہوگیا اس کے ساتھ ہی فرانسیسی فوج کا سردار دلاور جنگ بھی اپنی فوج کو لیکر نکل آیا اور قلعہ کی توپوں سے گولے آگ برسنے لگے۔ ادھر سے حضوری افواج بھی آگے بڑھیں مقابلہ دست بدست ہوگیا احتشام جنگ کی بڑھ کر آئی ہوئی تقریباً ساری فوج کٹ گئی عہدہ داروں میں سے سدی یاقوت تو زخموں میں چور ہوکر میدان ہی میں گرفتار ہوگیا دلاور جنگ البتہ زخمی ہوکر واپس ہوگیا احتشام جنگ کے گارڈیوں کی فوج کے بارہ نشان بندگانعالی کی فوج کے ہاتھ آئے۔ اس شکست سے احتشام جنگ کا دل شکستہ ہوگیا اور جنگ سے نادم ہوکر عفو تقصیرات کے لئے اپنی والدہ کو خدمت بندگانعالی میں روانہ کیا اس سیدہ بیوہ کی غرض پر احتشام جنگ[1] کو دربار میں حاضر کرنے کے لئے مشیر الملک (غلام سید خان سہراب جنگ) کو روانہ کیا گیا ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ ہجری (م ۱۷ فروری ۱۷۸۳ء) کو

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ (۳۱۷)

وہ حاضر دربار ہوئے ان کی تقصیرات کو معاف کر کے بندگانعالی نے اپنے ہاتھ سے ان کو سرپیچ مرصع باندھا اور خلعت عفو سے سرفرازی بخشی طلب معافی کے واقعہ کی نسبت صاحب تذکرۂ نرمل[۱] کا بیان یہ ہے کہ پہلے احتشام جنگ نے اپنی والدہ کی طرف سے عریضہ لکھا جس میں اُن کی ناتجربہ کاری اور سخن نشنوی کا اظہار کر کے عفو تقصیرات کی درخواست کی گئی تھی۔ اس کو ملاحظہ فرما کر بندگانعالی نے ماما بڑن کو پھولوں کا گہنا دیکر احتشام جنگ کے پاس روانہ فرمایا وہ اُن کے پاس جاکر بڑی مدارات سے پیش آئی پھولوں کے ہار ان کو پہنائے اور فہمایش کر کے احتشام جنگ کو گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ہمراہ حضور میں لے آئی قدمبوسی کے بعد بندگانعالی نے ان کے تقصیرات کو معاف فرمایا اور احتشام جنگ نے ابراہیم باغ (جس کو ان کے والد ابراہیم بیگ خان دھونسہ نے بڑے اعلیٰ پیمانہ پر تیار کیا تھا اور اسی میں ان کے محلات وغیرہ رہتے تھے) خالی کر کے خود آپ عیدگاہ کے متصل میدان میں ڈیروں میں جا ٹھیرے جس کے بعد خود بدولت نے غلام سیدخان سہراب جنگ (معین الدولہ مشیر الملک ارسطوجاہ اعظم الامرا) کو حکم دیا کہ علاقہ نرمل کا جمع خرچ وخزاین نقد و جواہر وغیرہ کا متصدیوں سے جایزہ لیں اور ملاحظہ میں پیش کریں چنانچہ نقد یک کرور روپیہ کے علاوہ از قسم زر و زیور و جواہر و جنس کارخانہ جات قیمتی ایک کرور روپے برآمد ہوئے کارخانہ جنسی کے کارپردازوں کو حکم ہوا کہ ہڈ دہات و پنجرس وغیرہ کی عمدہ عمدہ توپیں قلعہ گولکنڈہ روانہ کردیں اور باقی دوسری توپیں نرمل کے قلعہ اور شہر پناہ اور برجوں پر رکھدیں اس کے بعد نرمل کی عملداری اور قلعہ نرمل کی قلعداری پر امام علی خان برہان الدولہ کو

---

[۱] تذکرۂ نرمل صفحہ (۹۶)

نامزد فرمایا۔ اور احتشام جنگ کو صوبہ داری ایلچپور اور خطاب ظفرالدولہ سے سرفراز کیا۔ اس انتظام واہتمام کے بعد سیر و تماشائے محلات و باغ وغیرہ میں ایک عرصہ گزار کر ۲۶ ء جمادی الثانی ۱۱۹۷ھ (م ۲۹ ء مئی ۱۷۸۳ء) کو وہاں سے نکلکر بروز جمعہ ۱۴ ء رجب ۱۱۹۷ھ (م ۵ ء جون ۱۷۸۳ء) کو داخل بلدۂ حیدرآباد ہوئے۔

۱۱۹۶ھ میں پیشوا کے ساتھ ایک معاہدہ کے طے کرنے کے سلسلے میں بندگانعالی اودگیر تشریف لے گئے۔ اس معاہدہ کی تفصیل اور اسباب اوراق مابعد میں بیان ہوگی۔

اتحادِ پیشوا و نظام علیخاں

ٹیپو سلطان کے مقابلہ کے لئے مرہٹوں کا نظام علی خان کو اپنے ساتھ متفق کرنا اور اسی غرض کے تحت صلح نامہ ایت گیر کا طے پانا

۴؍ رجمادی الثانی ۱۱۹۷ھ (م ۱۷؍ مارچ ۱۷۸۳ء) کو انگریزی کمپنی اور پیشوا کے مابین ایک صلح نامہ (بنام صلح نامہ سال بائی) طے پایا جس کا فقرہ نہم ریاست خداداد میسور سے متعلق اس مضمون پر مشتمل تھا کہ حیدر علی خان نے پیشوا سے گو مصالحت کر لی تھی لیکن وہ پھر فساد برپا کر کے انگریزی کمپنی اور اس کے حلیف محمد علی خان والی کرناٹک کے بعض علاقہ جات پر قابض و متصرف ہو گئے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ ان مقبوضات کو واپس اور گرفتاران جنگ کو رہا کر دیں جو حالیہ جنگ میں انہوں نے حاصل و گرفتار کئے تھے اور ۹؍ ررمضان ۱۱۸۱ھ (م ۲۹؍ رجنوری ۱۷۶۸ء) کے عہد نامہ کی رو سے (جو حیدر علی خان اور پیشوا کے مابین ہوا تھا) محمد علی خان اور انگریزوں کے جس حصہ ملک پر وہ قابض ہو گئے تھے چھ مہینے میں واپس کر دیں۔ اس کے مقابل انگریزوں نے یہ اقرار کیا کہ وہ حیدر علی خان کے ساتھ کوئی مخالفت اس وقت تک نہ کریں گے جب تک کہ وہ انگریزوں یا ان کے حلیف کے ساتھ کوئی مخالفانہ طرز عمل اختیار نہ کریں۔

اس شرط صلح سے ظاہر ہے کہ انگریزی کمپنی پیشوا کے ذریعہ حیدر علی خان سے اپنے منزعہ مقبوضات کو حاصل کر لینا چاہتی تھی لیکن اس صلح نامہ کے پانچ ماہ قبل ہی یکم محرم ۱۱۹۷ھ (م ۷؍ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو مرض سرطان سے حیدر علی خان کا انتقال ہو گیا تھا۔

جن کے بعد ان کے فرزند ٹیپو سلطان ان کے قایم مقام ہوئے تھے اُن پر لازم نہ تھا کہ وہ اس
باہمی مصالحت کو قایم رکھتے جو ان کے والد و پیشوا کے مابین تھی۔ اور نہ اُن پر اس شرط مندرجہ
صلح نامہ سال بائی کی تعمیل کی ذمہ داری قانوناً عاید ہو سکتی تھی۔ او ممکن ہے کہ انگریزی کمپنی نے
سابقہ تہہ نامہ کی تجدید اور ٹیپو سلطان سے اس کی توثیق کرانے کے لئے پیشوا کو
مجبور یا آمادہ کرانا مناسب تصور کیا ہو اس لئے انہوں نے راست ٹیپو سلطان سے ایک جدید
صلح نامہ کی تکمیل کا تصفیہ کر لیا لیکن وہ اپنے والد کے انتقال کے قبل ہی سے انگریزی
کمپنی اور اس کے جنوبی ہند کے زمیندار حلیفوں کے ساتھ بر سر پیکار تھے جس کا سلسلہ سال
مابعد تک چلتا رہا۔ آخر جب انگلستان کی حکومت نے اپنے فرانسیسی حریفوں سے[1] صلح کر لی تو
اس کی شرایط کے تحت فرانسیسیوں کو ٹیپو سلطان کے پاس کے متعینہ فرانسیسی عہدہ داروں
کو واپس طلب کر لینا پڑا۔ اس طرح ٹیپو سلطان کے پاس سے جب ایک شایستہ اور
معقول فرانسیسی فوج نکل گئی تو پیش پا افتادہ مہم میں وہ اس قابل نہیں رہے کہ خود تنہا
انگریزی فوج سے مقابلہ کرتے اس زمانے میں وہ قلعہ منگلور کے محاصرہ پر تھے ناچار انہوں نے
مصالحت کو مناسب تصور کیا اور ۱۱ مارچ ۱۷۸۴ء (م ۱۶ ربیع الثانی ۱۱۹۸ھ) کو ایک
صلح نامہ (بنام صلح نامہ منگلور) طے پایا جس کی رو سے فریقین نے اپنے اپنے سابقہ مقبوضات
پر قابض اور حالیہ مقبوضات کو چھوڑنے کا اقرار کر لیا جس طرح انگریزوں کو ریاست میسور کا
کھٹکا لگا ہوا تھا اسی طرح مرہٹہ سرداروں کو بھی اس کی طرف سے خطرہ تھا۔ جب پیشوا کو یہ علم ہوا کہ

---

[1] یہ صلح ۱۷۸۳ء (م ۱۱۹۷ھ) میں بمقام وارسیلز (فرانس) ہوئی۔

انگریز اور ٹیپو سلطان کے مابین صلح ہو رہی ہے تو انہوں نے خیال کیا کہ انگریزی کمپنی معاہدہ سال بائی کو فسخ کرنے پر آمادہ ہو گئی ہے۔ جس پر انہوں نے ٹیپو سلطان کے پاس بغرض مصالحت وصول چوتھ اپنے ایلچی روانہ کیے جس کے جواب میں ٹیپو سلطان نے کہلا بھیجا کہ ان کے والد نے چند ضرب توپ اور بندوقوں کے سوائے کوئی اور چیز متروکہ میں نہیں چھوڑی ہے جس کے ساتھ میں حاضر ہوں اس جواب سے مرہٹوں نے خایف و پُر دل ہو کر یہ تجویز کی کہ نظام علی خان کے ساتھ اتحاد قایم کر کے ٹیپو سلطان سے ان علاقوں کو حاصل کریں جن پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا اور ان حملوں کا جواب ہر دو کے مقبوضات پر ہو رہے تھے یا آئندہ جن کے لئے تیاریاں جاری تھیں مقابلہ اور سدباب کریں انہوں نے نظام علی خان کو یہ سمجھایا کہ جس طرح پیشوا کے اکثر علاقہ پر ٹیپو سلطان نے قبضہ کر لیا ہے اسی طرح خود نظام علیخان کے علاقے بھی ان کے حملات و تصرف سے محفوظ نہیں رہے اور یہ تحریک کی کہ ہر دو قوتیں کسی باہمی مصالحت کے ساتھ ٹیپو سلطان کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے مقبوضات ان سے حاصل کریں اور اس کے بعد بھی وہ صلح نہ کریں تو ان کے علاقے میں در آئیں لیکن ہر دو رؤسا کا اپنے اپنے مستقر حکومت پر رہکر ایسے معاہدہ کا جلد اور حسب مراد طے پانا غیر ممکن تھا اس لئے دونوں فریقوں نے یادگیر کے قریب دریائے بھیما کے کنارے اس کی تکمیل کی قرارداد کی چنانچہ نظام علی خان ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۸ھ (م ۶ فروری ۱۷۸۴ء) کو حیدرآباد سے نکل کر یادگیر روانہ ہوئے اس موقع پر ٹیپو سلطان کے خلاف عمل جارحانہ اختیار کرنے میں نظام علیخان کو بجانب حق قرار دینے کے لئے صاحب تو زک آصفیہ پہلے ٹیپو سلطان کی زیادتیوں کو

بیان کرتا ہے اور اس کے بعد نظام علی خان کی فہمائش چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ۱۱۹۱ھ[۵۱] کے اوایل میں ٹیپو سلطان نے اپنا روپیہ (جو وزن میں دو تولے اور جس میں ان کے نام کے ساتھ سلطان کا لفظ شامل تھا) مسکوک کر کے میسور کے علاقہ میں جاری کرنے کے علاوہ ممالک محروسہ بندگانعالی میں بھی جاری کرا دیا چنانچہ ایسا بہت سا روپیہ حیدرآباد میں بھی پہنچکر کوچہ بکوچہ رائج ہو گیا اور یہ خبر عام طور پر مشہور ہو گئی کہ وہ بندگانعالی کے مقابلہ میں خروج کر رہے ہیں ان کے مراسلات جو اسی زمانے میں بندگانعالی کی خدمت میں وصول ہوے اس کی تائید کرتے تھے کہ خلاف رسم قدیم اور اپنے باپ کے طرز عمل کے خلاف انہوں نے مراسلات میں عرضی کی مدنکالکر مساویانہ طریقہ پر خطوط لکھ بھیجے اور ان قلعہ جات و پرگنوں کو جنہیں ان کے باپ حیدر علی خان کھو بیٹھے تھے ۔ لوٹ لاٹ کر ویران کر دیا ۔ دریائے شور کے زمینداران و رعایا کو معمولی حرکات و جرایم کے بہتان کے ساتھ ان کے ورثہ سے محروم کر کے علم ظلم بلند کر رکھا تھا اس پر بھی قانع نہ رہ کر غنیم (انگریزی کمپنی) کے مقبوضات پر طرح طرح کے خارج از تقریر و تحریر مظالم برپا کر کے اکثر قلعے بجبر حاصل کر لئے اور ہر طرف اپنی سلطانی کا شہرہ اور طنطنہ قایم کر دیا تھا اور برہمنان پونہ وغیرہ کو جس جگہ پاتے دستگیر کر کے مختون کر دیتے اور انگریزوں کو بندرگاہوں اور ان کے قلعوں میں سے قید و گرفتار کر کے آتش غضب میں جلا ڈالتے تھے ان مظالم کی اطلاع جب بندگانعالی کو دیگئی تو انہوں نے یہ نصیحت نامہ لکھا کہ "مابدولت اب تک تمہاری بے اعتدالی و شوخی سے چشم پوشی کرتے رہے

---

[۵۱] تزک آصفیہ صفحہ (۳۴۰)

اور چونکہ تمہاری ہمت بلند ان عیسائیوں کے دفع کرنے اور غاصبوں کے خلاف کوشش میں مصروف رہی ہے ہم نے تمہاری مدد اور رعایت کو مقدم جانا اب بھی کچھ نہیں گیا ہے مناسب یہ ہے کہ اپنے حرکات سے باز آکر راہ راست اختیار کرو ہم کو اس عہد و پیمان کا پاس ہے جو ہمارے اور تمہارے والد کے مابین ہوا تھا انہوں نے تم کو ہماری حفظ و امانت میں سپرد کیا تھا اور ہم نے اپنی شمشیر خاص تمھیں مرحمت کی تھی اب بھی اگر اپنے حدود سے متجاوز نہ ہو تو حسب حال تمہاری رعایت کیجائیگی والا آنچہ خواستِ ایزدی است بظہور می رسد[۱] اس نصیحت نامہ کے بعد چندے انہوں نے ملک و مال سے دست تعدی کھینچ لیا لیکن پھر حسب سابق زیادتیاں شروع کیں مکرر پنڈت پردھان کے سرداروں کے عرائض پر ٹیپو سلطان کے خلاف مرہٹوں سے اتحاد قایم کرنے کے لئے بندگانعالی ابت گیر (یادگیر) روانہ ہوئے۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۸ھ (م ۱۸ مارچ ۱۷۸۴ء) کو بالاجی پنڈت عرف نانا پھڑنویس نے باریاب ہوکر اپنا عندیہ بیان کیا گفت و شنید کے بعد بوقت رخصت بندگانعالی نے اپنے دست مبارک سے شمشیر با قبضۂ مرصع و علی بند اور خنجر مرصع با علاقہ مکلل ان کی کمر میں لگایا جس پر پنڈت مذکور نے سرو قد کھڑے ہوکر تسلیمات بجالائی۔ اور ایک اشرفی نذر گزرانی دوسرے روز پنڈت مذکور سوال جواب صلح نامہ کے تحت پھر حاضر دربار ہوئے۔ ۷ جمادی الاول ۱۱۹۸ھ (م ۲۹ مارچ ۱۷۸۴ء) کو خود بدولت ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے پنڈت مذکور نے

۱؎ تزک آصفیہ صفحہ (۳۳۲)

ایک کوس آگے آکر حضور کا استقبال کیا اور ان ڈیروں میں جو حضور ہی کے لئے نصب کئے گئے تھے ان کو لیجا کر بٹھایا اور بہت سارے جواہر گراں بہا اور اقمشہ اعلیٰ نذر کئے ۔ یہیں تکاجی ہولکر نے بھی بندگانعالی سے ملاقات کی دفعات عہدنامہ کے طے ہونے کے بعد مرہٹہ سرداروں کی طرف سے بندگانعالی کو پر تکلف دعوت دیگئی جس میں ۱۳ رجمادی الاول ۱۱۹۸ھ (م ۴ر اپریل ۱۷۸۴ء) کو اعلیحضرت معہ صاحبزادگان و امراء رونق افروز بزم ہوئے اور ۲۲ رجمادی الاول کو دریائے بھیما کے کنارے سے نکل کر قلعہ ایت گیر کی سیر کی اور وہیں عسکر جنگ قلعدار کی نذر قبول فرمائی اور ان کو جواہر سے سرفراز بھی فرمایا ۔ اس کے بعد تکاجی ہولکر نے بندگانعالی کی ایک ضیافت علیحدہ کی ۔ اس میں جن مرہٹہ سرداروں پر بندگانعالی کی جانب سے سرفرازیاں ہوئی ہیں ان کی تفصیل شاہ تجلّی نے[1] بتائی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسب ذیل آٹھ نامور مرہٹہ سردار اس موقع پر موجود تھے تکاجی ہولکر[1] ۔ ناناپھڑنویس[2] ۔ ہری رام پھڑکیہ[3] ۔ کشن راؤ بلال[4] ۔ اپابلونت راؤ[5] ۔ گوبند کشن پسر کشن راؤ[6] ۔ گوبند راؤ بھگونت[7] ۔ بلونت راؤ نایب مودھاجی بھونسلہ[8] ۔ بندگانعالی یہاں سے ۵ر رجب ۱۱۹۸ھ (م ۲۶ر مئی ۱۷۸۴ء) کو حیدرآباد واپس ہوئے ۔ منازل واپسی میں بمقام دھنواڑہ حضور کے ملاحظہ میں عہدنامۂ ایت گیر پیش ہوا جس پر ۶ر شعبان ۱۱۹۸ھ (م ۵ر جون ۱۷۸۴ء) کو خود بدولت نے دستخط کر کے تکمیل کر دی ۔ یہ عہدنامہ عہدنامہ ایت گیر کے نام سے موسوم ہے اس کی نقل ضمیمہ (ب) میں قارئین کے ملاحظہ کے لئے پیش کی جائیگی ۔

اسی سفر میں ایک مقام پر کسی آوارہ گرد درویش نے ہندوی قوم پر درشت کلامی کی

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ (۳۳۲)

فوج ہمرکاب میں بعض اس قوم کے افراد بھی تھے جن کو اس کی تلخ کلامی ناگوار گذری جس پر سپاہیوں میں خون ریزی ہوگئی اس واقعہ کی تفصیل ہم نے اپنی تصنیف "سوانح تیغ جنگ" میں بتلائی ہے آخر تیغ جنگ (شمس الملک امیر اول پائیگاہ خاص) کی فہمایش پر جھگڑا چکا اس واقعہ کے دوسرے روز سواری مبارک پالمور (معروف بہ محبوب نگر) پہنچی جہاں سے بمنازل طولانی طے مسافت کرکے ۱۲ شعبان ۱۱۹۸ھ (م ۱۱ جون ۱۷۸۴ء) کو بندگانعالی داخل حیدرآباد ہوئے

انگریزی کمپنی کو جب یہ علم ہوا کہ مرہٹوں اور نظام علی خان کے مابین کوئی باہمی سمجھوتہ ہو رہا ہے تو اس اتحاد کو اپنے اغراض کے خلاف تصور کیا اور مسٹر جانسن کو بہ حیثیت سفیر حیدرآباد روانہ کیا تاکہ اس باہمی اتحاد میں اگر کوئی امر انگریزی کمپنی کے مقاصد کے خلاف طے ہوا ہو تو اس کا دفع دخل ہو جائے اور یہ بھی ان کے شریک مصلحت ہو جائیں اس موقع پر انگریزی کمپنی کو نظام علی خان سے جنگ برپا کرنے کے لئے ایک حیلہ موجود تھا کہ بسالت جنگ کا انتقال ہوکر ایک عرصہ ہوگیا تھا لیکن پھر بھی انہوں نے گنٹور کو بموجب معاہدہ ۱۱۸۱ھ انگریزی کمپنی کے سپرد نہیں کیا تھا اس لئے اس موقع پر اپنے سفیر کو بھیجنے میں مصلحت تھی کہ ان کو اپنے خلاف ہونے نہ دیں چنانچہ مسٹر جانسن حیدرآباد پہنچکر یکم شعبان ۱۱۹۸ھ (م ۲۱ مئی ۱۷۸۴ء) کو حضور میں باریاب ہوئے اور منجانب شاہ انگلستان تحفے تحائف پیش کئے۔ وہ تقریباً دس مہینے حیدرآباد میں رہکر ۲ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ (م ۱۲ اپریل ۱۷۸۵ء) کو واپس ہوئے۔

قلعہ بادامی کا محاصرہ | ایت گیر کے صلح نامہ کے بعد پیشوا نے اُدھر اپنے سرداروں کے نام فراہمی فوج کے احکام دیئے اور اِدھر نظام علی خان نے اس کے بعد اپنی فوج کے ساتھ پونہ سے

پیشوا ٹیپو سلطان کی حدود کی طرف بڑھے اور نظام علی خان بھی ۲۳ محرم سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۲۶ نومبر ۱۷۸۵ء) کو جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہونے کی غرض سے حیدرآباد سے نکل کر عیدگاہ جدید کے پاس خیمہ زن ہوئے۔ ان ایام میں تیغ جنگ کے فرزند کی تسمیہ خوانی ہو رہی تھی جس کی تکمیل یہیں کر کے ۸ صفر م ۱۱ دسمبر کو آگے بڑھے اور منزل بمنزل اودگیر سے ہوتے ہوئے ۱۳ جمادی الثانی سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۱۳ اپریل ۱۷۸۶ء) کو قلعہ بادامی کے محاصرے میں مرہٹہ سرداروں کے شریک ہو گئے۔ محاصرہ کا دوران بڑھنے لگا تو نظام علی خان اپنی طرف سے شرف الملک رفعت الملک، حشمت جنگ، راجہ تیج سنگھ، کنور جودھ سنگھ، کنور بیجے سنگھ، کنور نرندر سنگھ رستم راؤ باندھرہ، محمد لودھی خان، سوائی خان، داؤد خان وغیرہ کو تیس ہزار سوار جرار کے ساتھ محاصرہ پر چھوڑ کر خود آپ بلدہ حیدرآباد واپس ہوئے جہاں ۱۹ رجب سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۱۸ مئی ۱۷۸۶ء) کو پہنچے

قلعہ ادھونی کا محاصرہ

قلعہ بادامی کا محاصرہ حسب بیان نشان حیدری[ے] نو مہینے رہا آخر برضامندی قلعہ دار اس پر قبضہ ہوا جس کے بعد متحدین کے سرداروں نے قلعہ دھارواڑ، جالی ہلی، گجندر گڈھ، نول کنڈہ، نرگوندہ وغیرہ پر بھی قبضہ حاصل کر لیا جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ملی اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس نواح کے زمیندار اور پالیگار متحدین سے متفق ہو گئے ہیں تو اس سمت پیش قدمی کرنے سے باز رہ کر انھوں نے اپنی فوج جرار کے ساتھ قلعہ ادھونی کا رخ اختیار کیا یہ قلعہ بسالت جنگ کے فرزند مہابت جنگ کے زیر تصرف تھا جو نظام علی خان کے بھتیجے (فرزند بسالت جنگ) بھی تھے اور داماد بھی۔ انھوں نے ٹیپو سلطان کے پاس اپنے

ے نشان حیدری صفحہ ۳۰۰

دیوان اسد علی خان کو روانہ کیا تاکہ ان کا عندیہ معلوم کرے اور اگر ممکن ہو تو مناسب شرائط کے ساتھ ان سے مصالحت کی بنا قایم کرے لیکن ٹیپو سلطان نے کسی شرط صلح پر رضامندی کے اظہار کے عوض ان سے کہا کہ نظام علی خان کی مخالفت کی وجہ سے وہ اس قلعہ (ادھونی) پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اگر مہابت جنگ خود ٹیپو سلطان کے ساتھ متفق ہو کر باہمی صلح کر لیں تو پھر ان کو ان سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ لیکن مہابت جنگ نے اس کو تسلیم نہ کیا اور متحصن ہو گئے ٹیپو سلطان نے قلعہ ادھونی کا محاصرہ کر لیا اس کی اطلاع نظام علی خان کو ملتے ہی انہوں نے تیغ جنگ اور ارسطو جاہ کو اپنے بھائی ہمایوں جاہ (میر مغل علی خان) کی رکاب میں ٹیپو سلطان کے مقابلے کے لئے ادھونی روانہ کیا۔ ہر دو امیر ہمایوں جاہ کی رکاب میں غرۂ شعبان ۱۲۰۰ھ (م ۲۰ مئی ۱۷۸۶ء) کو حیدر آباد سے نکل کر کوچ ہائے طولانی مضافات ادھونی میں پہنچے اس خبر کے سنتے ہی ٹیپو سلطان محاصرہ چھوڑ کر شاہ ڈونگر کی پہاڑی پر جا ٹھیرے اور اس تازہ دم سرکار عالی کی فوج پر چھاپے مارنے لگے۔ دو ایک خفیف مقابلے بھی ہوئے جس میں سے ایک میں نظام علی خان کی افواج کو کامیابی ہوئی آخر ارسطو جاہ و تیغ جنگ نے مہابت جنگ کو ان کے زنانے اور خاص خاص متعلقین کے ساتھ قلعہ ادھونی سے نکالکر معقول بدرقہ اور فوج کے ہمراہ رائچور روانہ کر دیا۔ قلعہ مذکور کو خالی پا کر ٹیپو سلطان کی افواج نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اس اثناء میں بعض بد اندیشوں نے یہ افواہ اڑائی کہ مہابت جنگ کے دریائے کرشنا پار ہوتے وقت ٹیپو سلطان نے اپنی بے شمار فوج کے ساتھ حملہ کر دیا جس سے

پریشان ہوکر تیغ جنگ وارسطوجاہ میدان جنگ سے سراسیمہ نکل گئے ۔حالانکہ یہ دونوں امراء مہابت جنگ کو دریا پار کرکے آپ ہری رام پھڑکیہ کے ساتھ کپل بہادر بنڈہ روانہ ہوئے تھے نظام علی خان نے اس خبر سے پریشان ہوکران ہردو امراء کو لکھا کہ اپنے چند سرداروں کو مرہٹہ فوج کی کمک کے لئے چھوڑ کر جلد تر حاضر خدمت ہوجائیں جس پر انہوں نے شرف الملک، اعتقاد الدولہ، رفعت الملک، سردار الدولہ رائے بہار امل، جمنا راجہ وغیرہ کو تیس ہزار سوار جرار کے ساتھ وہیں چھوڑ دیا اور آپ خود واپس ہوکر ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۲۸ اگست ۱۷۸۶ء) کو حاضر حضور ہوئے ۔

قلعہ شاہ نور پر متحدین کا حملہ

ہری رام پھڑکیہ اور افواج سرکار عالی نے بہادر بنڈہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا اور تین چار ہی دن میں اس پر قبضہ کرلیا اس کے بعد وہ چاہتے تھے کہ کپل کے قلعہ کو بھی فتح کریں لیکن ٹیپو سلطان نے ادھونی سے سیدھا اسی طرف کا رخ اختیار کیا اور قریب پہنچ کر متحدہ افواج پر شبخون مارا چونکہ اطراف پہاڑیاں تھیں اس لئے افواج سرکار عالی اور مرہٹہ کو نقصان پہنچا ۔جہاں سے متحدہ فوجیں آگے بڑھ گئیں اور قلعہ شاہ نور پر حملے کا ارادہ کیا اس نوبت پر راجہ ہولکر بھی تیس ہزار سوار کے ساتھ متحدین سے آملے تھے یہاں کا قلعدار حلیم خان (ٹیپو سلطان کا بہنوی) افواج متحدہ سے مل گیا تھا لیکن ٹیپو سلطان نے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور ایک دم تاخت کرکے چوبیس گھنٹے ہی میں اس قلعہ پر قبضہ کرلیا اب ہری رام پھڑکیہ نے سرینگ پٹن پر حملے کا ارادہ کیا ٹیپو سلطان بھی ان افواج متحدہ کے پیچھے پیچھے دو تین کوس فاصلے پر ساتھ رہے اور موقع بموقع حملے کرتے رہے پیچھے سے

آگے نکل کر غنیم کو روکنے کے لیے کوئی مناسب راستہ یا موقع ٹیپو سلطان کو نہ ملا یہاں تک کہ ایک پہاڑیوں سے گھرے ہوئے تنگ مقام میں متحدین کی افواج پہنچیں یہاں جاسوسوں نے خبر پہنچائی کہ اس مقام پر ٹیپو سلطان نے افواج متحدہ پر شبخون مارنے کی تیاری کر لی ہے اس اطلاع پر یہاں سے جلد تر نکل جانے کی تجویز ہوئی لیکن آگے بڑھتے بڑھتے رات ہو گئی آخر ٹیپو سلطان نے حملہ کر دیا۔ بہزار خرابی افواج متحدہ اس تنگ و تاریک مقام سے نکلیں بہت سارا مال و متاع ٹیپو سلطان کو غنیمت میں ملا جب یہاں سے نکل کر متحدہ فوجیں بہادر بنڈہ کے قریب پہنچیں تو ٹیپو سلطان نے نہایت تیزی سے اس قلعہ پر قبضہ کر کے گولہ باری شروع کر دی۔ اس کے بعد جب ٹیپو سلطان کو ہری رام پھڑکیہ کے عزم مصمم کی خبر ملی کہ وہ سرینگا پٹن پر حملہ کرنے کو بڑھ رہا ہے تو انہوں نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی آخر ہر سال پینسٹھ لاکھ روپے بطریق چوتھ ادا کرنے پر صلح ہوئی جس کے بعد تمام فوجیں اپنے اپنے مقام و مرکز کو واپس ہوئیں

تنخواہ جاگیر کے نسبت احکام | جس عہد کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں اس میں تنخواہ جاگیر سے جو لوگ سرفراز ہوتے تھے ان کا فریضہ تھا کہ جتنے جوانان و سوار کی عہدہ داری کے عوض اُن کو تنخواہ جاگیر ملی ہو اتنے جوانوں اور سواروں کا ہمیشہ ملازم رکھنا اور ان کی تنخواہ اس جاگیر سے ادا کرنا ان پر لازم تھا لیکن اکثر عہدہ داروں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ وقت ضرورت مقررہ سوار و جوانوں کو مامور کر لیتے اور بعد رفع ضرورت ان کو برطرف کر دیتے تھے اس طرح اپنی جاگیر سے ایک معتدبہ حصۂ محاصل بچا لیتے تھے۔ ارسطو جاہ جب دیوان ہوئے تو انہوں نے اس کی ممانعت میں تاکیدی احکام جاری کئے آخر جنگ مذکور سے فراغت پانے کے بعد

انہوں نے اپنے عہدہ داروں اور جاگیرداروں کو حکم دیا کہ اب تک جو کچھ بچت اس طرح کر لی گئی ہے اس سے درگزر کیجاتی ہے سال رواں کی بابت جو کچھ بچت ہوی ہو داخل سرکار کردیجائے اور آیندہ مقررہ تعداد ملازمین کی مامور رکھی جائے اس حکم سے موہن راؤ نیکلیہ (جاگیردار رودرور) نے انحراف کیا تو ۱۲۰۲ھ میں اس کی جاگیر پر ضبطی کے احکام جاری کئے گئے جس پر وہ اپنے علاقہ میں فوج کثیر فراہم کر کے آمادۂ پیکار ہوگیا اور اطراف کے علاقۂ سرکاری پر دست بُرد شروع کردی نظام علی خان نے اس کی تادیب و سرکوبی کے لئے قلعدار اودگیر سزاوار الدولہ اور راجہ بہارامل کو مامور کیا۔ موہن راؤ نیکلیہ نے تاب مقاومت نہ لاکر راہ فرار اختیار کی او قلعہ رودرور پر سرکار عالی کا قبضہ ہوگیا۔

۱۲۰۲ھ ہی میں سرکار ایلگندل وورنگل ومیدک وغیرہ بعنوان تعہد راجنا دسیمکھ کے سپرد کئے گئے تھے زمیندار جنپور (جو قوم بلیہ سے تھا) ایلگندل کے تحت تھا اس نے راجنا دسیمکھ کے احکام کی نہ صرف خلاف ورزی کی بلکہ اس کے ساتھ بداخلاقی سے بھی پیش آیا جب پر دسیمکھ نے بندگانعالی سے اس کی تنبیہ کے لئے اجازت اور مدد چاہی خود بدولت نے راجہ بہارامل تیجونت بہادر کو اُس کی کمک پر نامزد کیا دسیمکھ مذکور اور راجہ بہارامل نے متفقاً اس پر حملہ کر کے اس کے قلعہ کی بیرونی فصیل پر قبضہ کر لیا جس کے پاس ہی آب نوشیدنی کے چشمے تھے ان چشموں کے قبضہ سے نکل جانے کی وجہ سے راجہ جنپور اور تمام قلعہ والے پریشان ہو کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ راجہ بہارامل اور راجنا دسیمکھ نے قلعہ پر قبضہ کر کے شرائط پیش کردہ کو منظوری کی خاطر بندگانعالی کے ملاحظہ میں روانہ فرمایا اسطرجاہ کی تحریک پر اعلیحضرت نے یہ حکم دیا کہ راجہ جنپور کو طلب کر کے قلعہ محمد نگر میں قید کر دیا جائے۔

سفارت جان کناوے

کمپنی نے اپنی طرف سے کپتان جان کناوے کو سفیر بناکر حیدرآباد روانہ کیا وہ یہاں پہنچ کر ۲۹ شعبان ۱۲۰۲ھ (م ۲ اگسٹ ۱۷۸۸ء) کو حاضر دربار ہوئے اور کمپنی کی طرف سے تحایف نذر گزرانے اس سفارت کی غرض یہ تھی کہ انگریزی کمپنی کی پیشکش کے بقایا کا تصفیہ کیا جائے اور سرکار گنٹور کو حسب معاہدہ سابقہ کمپنی کے قبضہ میں دیدیا جائے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۱۹۳ھ (م ۱۷۷۹ء) میں انگریزی کمپنی نے جو معاہدہ بسالت جنگ سے کیا تھا وہ نظام علی خان کی بغیر اطلاع ہوا تھا اسی وجہ سے انہوں نے خیال کیا کہ ۱۱۸۱ھ (م ۱۸۶۷ء) کا عہدنامہ فسخ و منسوخ ہوگیا جب ۱۱۹۶ھ (م ۱۷۸۱ء) میں بسالت جنگ نے وفات پائی اور انگریزوں نے بروئے عہدنامہ ۱۱۸۱ھ سرکار گنٹور پر قبضہ کرنا چاہا تو عہدہ داران نظام نے ۱۷۶۷ء کے عہدنامہ کے انفساخ کے تصور پر ان کی مزاحمت کی جس کے رفع کرنے اور اُس پیشکش کے بقایا کی نسبت جو کمپنی پر واجب الادا تھی کوئی سمجھوتہ کرنے کی غرض سے جان کناوے مامور ہوئے تھے۔ ان کے حاضر دربار ہونے کے بعد نظام علی خان نے گنٹور پر قبضہ دیدینے کا حکم دیدیا لیکن بقایا پیشکش کے تصفیہ کا انحصار گورنر جنرل کی رائے پر منحصر رکھا گیا جس کے لئے ریاست حیدرآباد سے میر ابوالقاسم (میر عالم) کو بہ حیثیت سفیر چند امراء اور منصبداروں کے ساتھ کلکتہ روانہ کیا گیا۔ ان کی جو کچھ آؤبھگت وہاں ہوئی

اس کا تفصیلی ذکر ہم نے اپنی تصنیف "میر عالم" میں کیا ہے صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے
کہ جس زمانہ میں میر عالم کو سفارت کلکتہ پر روانہ کیا گیا اسی زمانہ میں حافظ فریدالدین خان کو
ٹیپو سلطان کے پاس روانہ کیا گیا۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جان کناوے کی سفارت
پر یہ لازم تصور کیا گیا کہ ٹیپو سلطان سے کوئی مفاہمت ہوجائے کہ پیش پا افتادہ معاملات
میں اگر کمپنی کے ساتھ کوئی سوءفہمی پیدا ہوجائے تو اس کے مقابلہ میں ان سے کمک حاصل ہوسکے

میر عالم کی سفارت میں جو مسایل طے ہوئے اس کا اظہار ارل کورنوالس نے
اپنے ایک خط مورخہ ۷ جولائی ۱۷۸۹ء موسومہ نظام علی خان میں کیا ہے جو عہدنامہ کی حیثیت
سے سی یو ایچی سن نے اپنے مجموعہ عہدنامہ جات میں شایع کیا ہے اس کا ترجمہ بطور خلاصہ
یہاں لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

"۱۷۶۸ء (م ۱۱۸۱ھ) کے عہدنامہ کے مطابق نہ نظام نے سرکار گنٹور کو کمپنی کے
تفویض کیا اور نہ کمپنی نے ان کو پیشکش، نظام چونکہ ان دنوں اہم امور میں مصروف تھے۔
اس لئے کمپنی نے اس معاملہ میں نہ کوئی تحریک کی اور نہ کوئی پیروی جب وہ ان امور سے
فارغ ہوچکے تو رزیڈنٹ (جان کناوے) کو بھیجا گیا کہ سرکار گنٹور کی تفویض کے متعلق وہ
نظام سے عرض کریں اور سرکاران شمالی کی پیشکش کی بابت نظام کو اطمینان اور یقین دلائیں
کہ کمپنی نظام کو پیشکش کا واجبی بقایا ادا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور آیندہ بھی بروقت ادا
کرتی رہیگی جب نظام نے سپردگی گنٹور کا حکم جاری فرما کر دوستی و خیراندیشی کا ثبوت دیا ہے
تو کمپنی بھی ان سے مراسم مرعی رکھے گی۔

"ہم نے ان مضامین عہد نامہ پر جن کے معانی مبہم اور مطالب صاف نہ تھے میر ابوالقاسم (میر عالم) سے گفتگو کی (پیشکش کی) ادائی بقایا کی ضمانت داخل کرنے اور سرکاران شمالی کے ایک حصہ کو مکفول کرنے سے میرا انکار اس لئے واجبی تھا کہ انگریزوں کی راستبازی اور قول و قرار کی پابندی ہی خود اس کی ضامن ہے۔"

نظام علی خان نے تجدید عہد نامہ کی خواہش کی تھی اس کے متعلق ارل کورنوالس نے اسی خط میں یہ لکھا کہ "میں نے اکثر مواقع پر کپتان کناوے کی معرفت اور میر ابوالقاسم کی زبانی بھی کہلا بھیجا ہے اور آغاز تحریر میں بھی یہی درج کیا ہے کہ عہد نامہ ۱۷۶۸ء (م ۱۱۸۱ھ) کی تعمیل ہو اور ہمیشہ آپ سے دوستی و اتحاد قائم رہے اور آپ کو بھی میرے بیان سے اور پیچیدہ شرایط معاہدہ کی صراحت سے یہ یقین ہوا ہوگا کہ میں صدق و صفا کی بنیاد پر ہر ایک امر کا تصفیہ کرتا ہوں مگر یہاں مجھ کو باعتبار مباحثہ میر ابوالقاسم یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب تک کوئی معقول وجہ عہد نامہ کی تجدید کی نہ ہو اس وقت تک ہمارے ملک کے آئین اور انگلستان کے بادشاہ اور کمپنی کے احکام اور نیز قوم انگریزی کی ایمان و حرمت مانع تجدید عہد نامہ ہیں اس لئے تبدیل یا تجدید عہد نامہ مذکور کو میں نے قبول نہیں کیا اگرچہ عہد نامہ کی تجدید کو منظور نہیں کیا گیا تاہم آپ میرے اس اقتدار کے لحاظ سے جو شاہ انگلستان اور انگریزی پارلیمنٹ نے مجھ کو عنایت کیا ہے میری اسی تحریر کو مثل عہد نامہ تصور فرمائیں کیونکہ یہ خط منظورۂ کونسل ہے اور اس سے زیادہ تصریح کے لئے آپ میر ابوالقاسم سے دریافت کریں جن کو میں نے اس تمام گفت و شنید میں آپ کا وفادار صادق اور باخبر و

خیر خواہ ملازم معتبر و معتمد تصور کیا ہے ....."

میر عالم کلکتہ سے یہ خط اور بقایا پیشکش کے منجملہ نو لاکھ سولہ ہزار چھ سو پینسٹھ روپے گیارہ آنے کی تین ہنڈویاں اور قیمتی جواہر و تحایف کے ساتھ ۲۶ جمادی الاول سنہ ۱۲۰۳ ہجری (۲۲ فبروری ۱۷۸۹ع) کو حیدر آباد داخل ہوئے اور باریاب حضور ہوکر نذر پیش کی او تحفے گزرانے

۱۲۰۳ھ کا جشن سالگرہ | نظام علی خان نے قلعہ گولکنڈہ میں ایک نیا مکان[۱] تعمیر کرایا تھا اس زمانے میں اسی میں فروکش تھے چنانچہ میر عالم کی نذر بندگانعالی نے اسی مکان میں لی۔ نئے مکان کی گھر بھرانی کی تقریب میں یہاں ایک مینا بازار قایم کیا گیا جس میں اقسام کے نفایس و جواہر، ہاتھی گھوڑے بغرض خرید و فروخت مہیا کئے گئے تھے چھوٹے بڑے امیر امرا، اور خود بدولت اس میں حصہ لیتے رہے انہیں دنوں میں ایک پالتو بندر بندگانعالی کا ہاتھ کاٹ لیا۔ یہ زخم ایک مہینہ تک رستا رہا اس کے اندمال کے بعد غسل صحت و سالگرہ کے جشن کی تیاری شروع ہوی جس کا تمام اہتمام ارسطوجاہ کے تفویض کیا گیا تھا ابھی جشن شروع ہونے نہ پایا تھا کہ سر دربار ایک ناگوار واقعہ پیش آگیا وہ یہ کہ ارسطوجاہ ہی کے علاقہ کے ایک جمعدار مسمی حیدر علی بیگ کی جاگیر عرصہ سے ضبط تھی قرض بڑھ گیا تھا اور تنخواہوں کے تقاضہ سے تنگ آرہا تھا اور سپاہی اپنی اپنی تنخواہوں کے وصول پانے کے لئے علیحدہ دق کر رہے تھے آخر عید الفطر کی نذر پیش کرنے کے حیلے اپنے ہمراہیوں کو لیکر حاضر دربار ہوا اور بندگانعالی کے آگے بڑھ کر ہمراہیوں کو نذر کے لئے پیش کرتے کرتے

---

[۱] یہ مکان قلعہ گولکنڈہ کا مشہور سوتی محل ہے جو اب تک علی حالہ قایم ہے۔

اپنی کٹار نکال لی اور ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا کہ "حضور یا تو مجھے اس کٹار سے ذبح کر دیں یا مقدمۂ جاگیر و تنخواہ سپاہ کا فیصلہ فرمائیں" ارسطو جاہ درمیان آ کر کٹار چھیننے لگے اس کشمکش میں اُن کا ہاتھ زخمی ہوگیا خون بہتا دیکھ کر اُن کے ہوا خواہ جمعدار اور اس کے ہمراہیوں پر ٹوٹ پڑے ہنگامہ میں جمعدار معہ چند ہمراہیوں کے قتل ہوگیا اور بعض جوان زخمی ہوگئے ارسطو جاہ کا زخم مندمل ہونے تک جشن سالگرہ ملتوی ہوگیا آخر اوایل ماہ ذیقعدہ میں بڑی دھوم سے جشن منایا گیا اس تقریب کے لئے پانچ لاکھ روپے کی منظوری ہوئی تھی۔ ارسطو جاہ نے ایک لاکھ کئی ہزار سانچے موتیوں سے تیار کیا ہوا ملبوس خاص بندگانعالی کی نذر کیا اسی جشن میں صاحب توزک آصفیہ نے ایک اردو قصیدہ پیش کیا جس کا ہر ایک مصرع مادۂ تاریخ تھا افسوس ہے کہ یہ کہیں سے دستیاب نہ ہو سکا۔

سفارت منجانب ٹیپو سلطان

قبل از ین ریاست حیدرآباد سے حافظ فریدالدین خان بہ حیثیت سفیر ٹیپو سلطان کے پاس قیام اتحاد کی غرض سے روانہ کئے گئے تھے وہ ۱۲۰۴ھ میں سرینگ پٹن سے واپس آئے۔ ان کے ہمراہ ٹیپو سلطان کے ایلچی محمد غیاث و قطب الدین خان و علی رضا خان ٹیپو سلطان کے خط اور تحایف لیکر آئے اور باریاب حضور ہوئے نظام علی خان چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان سے بھی اتحاد قایم کرلیں اور ٹیپو سلطان بھی اس تخیل سے متفق تھے لیکن اس خیال سے کہ باہمی تعلقات میں مزید استحکام ہو انھوں نے نظام علی خان کے ساتھ سمدھاوے کے رشتۂ اتحاد کے قیام کی تحریک کی معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس وقت برسر دربار سفیروں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو نظام علی خان کے چہرے سے رضامندی کے آثار پیدا ہو رہے تھے جن کو ٹیپو سلطان کے اُن مخالفین نے جو حاضر دربار تھے محسوس کر کے محل میں اس کی اطلاع کرادی اور ٹیپو سلطان کی غیر واقعی برائیوں کو بھی گوش گزار کرادیا جس پر محل میں ایک بے چینی پیدا ہو گئی اور قبل اس کے کہ سفراء ٹیپو سلطان کو کوئی تشفی بخش جواب دیتے نظام علی خان کو محل میں جانا پڑا۔ جہاں محلات نے ٹیپو سلطان کی سنی سنائی برائیوں کو دہرا کر اس رشتہ سے ناراضی ظاہر کردی جس سے بندگانعالی سخت متاثر ہو گئے اور باہر آکر اس پیغام کو اس امر کے اظہار کے ساتھ کہ وہ ایک

ادنیٰ نایک بچے کے ساتھ قرابت قایم نہیں کر سکتے مسترد کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی نظام علی خان نے اپنے ان ممالک کے قبض و تصرف کا سوال پیش کر دیا جن پر ٹیپو سلطان متصرف تھے۔ اس انکار سے انگریزی کمپنی کا بڑا فایدہ ہوا۔ اس واسطے کہ وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ دکن ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا کوئی رئیس اپنے نواحی رئیس سے متحد رہے تاکہ ہر دو کی باہمی مخالفت سے فریق ثالث (انگریزی کمپنی) کو اس کا فایدہ حاصل ہو

اس سفارت کے جواب میں ارل کورنوالس کے ایک خط موسومہ میر عالم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کے ایلچیوں کے ذریعے کسی اقرار نامہ کی تجدید کا مسئلہ بندگانعالی کے حضور میں پیش ہوا مگر ان سفیروں کے کلام کے شاق گزرنے سے ان کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوی جب ٹیپو سلطان کے سفیروں کو یہ معلوم ہوا کہ بندگانعالی بہ نفس نفیس ٹیپو سلطان سے جنگ اور اپنے مقبوضات کو حاصل کرنے کے ارادے سے نکل رہے ہیں تو انہوں نے موید جنگ کے ذریعے اس امر کا اقرار کیا کہ قلعہ گتی سے سرحد قلعہ سرا تک وہ تمام سرکار اور پرگنے جو تنخواہ و سپاہ کے عوض میں ٹیپو سلطان کے زمانہ سے پیشتر سے ان کے تصرف میں تھے حضور بندگانعالی کو تفویض کر دیں گے۔ اور اس غرض کے لئے جلد تر اپنے ملک کی طرف واپس جانے کی اجازت مانگی جس پر ان سفیروں کو جاگیر و منصب کی توقع دلائی گئی اور اجازت واپسی دیدی گئی وہ موید جنگ کے ہمراہ واپس روانہ ہوئے تاکہ ٹیپو سلطان سے حکم حاصل کر کے اس علاقہ کا قبضہ ان کو دلا دیں۔

علاقہ میسور کی طرف پیش قدمی کرنے کی غرض سے نظام علی خان معہ فوج و خدم و حشم حیدرآباد سے غرۂ رجب ۱۲۰۴ھ (۱۷ مارچ ۱۷۹۰ء) کو نکلے اور گوڑ دھنداس کے باغ میں قیام فرمایا۔ سفرائے ٹیپو سلطان کے جانے کے بعد ان کے قول و قرار کے نتیجہ سے آگاہی پانے تک بندگانعالی کو یہیں ٹھیرنا پڑا۔ دوران قیام میں ہر روز پایگاہ کی گارڈیوں کی فوج کا تماشا ملاحظہ فرماتے رہے آخر ایک مہینہ کے بعد جب یہ اطلاع ملی کہ ٹیپو سلطان کا سفیر قطب الدین خان گتی پہنچ کر اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا تو بندگانعالی گوڑ دھنداس کے باغ سے نکل کر دریائے کرشنا کی سمت راہی ہوئے۔

مُعاہدۂ نظام علی خان و کمپنی انگریزی

جس زمانے میں ٹیپو سلطان کے سفیر حیدرآباد آئے انگریزی کمپنی کے وکیل جان کناوی بھی یہاں تھے اور چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان کے خلاف نظام علی خان کے ساتھ کوئی معاہدہ تکمیل پائے۔ ٹیپو سلطان سے انگریزوں کی مخالفت کے جملہ وجوہ میں ایک وجہ یہ تھی کہ وہ انگریزوں کی مخالف قوم فرانسیسیوں کے ساتھ متفق تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے اثر و قوت کے تحت اطراف کے راجاؤں اور زمینداروں پر حکمران بنکر اپنے دایرہ حکومت کو وسیع کر رہے تھے جس سے انگریزی کمپنی کے مقاصد متاثر ہو رہے تھے۔ تیسری وجہ جو ان دونوں سے پیدا ہوئی اور سب سے زیادہ اہم اور منفعت بخش یہ تھی کہ ۱۱۹۶ھ م ۱۷۸۲ء میں انگریزوں نے میسور کے معزول راجہ کی بیوی کے نام سے ترمل راؤ[۱] کے ساتھ ایک معاہدہ[۲] کیا تھا جس کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ انگریزی کمپنی ٹیپو سلطان سے ملک حاصل کر کے رانی یا اس کے متبنیٰ کو گدی نشین کر دے۔ اس مقابلہ میں جب انگریزی فوج ٹیپو سلطان کو کوئمبٹور اور اس کے مضافات سے نکال دیگی تو رانی کی طرف سے تین لاکھ پگوڈا کمپنی کو

---

[۱] یہ ایک برہمن اور میسور کی رانی کا وکیل تھا۔ رانی میسور میں ٹیپو سلطان کے زیر نگرانی تھی اور اس کا وکیل ترمل راؤ تنجاور کے راجہ کے پاس رہتا تھا۔ مدوّن مجموعہ عہد نامجات مسٹر ایچی سن کو اس امر کا اقرار ہے کہ اس عہد نامہ کی تکمیل کی کوئی اطلاع رانی صاحبہ میسور کو نہیں تھی۔

[۲] ٹریٹیز جلد (۹) طبع ۱۹۲۹ء صفحہ (۲۲۴)۔

دئے جائیں گے اور جب انگریزی فوج بالاگھاٹ پر چڑھائی کرکے بورم پر قابض ہوجائیگی تو مزید ایک لاکھ پگوڈا دئے جائیں گے۔ اور جب میسور فتح ہوکر رانی یا اس کے متبنیٰ کو دیدیا جائے گا تو اور ایک لاکھ پگوڈا کمپنی کو دئے جائیں گے۔ اور جب سرینگ پٹن فتح ہوجائیگا تو اور پانچ لاکھ پگوڈا دیئے جائیں گے اس کے بعد جس روز رانی یا اس کا متبنیٰ سرینگ پٹن میں گدّی نشین ہوگا اسی دن پانچ لاکھ پگوڈا اور کمپنی کو دیئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد سے ہر سال پانچ لاکھ پگوڈا کمپنی کو دیا جایا کرے گا جس کے عوض کمپنی نے حفاظت میسور اور فوج کے قیام کی ذمہ داری اپنے پر لے لی۔ اس معاہدہ کے تحت جو مفاد انگریزی کمپنی کو حاصل ہوسکتے تھے ان کے حصول کی بہت جلدی تھی انہوں نے دوسرے رؤساء کو بھی ٹیپو سلطان کی شکست و بربادی میں اپنا شریک بنانے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کو کام میں لایا۔

ٹیپو سلطان کے سفیروں کے حیدرآباد آنے کے بعد غالباً انگریزی کمپنی کے ہواخواہوں کی سرگرمیاں بڑھ گئیں جن کی تائید سے انگریزی کمپنی کو کامیابی ہوگئی۔ چنانچہ ایک معاہدہ نظام علی خان، پیشوا اور انگریزی کمپنی کے مابین طے ہوا جس کے دفعات کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ محض ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ کرنے اور ان کے مقبوضات کے تقسیم کرلینے کی نسبت طے پایا ہے۔ یہ سی یو ایچی سن کے مجموعۂ عہدنامہ جات میں موجود نہیں ہے لیکن اس کا ایک اصل مخلوطہ اور ایک مسودہ ہمارے دیکھنے میں آیا ہے جس کو نقل کرنا یہاں بے محل نہ ہوگا۔

"قول و قرار و دوستی اتحاد برائے دفع دشمن یعنے ٹیپو سلطان فیمابین سرکار کمپنی انگریز

سرکار نواب مستطاب معلی القاب نواب آصفجاہ بہادر صوبہ دار ملک دکن و سرکار پیشوائی سوائی مادھو راؤ نراین پنڈت پردھان بہادر معرفت احترام الدولہ کپتان جان کنوی بہادر دلاور جنگ بموجب اختیار و اقتدار کہ از طرف گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر کہ برائے انصرام و انتظام جمیع امور در تمام بنادر ہندوستان متعلقہ کمپنی انگریز بہادر از جانب بادشاہ جم جاہ و پارلمنٹ گریٹ برٹن مامور اند بہ بہادر موصوف مفوض گشتہ بموجب دفعات ذیل بعمل آمد ہر سہ سرکار بر آن ثابت و مستقل خواہند بود و شرایط مندرجۂ آن بلا تفاوت از ہر سہ سرکار بعمل خواہد آمد۔

دفعہ اول - ہر سہ عہدنامہ ہائے سابق کہ از صلابت جنگ مرحوم معرفت کرنل فورڈ در ۱۷۵۹ء و از نواب معلی القاب نواب آصفجاہ بہادر معرفت جنرل کلبو در ۱۷۶۶ء و معرفت کارپردازان چینا پٹن در ۱۷۶۸ء تحریر یافتہ و مکاتبہ گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر مرقومہ ہفتم ماہ جولائی ۱۷۸۹ء کہ بجائے عہدنامہ چہارم است بحال و برقرار مگر آن دفعات کہ از روئے عہدنامۂ حال بوجہ دیگر انتظام یافتہ باشد دوستی دائمی نسلاً بعد نسلٍ فیما بین ہر یک از طرفین و قایم مقام طرفین بموجب عہدنامہ ہائے سابق بحال و برقرار۔

دفعہ دویم ٹیپو با ہر سہ سرکار با وجودیکہ عہد داشت نقض عہد با ہر سہ سرکار نمود ازین سبب این ہر سہ سرداران متفق شدہ عزم نمودہ حتی المقدور تنبیہ او بعمل آرند کہ آیندہ برائے بدعہدی کردن در طاقت نتواند ماند و چون ہر سہ سرکار درین مہم شریک اند ملکے کہ ازین مہم بتصرف در آید مع آمدنی آن از وقت تصرف با خزاین و دفاین معتدبہ میان کمپنی

و نواب معلی القاب و راؤ پنڈت پردھان کہ پنڈت معزبرائے شرکت درین مہم و مامور کردن فوجے معقول اقرار نمودہ اند سہ حصۂ مساوی مناسب سرحد ملک ہر یک تقسیم خواہد یافت مگر تعلقات پالیگران مرقومہ دفعہ دہم از عہدنامہ فیما بین کمپنی و راؤ پنڈت پردھان کہ معرفت مسٹر مالٹ قرار یافتہ و بحضور معلی القاب فرستادہ شدہ و باز ازین جا رفتہ اگر مصلحت شرکا داخل تقسیم نباشند مستثنیٰ از ملک متصرفہ مذکورہ است افواج نواب معلی القاب و راؤ پنڈت پردھان در ملک ٹیپو داخل شدہ شروع بجنگ و تسخیر خواہند کرد اگر پیش از آن انگریز ملک از ٹیپو خلاص کنانند در آں حصۂ ہر دو سردار نیست۔

دفعہ سیوم۔ بوکلاء ہر سہ شرکا برائے حاضر بودن پیش افواج ہر سہ کہ بر سر این مہم باشند پروانگی شود و نظر برین کہ شرکا را موافقت و اتحاد دلی ہمدیگر ہمیشہ بحال و برقرار ماند قرار یافتہ کہ در صورتے کہ فیما بین دو شریک تکرارے بمیان آید شریک سیوم کفیل باشد کہ فیما بین ہر دو شریک واسطہ شدہ حتی المقدور سعی و کوشش نماید کہ تکرار مذکور از روئے واجبی بر سبیل درستی رفع سازد۔

دفعہ چہارم۔ ہیچ کس از شرکا ہیچ سوال و جواب علیحدہ با ٹیپو نماید بلکہ ہر چہ پیغامے از طرف ٹیپو پیش کسے بیاید آں کس اطلاع بدیگران بدہد و مصالحہ با ٹیپو بے استرضائے ہر سہ شرکا بعمل نیاید۔

دفعہ پنجم اگر ٹیپو بعد مصالحہ بملک قدیم یا جدید از سرکار کمپنی یا سرکار نواب معلی القاب یا سرکار راؤ پنڈت پردھان مصدر خلل و فساد گردد یعنے ہرگاہ ابتدائے خلل و فساد از طرف

ٹیپو باشد ہر یک از شرکا حفاظت و حراست ملک ہمدیگر از اذیت و بدعت او کفیل خواہد بود در خواست اخراجات حفاظت از ہمدیگر نخواہند نمود۔

دفعہ ششم۔ تعلقات مقبوضہ و متصرفہ ہر سہ سرکار و مقبوضہ و متصرفہ رفقا و متوسلان ہر سہ سرکار کہ ہر یک از شرکا بموجب دفعہ صدر کفیل حفاظت تعلقات مذکورہ خواہند بود اسامی آن تعلقات بعد انجام مہم مفصل نوشتہ شود۔

دفعہ ہفتم۔ این عہد نامہ کہ مشتمل بر ہفت دفعات است نواب معلی القاب نزد راؤ پنڈت پردھان و دلاور جنگ نزد مسٹر مالٹ برائے اطلاع ہر دو معزز خواہند فرستاد بعد از آن دو قطعہ مزین بمہر و دستخط نواب معلی القاب پیش گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر فرستادہ شود گورنر جنرل موصوف در عرصۂ چہل و پنج روز یک قطعہ را مہر و دستخط خود کردہ پیش دلاور جنگ بہادر واپس خواہند فرستاد کہ بہادر موصوف تفویض نواب آصفجاہ خواہند نمود و قطعہ دویم را در دفتر کمپنی داخل خواہند کرد و تا رسیدن قطعۂ مہری و دستخطی گورنر جنرل موصوف دلاور جنگ بہادر قطعۂ مہری و دستخطی خود را از نواب معلی القاب واپس خواہند گرفت۔" "

یہ ممکن ہے کہ ایچی سن کو اس عہد نامہ کا کوئی نسخہ نہ ملا ہو اسی لئے وہ اس کو اپنے مجموعہ میں درج نہ کر سکے بغیر اس عہد نامہ کے ۱۷۹۰ء کے اس عہد نامہ کی تکمیل نہیں ہو سکتی جو اس کے بعد ہی اس امر کے لئے طے پایا کہ ملک ٹیپو سلطان پر حملہ کرنے کے لئے منجانب نظام انگریزی فوج کو بنگالہ سے طلب کیا جائے۔ اسی کے دفعہ پنجم میں عہد نامہ مذکورۂ بالا کے دفعہ دوم کا حوالہ ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

"آنچہ غنیمت بدست جمعیت ٹپالن ہائے مذکور آید داخل سرکار بندگانعالی خواہد شد سوائے خزاین و دفاین معتد بہ کہ بموجب دفعہ دویم عہدنامہ میان ہرسہ شرکاء تقسیم خواہد یافت"

اس عہدنامہ سے یہ امر صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ وہی عہدنامہ ہے جس کی دفعہ دوم کا حوالہ ۱۷۹۰ء کے عہدنامہ کی دفعہ پنجم میں درج ہے۔

جنگ میسور ۱۷۹۲ عیسوی ۱۲۰۶ ہجری

ان معاہدوں کی تکمیل کے بعد میسور کی طرف پیش قدمی ہونے لگی اور جنگ کے لئے یہ چھیڑ نکالی کہ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے حلیف راجہ ٹراونکور کے قلعہ کرنگانور[1] پر قبضہ کرلیا تھا۔ راجۂ مذکور کو جب اس قلعہ پر حملہ کی خبر لگی تو انہوں نے مدراس گورنمنٹ سے کمک چاہی لیکن اس گورنمنٹ کی امدادی کوشش غالباً اس جنگ میں کام نہ آسکی۔ آخر انگریزی فوج مدراس سے میجر جنرل میڈوز کے زیر کمان میسور کی طرف بڑھی انگریزوں اور نظام علی خان کے مابین ٹیپو سلطان کے خلاف تقریباً اسی زمانے میں وہ معاہدہ تکمیل پایا جس کا ذکر قبل ازیں کیا گیا ہے اسی معاہدے کے تحت وہ اپنی کثیر فوج کے ساتھ اپنے ممالک کے جنوبی حدود کی جانب روانہ ہوئے۔ دریائے کرشنا کے قریب قلعہ پانگل میں آپ خود قیام گزیں ہوئے اور اپنی فوج کے ایک حصہ کو انگریزی امدادی فوج کے ساتھ ٹیپو سلطان کے مقبوضات پہ حملہ کے لئے روانہ فرمادیا چنانچہ میجر ہیومنگامری اپنی انگریزی فوج کو لیکر اس سرکار عالی کی فوج کے ساتھ قلعہ کپل پر حملہ آور ہوا قلعہ دار محصور ہو کر مقابلہ کرنے لگا۔ یہ محاصرہ اس

---

[1] یہ قلعہ پہلے کوچین کے علاقہ میں تھا جس کو ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۱۷۶ھ م ۱۷۶۳ء میں بشمول قلعہ ایاکوٹہ پرتگیزوں سے حاصل کیا تھا کہا جاتا ہے کہ راجہ ٹراونکور نے اپنے حدود ملک کی حفاظت کے لئے ان ہر دو قلعوں کو ۱۲۰۴ھ م ۱۷۸۹ء میں ڈچ سے خرید لیا تھا جب ٹیپو سلطان نے کوچین کے علاقہ کو اپنے زیر نگیں کرلیا تو انہوں نے ان قلعوں کے حصول کی کوشش کی۔

انگریزی سردار کی ناقابلیت کی وجہ سے چھ مہینے تک جاری رہا آخر ۸ ار اپریل ۱۷۹۱ء (م ۴ ار شعبان ۱۲۰۵ھ) کو اس قلعہ کا قبضہ ملا اس وقت میجر ہیو منگا میری سرکار نظام کی امدادی فوج کی کمان سے علیحدہ اور ان کی جگہ کیپٹن انڈرو ریڈ ان کے قایم مقام ہوئے تھے یہ فتح اسی افسر کی حسن تدبیر کا نتیجہ تھی۔ وہاں سے یہ فوج کڈپہ روانہ ہوئی اور ۱۵ ار ستمبر ۱۷۹۱ء (م ۱۶ ار محرم ۱۲۰۶ھ) کو گورم کنڈہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں کا قلعہ نہایت مستحکم اور بلند پہاڑی پر واقع تھا جب اوایل نومبر (اوایل ربیع الاول) میں لارڈ کورنوالس[۵۱] نے ننڈی ورگ سے قلعہ شکن توپیں روانہ کیں تو کیپٹن ریڈ نے ان سے حملہ کرکے ۶ ار نومبر (م ۹ ار ربیع الاول) کو قلعہ کی بیرونی فصیل کو توڑ دیا اور اس کے بعد اس قلعہ پر قبضہ کرکے سرکار عالی کی افواج کے سپرد کردیا۔ لفٹنٹ کرنل ولسن ہسٹری آف مدراس آرمی کے مولف کا بیان ہے کہ[۵۲] ۲۰ ار نومبر (م ۲۳ ار ربیع الاول) کو ٹیپو سلطان کے سرداروں نے اس قلعہ پر مکرر قبضہ کرلیا اور جس وقت انہوں نے قبضہ کیا ہے انگریزی امدادی فوج سرکار عالی کی فوج کے ساتھ نہیں تھی لیکن ہم کو اس انگریزی فوج کے غیاب کا یقین نہیں ہے اس واسطے کہ سرکار عالی کی فوج اور اس کی امدادی انگریزی فوج لازم و ملزوم تھیں کیپٹن ریڈ یا اس کی فوج کے خدمات اس دوران میں کہیں اور

---

۵۱ مدراس گورنمنٹ کی افواج انگریزی میجر جنرل میڈوز (گورنر مدراس) کے کمان میں والاجاہ آباد پہنچی تھیں کہ ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ میں خود حصہ لینے کے لئے ارل کورنوالس کلکتہ سے مدراس آئے اور میجر جنرل میڈوز کو طلب کرکے ان سے فوج کا جایزہ حاصل کرلیا جس کے بعد آئندہ فوجی پیش قدمی اور حملے ارل کورنوالس ہی کی صوابدید پر منحصر رکھے گئے۔

۵۲ ہسٹری آف مدراس آرمی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲۔

طلب بھی نہیں کی گئی تھیں اگر ایسا ہوتا تو ولسن اس کے وجوہ غیر حاضری کو ضرور بتاتا یا وہ مقام بتاتا جہاں وہ یا اس کی فوج بھیجی یا متعین کی گئی تھی۔ محض عدم موجودگی بتا دینے سے یہ امر قابل تسلیم نہیں ہے کہ اگر انگریزی فوج ہوتی تو اس قلعہ پر ٹیپو سلطان کا قبضہ نہ ہو سکتا بہر حال اس قلعہ پر ۲۵ ر ڈسمبر ۱۷۹۱ء (م ۲۸ ربیع الثانی ۱۲۰۶ھ) کو مکرر قبضہ حاصل کر لیا گیا۔

ٹیپو سلطان نے جب دیکھا کہ ان کے علاقہ میں چار طرف سے حملہ کیا جا رہا ہے تو مجبوراً ان کو دایرہ جنگ تنگ کرنا پڑا تا کہ اپنی مجموعی قوت کو ایک جگہ کر کے ہر مقابلہ کا جواب دیا جا سکے۔ چنانچہ وہ لڑتے لڑتے ہٹتے ہوئے اپنے دار السلطنت سرینگ پٹن پہنچ گئے اور اس کے اطراف کے ایک سو اٹھائیس دمدمے اور بتریوں پر اپنی افواج کو تقسیم کر دیا جب ارل کورنوالس بڑھتے ہوئے سرینگ پٹن سے قریب پہنچے تو برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا اور سامان رسد کی کمی اور بدقت فراہمی سے فاقہ کشی کی نوبت آ رہی تھی اور حملہ میں تیزی کر کے لارڈ صاحب جنگ کو ختم کر نہیں سکتے تھے کہ مقابلہ بھاری تھا۔ اور ان کو اپنے ایک حلیف ہری پنت (سردار مرہٹہ فوج) کا انتظار تھا کیونکہ پیشوا کی فوج انہیں کے تحت انگریزوں کی مدد پر آ رہی تھی اور یہ خبر نہیں تھی کہ وہ کدھر ہے اور کب تک آ سکے گی اس لئے کورنوالس نے اپنی فوج کو بنگلور واپس ہونے کا حکم دیدیا۔ انگریزی فوج کے بنگلور واپس ہونے کی اطلاع ملتے ہی نظام علی خان نے اپنی سابقہ فوج کی کمک کے لئے میر عالم کو مزید فوج کے ساتھ بھیجا اور ان کے بعد ۷ ر صفر ۱۲۰۶ھ (م ۶ ر اکٹوبر ۱۷۹۱ء) کو اپنے صاحبزادے سکندر جاہ کو بھی روانہ فرمایا جن کی رکاب میں اعظم الامرا اور دوسرے

امیر بھی اپنی اپنی فوج کے ساتھ تھے وہ ۲۵ ؍جنوری ۱۷۹۲ء (م ۳۰ ؍جمادی الاول ۱۲۰۶ھ) کو مقام ماگیری پر لارڈ کورنوالس سے ملے۔ ختم بارش پر ارل کورنوالس کی فوج سرکار نظام کی سابقہ فوج کے ساتھ بنگلور سے نکل کر آگے بڑھی اور ۱۱ ؍جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ (م ۵ ؍فروری ۱۷۹۲ء) کو سرینگ پٹن کے مقابل پہنچی ۔سرکار عالی کی فوج سرینگ پٹن سے چار کوس پر ایک نالے کے کنارے اتری جہاں سے داہنی جانب موتی تالاب تقریباً دو میل تھا۔ ۱۱ ؍جمادی الثانی کی شب میں ہی ٹیپو سلطان نے فوج طلایہ پر چھاپہ مارا لیکن انگریزی فوج کی بیداری وہوشیاری سے کوئی زیادہ نقصان نہ پہنچا۔ ۱۲ ؍جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ (م ۶ ؍فیوری ۱۷۹۲ء) کو انگریزی فوج نے ٹیپو سلطان کے دمدموں پر شبخون مارا ٹیپو سلطان نے قلعہ سرینگ پٹن سے آٹھ ہزار گولے برسائے لیکن سب بے سود ثابت ہوئے۔ تمام تبریوں اور دمدموں پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔

اب سرینگ پٹن کے محاصرے کی تدبیریں ہونے لگیں لفٹنٹ چامرس اور ناشس کو (جنہیں دوران جنگ میں اسیر کر لیا گیا تھا) ٹیپو سلطان نے ۸ ؍فروری ۱۷۹۲ء (م ۱۴ ؍جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ) کو رہا کر کے ان کے ذریعے ایک خط موسومہ ارل کورنوالس روانہ کیا جس میں انہوں نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی تھی لیکن اس خط پر کوئی توجہ کرنے کے عوض یہ تصور کر لیا گیا کہ مصالحت کے حیلے میں ٹیپو سلطان اپنے حالات درست کرنے کے لئے وقت نکالنا چاہتے ہیں اور اسی لئے سرینگ پٹن کے محاصرہ کے لئے پیش قدمی ہونے لگی۔ حالانکہ اسی تاریخ ٹیپو سلطان نے اپنی تمام تبریاں جو دریائے کاویری کے پار تھیں

لہ ہسٹری آف بنگال آرٹلری جلد اول صفحہ ۱۸۷

خالی کردی تھیں۔ اس کے بعد بھی تقریباً دو ہفتے جانبین سے مقابلے ہوتے رہے۔

۲۲ ؍ فبروری (م ۲۸ ؍ جمادی الثانی) کو ٹیپو سلطان نے علاقہ بمبئی کی انگریزی فوج پر ایک پُر زور حملہ کیا جو شام تک برابر جاری رہا جس میں طرفین سے بہت سارے کام آئے اسی تاریخ پھر ٹیپو سلطان کی طرف سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوئی اور ابتدائی شرائط صلح تجویز کر کے ارل کورنوالس نے ان کے پاس روانہ کئے جس کے یہ پانچ شرائط تھے

(۱) ٹیپو سلطان کے مقبوضات کا نصف حصہ متحدین کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) تین کرور تیس لاکھ روپے متحدین کو دیئے جائیں جن میں سے ایک کرور پینتیس لاکھ روپے فوراً ادا کر دیئے جائیں اور باقی مساوی اقساط میں جس میں سے ہر ایک چار چار مہینے سے زیادہ میعاد پر نہ پہنچے۔

(۳) ہر فریق صلح کی وہ رعایا جو حیدر علی خان کے زمانے سے دوسرے کے پاس اسیر و محبوس ہے رہا کر دیجائے۔

(۴) تا تکمیل و تعمیل شرائط مذکورہ ٹیپو سلطان کے دولڑکے بطور یرغمال متحدین کے پاس رہیں اور جب وہ متحدین کے پاس آجائیں تو جنگ موقوف ہوگی۔

(۵) جب ان شرائط مذکورہ کا اقرار نامہ ٹیپو سلطان کی مہر و دستخط سے آجائے تو ایک ایک نقل متحدین ثلثہ کے پاس سے تکمیل کرا کے بھیجدیجائیگی اور بعد موقوفی جنگ ایک عہد نامہ اتحاد حسب تجویز فریقین تکمیل کیاجائے گا۔

اس عہد نامہ کے بموجب ٹیپو سلطان نے اپنے فرزندوں (عبدالخالق و معزالدین) کو

انگریزی کیمپ میں روانہ کیا جس کے بعد ادائی رقم نقد اور ممالک مفوض شدنی کے مجموعی خرچ کی تفصیل میں پندرہ سولہ روز کا توقف ہوا۔ ممالک کے جمع کامل کے صحیح افراد تیار کرنا وقت طلب تھا اس لئے اس میں تاخیر کا امکان بھی تھا لیکن نقد رقم کی ادائی میں جو توقف ہوا اس کے خاص اسباب معلوم ہوتے ہیں پہلے تو یہ کہ عہدنامہ[۱] مذکور میں رقم ادا شدنی جملہ تین کرور تیس لاکھ بتائی گئی اور تفصیل ادائی جو اُسی کے ساتھ بتائی گئی ہے اس سے اس کی جملہ میزان صرف تین کرور آتی ہے۔ اور صاحب توزک آصفیہ نے فوری ادائی کی رقم ایک کرور پچاس[۲] لاکھ بتائی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس رقم کی ادائی میں جو کچھ سونا اور اشرفیاں ٹیپو سلطان نے ادا کیں اس میں نرخ کا اضافہ کرکے مجموعی رقم دو کرور شمار کیا جس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا یہ ممکن ہے کہ ٹیپو سلطان نرخ میں اضافہ بتا کر زیادہ رقم کی ادائی کا ادعا کرتے ہوں لیکن عہدنامہ ابتدائی میں رقم کے لکھنے میں غالباً ایلچیان سے تسامح ہو گیا ہے اسی وجہ سے طباعت میں بھی غلطی ہو گئی ہے جس کی اصلاح بعد میں نہ ہوئی اس کو ہم جامع عہدنامجات کا تسامح اس وجہ سے تصور کرتے ہیں کہ خود ریاست میسور کی تاریخ نشان حیدری میں بھی اس رقم کی مقدار تین کرور بتائی گئی ہے اور اسی قدر رقم[۳] کے محاصلی مقبوضات کے تفویض کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

[۱] مجموعہ عہدنامہ جات جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۳۲

[۲] توزک آصفیہ صفحہ ۱۵۴

[۳] نشان حیدری صفحہ ۳۶۵

بہرحال عہدنامہ ابتدائی کے بعد ۱۸؍مارچ ۱۷۹۲ء (م ۲۴؍رجب ۱۲۰۶ھ) کو معاہدہ آخر تکمیل پایا جس کی رو سے بقیہ امور کا تصفیہ ہوا اور اسی کی رو سے ان مواضعات کی قرارداد ہوئی جنکو ٹیپو سلطان نے اپنے قبضہ سے علیحدہ کرکے متحدین کے سپرد کیا تھا اور ہر ایک فریق اتحاد کے حصہ میں اس کے حدود کے متصلہ مواضع آئے چنانچہ نظام علیخان کے حصہ میں کڑپہ، تاڑپتری، تارمری، بلاری وغیرہ آئے جن کا مجموعی محاصل تیرہ لاکھ سولہ ہزار چھ سو چھپتّہ پگوڈا سالانہ تھا۔

اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد سکندرجاہ ۲؍شعبان ۱۲۰۶ھ (م ۲۶؍مارچ ۱۷۹۲ء) کو سرینگ پٹن سے واپس ہوئے اور اسی روز ارل کورنوالس بھی لوٹے راستہ میں کچھ دور ہمراہ رہے سکندرجاہ نے ارل صاحب مذکور و دیگر انگریز عہدہ داران کی دعوت بھی کی۔ اس دوران میں یہ اطلاع ملی کہ نظام علی خان پانگل میں مرض استسقا سے علیل ہوگئے جس کی وجہ سے حضور حیدرآباد واپس ہوئے۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی سکندرجاہ و اعظم الامرا منازل جلد جلد طے کرتے ہوئے بندگانعالی کے پہنچنے کے دوسرے ہی روز ۱۲؍رمضان ۱۲۰۶ھ (م ۴؍مئی ۱۷۹۲ء) کو حیدرآباد پہنچے اور فتح کی نذریں پیش کیں۔

جنگ کھڑلہ

کھڑلہ کی جنگ کے اسباب | تقریباً دس سال سے نظام علی خان نے پیشوا کو چوتھ اور سردیسمکھی کی رقم ادا نہیں کی تھی پیشوا نے اس کی ادائی کی نسبت توجہ دلانے کی غرض سے ۱۷۹۱ء (م ۱۲۰۶ھ) میں گوبند راؤ کالے اور گوبند راؤ پنگلے کو وکالتہً بھیجا نظام علی خان نے اس مطالبے کے جواب میں اپنے چونتیس مطالبات مرہٹہ ریاست پر قائم کر دیئے۔ جن میں اُن رقوم کی بابت بھی مطالبے تھے جو مرہٹوں نے ناجائز طور پر نظام علی خان کے علاقے سے حاصل کرلی تھیں۔ اور ان کے علاوہ اُن علاقوں کا محاصل بھی تھا جن پر وہ بلا استحقاق قابض و متصرف ہو گئے تھے اور انہیں مطالبات میں اُن نقصانات کا معاوضہ بھی تھا جو اُن کے زیر اثر پنڈاریوں کے حملوں سے نظام علی خان کے مقبوضات میں پہنچے تھے ان مطالبات کے جواب میں ناناؔ فرنویس نے اٹھائیس دلایل کے تحت اپنے مطالبات کا وجوب ثابت کیا جن میں سے بعض کو نظام علی خان نے تسلیم کیا اور بعض کو رد کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا کہ جنگ میسور کے اختتام کے بعد ہی تصفیۂ معاملہ کے لئے کسی شخص کو مقرر کر دیں گے اور غالباً اس موقع پر ان کا خیال تھا کہ وہ اس کے تصفیہ کے لئے انگریزوں کو ثالث بنائیں گے۔

مرہٹوں کے مقابلہ میں انگریزوں کا نظام کی مدد سے انکار | ارل کورنوالس نے میسور کی جنگ کے بعد ہی

نظام علیخان اور پیشوا وغیرہ کے ساتھ ایک معاہدہ بنام ٹریٹی آف گارنٹی (عہدنامہ کفالت) تجویز کر کے اپنی اعلیٰ گورنمنٹ میں پیش کیا جس کی رو سے بوقت ضرورت ہر ایک فریق کی مدد دوسرے کو لازم آتی۔ اس موقع پر گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ کسی جنگ میں جو آیندہ کبھی کسی ریاست سے ہو فوجی امداد کے لئے انگریزی کمپنی سے معاہدہ کرنے کے لئے نظام علی خان نے کوشش کی۔[۱] لیکن ہم ڈف کے اس بیان سے اس وجہ سے متفق نہیں ہیں کہ ۱۱۸۱ھ (م ۱۷۶۸ء) کے معاہدہ کی چھٹی شرط کی رو سے انگریزی کمپنی کے لئے جنگ کے وقت نظام علی خان کی فوجی مدد کرنا لازم تھا کیونکہ اس کی تنسیخ یا تبدیل کسی عہدنامہ مابعد سے نہیں ہوئی تھی۔

نظام علی خان کے خلاف راجہ سندھیا کی ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی

جب مرہٹہ سرداروں کو یہ اطلاع ملی کہ نظام علی خان انگریزی کمپنی کو ثالث بنانے یا ان سے تائید حاصل کرنے والے ہیں تو اُن میں سے راجہ سندھیہ نے بندگانعالی کے خلاف ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی شروع کی۔ ٹیپو سلطان بہت خوشی سے اور بہت جلد ان کے ساتھ متفق ہو جاتے لیکن اس وقت اُن کی حالت نازک تھی ایک تو اس وجہ سے کہ حال ہی میں وہ اپنے اخراجات جنگ کو برداشت کرنیکے علاوہ صلح میں بھی ایک معقول رقم ادا کر کے بہت زیر بار ہو گئے تھے اور اپنے ملک کا نصف حصہ کھو چکے تھے اور دوسرے یہ کہ ابھی ان کے لڑکے (جو تعمیل عہدنامہ کے تحت انگریزی کمپنی کے حفظ و امان میں تھے) انگریزوں کے پاس سے واپس نہیں ہوئے تھے۔ ان وجوہ سے ٹیپو سلطان کو مرہٹوں کے ساتھ متفق ہونے میں تامل تھا۔

---

[۱] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد ۲ صفحہ ۲۳۹

نظام علی خان کی مدد سے انگریزوں کے انکار کی وجہ

جب انگریزوں کو اس کا علم ہوا کہ مرہٹہ سردار ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی کر رہے ہیں تو انہوں نے نظام علی خان سے کنارہ کشی کر لی جس سے یہ غرض تھی کہ دکن کے دیسی رؤسا میں سے ٹیپو سلطان تو کمزور ہو چکے تھے اب پیشوا اور نظام علی خان باقی رہے تھے اور دونوں میں باہمی مطالبات کی بنا پر یہ گمان تھا کہ کوئی جنگ ضرور ہو گی جس میں کسی ایک فریق کا دوسرے پر غالب آجانا اور فریق مغلوب کا کمزور ہو جانا اور ہر ایک فریق کا زیر بار ہونا متیقن تھا جس کے بعد کمزور فریق کی حمایت میں معقول طور پر جلب منفعت کی توقع تھی۔ آخر سر جان شور نے بہ حیثیت گورنر جنرل نظام علی خان اور پیشوا کے معاملات میں مداخلت کرنے سے صراحتاً انکار کر دیا۔ سر جان شور کے جواب صاف سے قبل ہی میر عالم کو نظام علی خان نے سفیر بنا کر پونہ روانہ کیا تھا تاکہ مناسب طریقے سے پیش پا افتادہ معاملہ کا تصفیہ کریں اور اس تصفیہ میں اپنے شناسائیوں اور ملاقات کو کام میں لا کر وہاں کے انگریزی رزیڈنٹ مسٹر مالٹ وغیرہ سے بھی تائید حاصل کر لیں لیکن شدنی یہ تھی کہ باہمی جنگ ہو جس کے لئے اسباب بھی ایسے ہی پیدا ہو رہے تھے جب سر جان شور کی طرف سے جواب صاف مل گیا تو مرہٹوں کو اپنے مطالبات میں استبداد اور مبادرت کا موقع ملا چنانچہ ان کے وکلاء نے بر سر دربار نظام علی خان سے تصفیۂ مطالبات کا تقاضا کیا جس پر مدار المہام وقت ارسطو جاہ نے بری طرح تند کلامی کی اور وکلاء کو جنگ کا الٹی میٹم دے دیا۔

اب فوج کی فراہمی کی ضرورت تھی انگریزی کمپنی نے اپنی تائید سے تو معذرت کر لی تھی

اس لئے نظام علی خان نے اپنی فرانسیسی تعلیم یافتہ فوج میں (جو ۱۷۸۶ء سے موسیٰ ریموں کی کمان میں تھی) اضافہ کیا۔ یہ فوج جنگ ٹیپو سلطان کے زمانہ سے پانچ ہزار سپاہیوں پر معہ عہدہ داران مشتمل تھی اب اس کی تعداد دس ہزار تک بڑھادی گئی۔ اور حسب بیان گلزار آصفیہ ارسطوجاہ نے معقول رقم کے لالچ پر مہادوجی سندھیہ[۱] کو اپنے ساتھ متحد کرلیا جو اس زمانہ میں شاہجہاں آباد میں مقیم تھے۔ جب بندگانعالی کو یہ اطلاع ملی کہ مہادوجی سندھیہ اپنے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کی خاطر ہندوستان سے دکن آرہے ہیں تو وہ بھی ۲۷ شعبان ۱۲۰۵ھ (م ۳۰ مارچ ۱۷۹۴ء) کو جنگ کے لئے حیدرآباد سے نکلے اور ۱۱ رمضان ۱۲۰۵ھ (م ۱۲ اپریل ۱۷۹۴ء) کو بیدر پہنچے۔ یہاں یہ اطلاع ملی کہ مہادوجی سندھیہ کا انتقال ہوگیا جس سے خود بندگانعالی کو اور ان کے ساتھ ارسطوجاہ کو بھی پیش پا افتادہ مہم کی نسبت فکر و تردد لاحق ہوا۔ ارسطوجاہ نے مہادوجی سندھیہ کے فرزند دولت راؤ سندھیہ کو اس کے باپ کی مراسلت کا اظہار کرکے اپنے ساتھ متحد کرلینا چاہا لیکن نانا پھڑنویس کی تیزی اور چالاکی سے وہ ان کے ساتھ متفق ہو سکا آخر وہاں سے تمام لشکر کے ساتھ ۱۱ جمادی الاول[۲] ۱۲۰۹ھ (م ۴ ڈسمبر ۱۷۹۴ء) کو نکل کر پونہ کی سمت دریائے مانجرا کے کنارے کنارے بڑھنے لگے۔ پیشوا پونہ سے جنوری ۱۷۹۵ء (م رجب ۱۲۰۹ھ) میں نکلے ان کے ساتھ جملہ فوج ایک لاکھ تیس ہزار تھی

---

[۱] گلزار آصفیہ صفحہ (۸۴)

[۲] صاحب گلزار آصفیہ بیدر سے نکلنے کی تاریخ ۱۳ شعبان ۱۲۰۹ھ بتاتا ہے جو قرین قیاس نہیں ہے۔

مختلف مرہٹہ سرداروں میں سے دولت راؤ سندھیہ کی فوج کا بڑا حصہ باقاعدہ فوج پر مشتمل تھا۔ پنڈاری قزاق علیحدہ تھے جو صرف فریق مقابل کے مقدمہ پر چھاپے مارنے کے لئے معین کئے گئے تھے۔ مرہٹہ سردار جدا جدا رستہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی کے حدود میں داخل ہونے لگے۔ اور ایک لاکھ دس ہزار سوار معہ ڈیڑھ سو ضرب توپ کے راست نظام علی خان کے مقابلے میں بڑھے۔

جنگ کی تفصیل | صاحب حدیقۃ العالم کا بیان ہے کہ[1] ۲۵ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ (م ۱۸ دسمبر ۱۷۹۴ء) کو پنڈاریوں کے سوار سرکار عالی کی فوج سے قریب آگئے اور اطراف میں لوٹ مار مچادی۔ ۱۰ شعبان ۱۲۰۹ھ (م ۲ مارچ ۱۷۹۵ء) کو بندگانعالی کی فوج نے کوہ موہیری کے گھاٹ کو عبور کرکے پائین گھاٹ کی ندی پر قبضہ کرلیا۔ ۱۹ شعبان کو مرہٹہ فوج سے مقابلہ ہوا جس میں مرہٹہ سردار پرسرام بھاؤ زخمی ہوا۔ اور قریب تھا کہ مرہٹہ فوج کے قدم اکھڑ جاتے لیکن عین وقت پر تازہ کمک مرہٹہ فوج کو مل گئی اور نظام علیخان کی حملہ کن فوج کو کمک نہیں پہنچی جس سے سرکار عالی کی افواج کو ہٹ آنا پڑا جس کے بعد مغرب تک مقابلے ہوتے رہے۔ آخر بعد مغرب نظام علی خان معرکہ جنگ سے برخواست کرکے قلعہ کھرلہ[2] میں (جو قریب ہی واقع تھا) اقامت گزیں ہوئے۔ گرانٹ ڈفنے

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ (۸-۹)

[2] یہ احمد نگر کے جنوب مشرق میں ۵۶ میل پر ایک موضع ہے جو عرصہ سے مرہٹہ خاندان نمبالکر کے تصرف میں تھا موضع مذکور کے جنوب مشرق میں اس کا قلعہ واقع ہے جسے نمبالکر ہی کے خاندان میں سے کسی نے ۱۷۴۵ء (م ۱۱۵۸ھ) میں تعمیر کرایا تھا۔

تفصیل جنگ اس طرح بتائی ہے کہ پیشوا[1] کی فوج کوہ موہیری پر اتر آئی جس کے بعد ہری پنت کے فرزند بابا راؤ نے نظام علی خان کی فوج پر اس وقت حملہ کیا جب کہ وہ گھاٹ سے اتر رہی تھی لیکن وہ نقصان اٹھا کر پسپا ہوا جس کی خوشی میں نظام علی خان نے اسی شب دربار کیا اور فتح کی نذریں لیں۔ اس واقعہ کے دوسرے روز جب بندگانعالی کی افواج کھرڈلے سے پورندیہ کی طرف بڑھنے لگیں تو اُن کی داہنی طرف سے مرہٹہ فوج نے حملہ کر دیا جس پر نظام علی خان نے اپنے ہاتھی کو روک لیا اور فوراً اسد علی خان کے رسالے کو ریموں کی باقاعدہ سترہ ہزار کی فوج کے ساتھ مرہٹہ افواج پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ پرسرام بھاؤ اس فوج کا مقابل ہوا۔ اس موقع پر مرہٹہ فوج کی ترتیب نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگی۔

نقشہ صفوف افواج مرہٹہ در جنگ کھرڈلہ

سنہ ۱۲۰۹ھ م سنہ ۱۷۹۵ء

میسرہ	قلب	میمنہ
دولت راؤ سندھیہ	پرسرام بھاؤ پیشوا سوائی مادھوراؤ ہولکر	راگھوجی بھونسلہ

پرسرام بھاؤ مقابلے میں کچھ ہی آگے بڑھا تھا کہ لال خان بلوچی کے تحت پٹھانوں کی ایک ٹکڑی اس پر حملہ آور ہوئی اور بہت سارے مرہٹوں کو کاٹتے ہوئے پرسرام تک

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد (۲) صفحہ (۲۴۷)

پہنچ گئی۔ اور خود لال خاں نے پرسرام بھاؤ کو اپنے ہاتھ سے گھوڑے سے نیچے کھینچ کر زخمی کر دیا
لیکن قبل اس کے کہ اس کا کام تمام کرے بھاؤ کے لڑکے نے آگے بڑھ کر لال خاں
پر وار کیا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد بھی پٹھان جماعت پسپا نہ ہوئی بلکہ
آگے بڑھی گئی۔ اور اپنی زد و برد سے غنیم کی فوج میں ایک تھلکہ ڈال دیا اس پٹھان جماعت
کی کمک پر الف خاں نواب کرنول اور صلابت خاں فرزند اسمٰعیل خاں پنی تھے۔ مرہٹہ
فوج بھاگنے لگی اور بابا راؤ پھڑکیہ بھی بھاگنے ہی کو تھا کہ جو با بخشی نے اُسے برا بھلا کہہ کر
روکا عین ایسے موقع میں جبکہ نظام علی خاں کی فرانسیسی فوج موسیٰ ریموں کے تحت اپنی
مقابل فوج سے لڑنے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی رگھوجی بھونسلہ نے بان چھوڑے اور
ٹھیک اسی وقت مرہٹہ سردار موسیٰ پیروں نے پینتیس[۳۵] ضرب توپ ایک دم داغے
جس پر اسد علی خاں کا رسالہ منہزم ہو کر لوٹا البتہ موسیٰ ریموں اپنی پیدل فوج کو لیکر مقابلے
پر اڑا رہا اس عرصہ میں نظام علی خاں کھڑلہ واپس ہو چکے تھے۔ شام تک موسیٰ ریموں اپنی
فوج سے مقابلہ کرتا رہا آخر پاس ہی کی ندی کی گزرگاہ میں اپنی فوج کے ساتھ پڑا رہا لیکن
کچھ رات گزرنے کے بعد جب مرہٹہ فوج طلایہ کا ادھر گزر ہوا تو اس نے صرف رفع شبہ
کے لئے بندوقیں فیر کیں جس پر موسیٰ ریموں کی فوج نے بے ترتیبی سے بندوقیں چھوڑیں
جس سے خود اسی فوج میں ایک جو اس باختگی پیدا ہو گئی بندوقوں کی تا بڑ توڑ آواز نظام علیخاں
کے پڑاؤ تک پہنچی تو خیال ہوا کہ مرہٹہ فوج رات میں بڑھی آرہی ہے اس لئے بندگانعالی
اپنے مقام سے اٹھ کر قلعہ کھڑلہ میں قیام گزیں ہوئے جب صبح ہوئی تو مرہٹوں نے دیکھا کہ

میدان میں توپ اور بندوق اور سامان وغیرہ ایسا ہی پڑا ہوا ہے جیسا کہ کسی فوج کی ہزیمت میں ہوا کرتا ہے اور جاسوسوں کے ذریعے یہ پرچا لگا کہ خود نظام علی خان بھی قلعہ کھڑلہ میں متحصن ہو گئے ہیں۔ اور ان کے پاس بہ مشکل تمام فوج کا دسواں حصہ باقی رہا ہے۔ معاً مرہٹہ فوج قلعہ کے قریب تک بڑھ آئی اور گولہ اندازی شروع کر دی جو دو روز تک جاری رہی آخر نظام علی خان کو صلح کی سلسلہ جنبانی کرنی پڑی۔

کھڑلے کی جنگ میں نظام علیخاں کی شکست کا سبب۔

صاحب گلزار آصفیہ اس شکست کی توجیہہ یہ بیان کرتا ہے کہ[1] ارسطو جاہ کی مخالفت وعداوت میں بعض سرکار عالی کے نمک حرام عہدہ داروں نے تھوڑی سی رقم کے لالچ پر مرہٹہ سرداروں سے ساخت باخت کر لی جس سے نظام علی خان کو کامیابی نہ ہو سکی۔ اس کی تائید و تصدیق اُس بیان سے بھی ہوتی ہے جو ارسطو جاہ اور نانا پھڑنویس کے مابین ہوا جب کہ ارسطو جاہ تحت صلح نامہ مرہٹوں کے اسیر کی حیثیت سے اس کے پاس پہنچے تھے چنانچہ سب سے پہلے نانا فرنویس نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ

"نواب صاحب۔ ہمارے سات لاکھ روپیوں نے جو کام کیا ہے آپ کے ایک کروڑ روپے نے نہیں کیا۔"

اس جملہ سے صاف ظاہر ہے کہ مہادیو جی سندھیہ کو فراہم کرنے میں ارسطو جاہ نے ایک کروڑ روپیہ صرف کیا تھا اور اسی لالچ یا اثر کے تحت وہ اپنے ہم قوموں کے خلاف

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ (۸۴)

نظام علی خان کے ساتھ شریک جنگ ہونے کے لئے ہندوستان سے دکن آرہے تھے اور برخلاف اس کے ناناپھڑنویس نے صرف ساٹھ لاکھ روپے کے صرفہ سے عہدہ داران سرکار عالی کو اپنا کرلیا تھا جن کی نمک حرامی سے اس جنگ میں نظام علی خان کو ناکامی ہوئی

صلح نامۂ کھرڈلہ کے شرائط

محاصرے کے تیسرے روز صلح کی سلسلہ جنبانی ہوئی اور کشن راؤ بلاّل پنڈت پردھان کے وکیل کی حیثیت سے شرائط صلح لیکر آیا جو حسب ذیل تھے۔

(۱) نظام علی خان اپنے مدارالمہام ارسطوجاہ کو مرہٹوں کے حوالے کردیں۔

(۲) وہ تمام حصۂ ملک جو دریائے تاپتی سے لیکر جنوب میں پورندیہ کے حدود تک ہے مرہٹوں کے تفویض کردیں۔

(۳) قلعہ دولت آباد اور وہ علاقہ بھی جس پر سداشیوراؤ بھاؤ نے سنہ ۱۷۶۰ عیسوی (م سنہ ۱۱۷۴ ہجری) میں قبضہ کیا تھا دے دیں۔

(۴) بقایا، چوتھ اور اخراجات جنگ کی بابت جملہ تین کروڑ روپیہ ادا کریں۔

(۵) گنگا کی متصل علاقہ بھونسلہ سے ساڑھے تین لاکھ محاصل کا علاقہ سپرد کردیں

(۶) رگھوجی بھونسلہ کو انتیس لاکھ روپیہ ادا کریں جو نظام علی خان کے ذمہ واجب الادا تھا

(۷) ان تمام شرائط کی ایفاء کے بعد نظام علی خان حسب عملدرآمد قدیم برار کے محاصل کے (نابحد حصہ مقررہ) وصول کرنے کے مقتدر رہیں گے۔

اس صلحنامہ کی تکمیل ۹ رمضان سنہ ۱۲۰۹ھ (م ۳۰ مارچ سنہ ۱۷۹۵ء) کو ہوئی۔ ۱۲ رمضان سنہ ۱۲۰۹ ہجری (م ۲ اپریل سنہ ۱۷۹۵ء) کو نظام علیخاں وہاں سے نکلکر، شوال سنہ ۱۲۰۹ ہجری م ۲۷ اپریل سنہ ۱۷۹۵ء کو حیدرآباد پہنچے

انگریزی فوج کی برطرفی

انگریزوں سے نظام علی خان کی ناراضی

نظام علی خان کھڑلہ کی جنگ میں انگریزوں کے انکار اعانت سے ناراض ہو گئے تھے ان کی ناراضی بجا اس واسطے تھی کہ کمپنی سے اب تک جتنے معاہدے ہوئے تھے اس میں یہ شرط ضرور تھی کہ وہ فوجی مدد دیں گے چنانچہ سنہ ۱۱۸۱ ہجری م ۱۷۶۶ء کے عہد نامہ میں بعوض پانچوں سرکاران شمالی کے قبضے کے انگریزی کمپنی نے وعدہ کیا تھا کہ ایک دستہ فوج نظام کے صحیح و واجب معاملات کے تصفیے کے لئے حسب ضرورت مستعد و آمادہ رکھے گی اور جس سال نظام کو ضرورت نہ ہو تو اس سال صرف تین سرکاران (راجمندری ایلور مصطفےٰ نگر) کی بابت پانچ لاکھ روپے بطور پیشکش دیگی۔ لارڈ کورنوالس نے جو خط سنہ ۱۲۰۲ ہجری م ۱۷۸۸ء میں بتصریح عہد نامہ مذکور لکھا ہے اس میں بھی اس عہد نامہ کی توثیق کی ہے تنسیخ نہیں کی اور سنہ ۱۲۰۴ ہجری م ۱۷۸۹ء کے معاہدہ پانگل میں بھی اس کی کوئی صریحی تنسیخ نہیں ہوئی تھی اور سرکاران شمالی بدستور انگریزی کمپنی کے قبضہ و تصرف میں تھے۔ پس اس عہد نامہ کی رو سے انگریزی کمپنی کو چاہیئے تھا کہ اگر اپنی طرف سے کسی فوجی مدد کا دینا مناسب تصور نہ کرتی تھی تو سرکار نظام کی ملازم انگریزی فوج ہی کو ان کے مطالبہ پر دے دینی اور اگر اس کو بھی دینا نہیں چاہتی تھی تو اس عہد نامہ کے دفعہ سیوم کے اعتبار سے جو اوراق گزشتہ میں (از صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۵) درج ہے اس کو چاہیئے تھا کہ مرہٹوں اور نظام کے درمیان

دخیل ہوکر بیچ بچاؤ کردیتی لیکن یہ مداخلت ان کے جدید قرار دادہ اصول کے خلاف تھی اگر اُن پر کار بند نہ ہوتی تو کمپنی کی بدنامی کا ایک سبب تھا۔ اسی لئے کمپنی نے اس معاہدہ سے قطع نظر کر کے عدم مداخلت یا غیر جانب داری اختیار کر لی اور نظام علی خان کو جواب صاف دیدیا۔ اور جب کھرڈے کی جنگ میں ان کو شکست ہوگئی تو وہ کمپنی کے نقض عہد سے اور زیادہ بُردل ہوگئے۔ اور انگریزی فوج کو برطرف کر کے اپنے پاس سے کمپنی کے علاقہ میں واپس چلے جانے کا حکم صادر فرمایا اور موسیٰ ریموں کے تحت فرانسیسی فوج میں اضافہ کی نسبت احکام دیئے۔ اور اس کی تنخواہ میں ریاست کا ایک مرکزی علاقہ (میدک) بطور تعہد موسیٰ ریموں کو دیدیا گیا تھا جس کے لئے ایک زمانہ میں موسیٰ یوسی بہت متوقع تھا اس برطرفی اور فرانسیسی فوج میں اضافہ کی اطلاع جب عہدہ داران کمپنی کو ملی تو ان کے رزیڈنٹ ولیم کرک پیاٹرک المخاطب بہ شوکت جنگ نے اس خیال سے کہ یہ قوم ریاست حیدرآباد میں قوت نہ پکڑے۔ ذریعۂ مراسلہ[1] مورخہ ۲۹ ہر ڈسمبر ۱۷۹۵ء (م ۱۷ ہر جمادی الثانی ۱۲۱۰ھ) میر عالم کو (جو انگریزی رزیڈنٹ اور مدار المہام سرکار عالی کے مابین وکیل تھے) لکھا کہ یہ قباحت سے خالی نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ انگریزی اور فرانسیسی قوموں کے درمیان محض خیر خواہی عامۂ رئیسان و فواید عموم خلایق کی بنا پر نزاع و نفاق پھیلا ہوا ہے اس قوم کو اس طرح ترقی و اقتدار دینا آئین اتحاد انگریزی کے منافی ہے اور اس سے کوتاہ بینوں کے خیال میں بعض امور کے احتمالات کا امکان ہے۔ اسی زمانے میں اس فرانسیسی فوج کے

---

[1] نقل خط کے لئے ملاحظہ ہو "میر عالم" صفحہ (۵۰)

ایک حصہ کو سرکار عالی کی طرف سے کڑپہ اور کھم میں متعین کیا گیا تھا تاکہ اس فوج کے ذریعے ان مخالفین کا سدباب ہوسکے جو اس سمت سے ممالک محروسہ سرکار عالی پر دست درازی کریں چونکہ یہ تعلقے انگریزی کمپنی کے حدود سے متصل تھے اس لئے لارڈ کورنوالس کو شبہ ہوا کہ یہ کوئی جارحانہ کارروائی ہے چنانچہ اس کا اظہار ان کی یادداشت مورخہ ۱۵ جون ۱۷۹۵ء سے ہوتا ہے جو یہ ہے ۔

"یہ کارروائی ناجائز نہیں بھی تو شبہ انگیز ضرور ہے موسیٰ ریموں کی فوج کو وہاں سے واپس بلا لینے کے لئے نظام کو مایل کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے"۔

یہی نہیں بلکہ کھم میں ایک اور حصہ فوج روانہ کرکے سابقہ متعینہ فوج میں اضافہ کرنے کے لئے کمپنی سے پروانہ راہداری بھی طلب کیا گیا تاکہ نئی پہنچنے والی فوج حدود کمپنی میں سے آسانی کے ساتھ مقام متعینہ پر پہنچ سکے جس کے جواب میں کئی وجوہ کی بناء پر انگریزی ریذیڈنٹ نے اجراء پروانہ سے انکار کردیا ۔

جب انگریزی فوج کی برطرفی کا فرمان بغرض تعمیل میر عالم کے پاس پہنچا تو انہوں نے بہ حیثیت وکیل اس حکم پر نظر ثانی کے لئے معروضہ کیا کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے کیونکہ انگریزوں کے ساتھ سعی بلیغ اور حسن تدبیر سے اتحاد پیدا کرکے ان کی فوج کو ملازم کرلیا گیا ہے اور اسی سے ہماری ریاست کا استحکام اور سطوت و صولت قایم ہے اس حکم سے بندگا نعالی کا رعب و داب ان کے دلوں سے اور ریاست کے دشمنوں سے اٹھ جائے گا اور مہمات و حادثات پیش آتے جائیں گے جن کا مقابلہ دشوار ہو جائے گا مگر راجہ شام راج بہادر (جو رسطو جاہ کے

غیاب میں امور دیوانی کے اجراء کے ذمہ دار تھے) نظام علی خان کے صلاح کار تھے اور اس فوج کے مامور رکھنے میں اسراف ظاہر کرتے تھے کہ وہ فوج اپنی ضرورت کے وقت بھی اپنی مرضی کے تحت کام نہ آسکتی تھی چنانچہ حالیہ جنگ کھرڈلہ میں اس سے کوئی کام نہ لیا جاسکا۔ آخر راجہ صاحب مذکور ہی کی صلاح کے موافق برطرفی کے احکام بحال رہے اور انگریزی فوج کو واپسی کا حکم دیدیا گیا۔

نظام علی خان کے فرزند اکبر عالیجاہ کا خروج

انگریزی فوج کی برطرفی کے بعد ایک غیر متوقع واقعہ پیش آیا یعنی صاحبزادہ اکبر عالیجاہ[1] نے ۹ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۹ھ (م ۲۷ جون سنہ ۱۷۹۵ء) کو شب عید میں بعض ناعاقبت اندیشوں کے اغوا پر خروج کیا۔ اور ایک معقول فوج فراہم کر بیدر کی طرف نکل گئے اور وہاں پہنچ کر قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے ساتھ سداشیو ریڈی، غالب جنگ، سیف جنگ، بدیع الزماں خان ناظم جنگ بھی شریک ہوگئے تھے۔

ان صاحبزادے صاحب کی تادیب کے لئے سدی عبداللہ خان جمعیت جوانان بار کے ساتھ متعین کئے گئے تھے جو اپنی فوج کے ساتھ صاحبزادے صاحب کے تعقب میں تگاپو تھے۔ سداشیو ریڈی ایک روز بحالت غفلت اس سرکاری فوج پر ٹوٹ پڑا۔ جس سے سرکاری فوج منتشر ہوگئی اور خود سدی عبداللہ خان بھی بری طرح زخمی ہوئے اور ان کے اہل و عیال کو سداشیو ریڈی نے اسیر کرلیا۔ اس کی اطلاع پر نظام علی خان نے بصلاح امتیاز الدولہ ممتاز الامراء عالیجاہ کی والدہ بخشی بیگم صاحبہ کے مہر سے ایک نصیحت نامہ

---

[1] یہ نظام علی خان کے بڑے صاحبزادے ہیں احمد علی خان ان کا نام تھا یہ بخشی بیگم صاحبہ کے بطن سے سنہ ۱۱۹۶ھ میں تولد ہوئے تھے سنہ ۱۲۰۶ھ میں بسالت جنگ کی صاحبزادی صالحہ بیگم سے ان کا عقد ہوا جس سے دو لڑکیاں تولد ہوئیں: (۱) عالم آرا بیگم (۲) ظہور النساء بیگم

لکھ بھیجا جس میں انہیں لکھا گیا تھا کہ بغاوت سے باز آکر قدمبوسی کے لئے حاضر ہو جاؤ تو نرمل اور برار کی جاگیر سے سرفراز کئے جاؤ گے ۔

انگریزی فوج کی مکرر ماموری | اس خط کے مضمون سے مطلع ہو کر میر عالم نے معروضہ کیا کہ عالیجاہ کو جاگیر دینا موجب خلل ہو گا جس سے ان کو رفتہ رفتہ قوت حاصل ہو جائیگی اور امرا اور رعایا ان کی طرف مایل ہو جائیں گے اور زمام ریاست خود بدولت کے دست قدرت سے نکل جائیگی بالفعل صلاح دولت یہ ہے کہ برخاست شدہ انگریزی افواج ابھی حدود ریاست سے باہر نہیں ہوی ہوں گی ان کو واپس طلب فرمالیا جائے جس پر ان افواج کو واپس طلب کرنے حکم ہوا جس کی تعمیل میں انگریزی فوج کنڈاپلی (مصطفے انگر) میں بماہ اگسٹ جمع ہو کر میجر رابرٹس کے تحت ۳۱ ؍ اگسٹ ۱۷۹۵ء (م ۱۵ ؍ صفر ۱۲۱۰ھ) کو حیدر آباد پہنچی ۔ اس موقع پر یہ بتانا نامناسب نہیں ہے کہ برخاست فوج انگریزی کے معنے یہی تھے کہ نظام علی خان نے اس حکم سے اس معاہدہ کو منسوخ و کالعدم کر دیا جس کی بناء پر فوج انگریزی متعین و مامور تھی ۔ اس کے بعد مکرر اس کی جو تعیناتی ہوی ہے وہ کسی جدید معاہدے کے بغیر ہوی ایسی صورت میں وہ فوج بلا کسی شرط کے بالکلیہ سرکار نظام کے احکام کے تابع ہونی چاہیئے ۔ نہ کہ معاہدہ منسوخ کے تابع ۔

سرکاری فوج کا باغی فوج سے مقابلہ اور عالیجاہ کا سرکاری فوج کی حفاظت میں آجانا | بہرحال یہ انگریزی فوج بھی میر عالم کے زیر اثر عالیجاہ کے مقابلہ پر مامور ہوی ۔ قبل ازیں بندگانعالی نے موسیٰ ریموں کو اپنی فرانسیسی فوج کے ساتھ اس مہم پر جانے کا حکم دیدیا تھا اور پایگاہ سے بھی سردار الملک گھانسی میاں کو

متعین کر دیا تھا۔ جب ساری سرکاری فوج بیدر کے قریب پہنچی تو باغی افواج نے مقابلہ کیا جس میں ان کو سخت ناکامی ہوی اور باغی فوجیں منہزم ہو کر بھاگ نکلیں صاحبزادے کو جب یہ اطلاع ملی تو شب ہی میں اپنے تن چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ بیدر سے نکل کر اورنگ آباد چلے گئے اور راستہ ہی سے صاحبزادے نے پونہ سے استمداد کی لیکن مرہٹوں کے پاس سے جواب نفی پایا جب مدد بھی نہ ملی اور فوج پر فوج مقابلہ پر جمع ہو گئی تو صاحبزادے صاحب خبردار ہوے اور اپنے آپ کو سرکاری افواج کے حوالے کر دیا جنہیں معقول انتظام کے ساتھ واپس لانے لگے لیکن کہتے ہیں کہ بتقاضائے غیرت راستہ میں زہر کھا گئے جس سے ہلاکت واقع ہو گئی

اس مہم کے بعد وسط ماہ شعبان سنہ ۱۲۱۰ھ (م اواخر ماہ فبروری سنہ ۱۷۹۶ء) میں نظام علیخاں ایک شب خلوت مبارک کی چاندنی پر آتشبازی کا تماشہ ملاحظہ کر رہے تھے کہ قریباً آدھی رات کو مزاج بگڑا اور کچھ آثار لقوہ اور فالج ظاہر ہوئے صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ حکیم حمایت اللہ خاںؒ نے کوئی دوائے تقویت بشمول گلاب تیار کی تھی جس کو بندگانعالی ان دنوں استعمال فرما رہے تھے حکیم الملک حکیم عبدالجلیل خان آمیزش گلاب والی دوا کو حضور کی طبیعت کے خلاف تصور کرتے تھے لیکن ان کے عرض معروض پر بھی بندگانعالی نے اس دوا کے استعمال کو ترک نہ کیا جس کا اثر ان امراض کی شکل میں ظاہر ہوا اس کے بعد علاج معالجہ ہوتا رہا لیکن سوء پرہیز سے امراض میں کوئی خاطر خواہ افاقہ نہ ہو سکا یہاں تک کہ سنہ ۱۲۱۱ھ (م سنہ ۱۷۹۷ء) میں ارسطوجاہ پونہ سے واپس آئے اور آتے آتے وہ تمام حصہ ملک بھی

واپس لائے جو کھڑلہ کی جنگ میں مرہٹوں کے قبض و تصرف میں جا چکا تھا اس استرداد کی اصل وجہ پیشوا کی حکومت میں درمیانی مخالفتیں تھیں جس کو تفصیل سے معلوم کرنے کے بعد اس استرداد کے حقیقی اسباب واضح ہو سکیں گے اسی لئے ہم اس تفصیل کو ضروری سمجھتے ہیں اور باب مابعد میں علیحدہ بیان کرتے ہیں۔
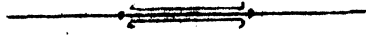
پیشوا سے استرداد ملک

پیشوا سوائی مادھوراؤ کا انتقال اور ان کی قایم مقامی کے جھگڑے

۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۰ہجری (م ۲۴ اکٹوبر ۱۷۹۵ء) کو پیشوا سوائی مادھوراؤ کا انتقال ہوگیا چونکہ وہ لاولد فوت ہوئے تھے اس لئے ان کی قایم مقامی کے لئے مرہٹہ سرداروں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ اب مستحقین میں سوائی مادھوراؤ کے چچا رگھناتھ راؤ کے تین فرزند تھے سب سے بڑے باجی راؤ ان سے چھوٹے چمناجی اپا اور سب سے چھوٹے امرت راؤ اور یہ تینوں سیوپیری کے قلعے میں نظربند تھے انزہاق روح[۵۱] سے قبل سوائی مادھوراؤ نے اپنی قایم مقامی کے لئے باجی راؤ کو نامزد کیا تھا لیکن تکاجی ہولکر اور نانا فرنویس ان کے خلاف تھے۔ نانا فرنویس یہ چاہتے تھے کہ ایک لڑکا متوفی پیشوا کی بیوہ کا متبنّیٰ ہو اور وہی گدّی پر بٹھایا جائے اور اس کے قابل حکمرانی ہونے تک خود آپ معاملات ریاست میں دخیل رہیں صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ جیسے ہی ارسطو جاہ کو سوائی مادھوراؤ کے انتقال کی خبر ملی انہوں نے دولت راؤ سندھیہ کو یہ لکھ بھیجا کہ نانا فرنویس امرت راؤ کو گدی نشین کرنا چاہتے ہیں جو مناسب نہیں ہے باجی راؤ سن تمیز کو پہنچ گئے ہیں اور اجراء امور ریاست کے اہل

---

۵۱ ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد دوم صفحہ ۲۵۴

۵۲ گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۷

اس لئے وہی گدّی پر بیٹھنے کے قابل ہیں جس کے جواب میں سندھیہ نے بھی اس خیال سے اتفاق ظاہر کیا۔

باجی راؤ کو جب نانا فرنویس کے منصوبے کی خبر ہوی تو انہوں نے بلّو با تانتیہ (مختار سندھیہ) کے ذریعے دولت راؤ سندھیہ کو اس عہد و پیماں کے ساتھ فراہم کیا کہ اپنی گدی نشینی کے لئے اُن کی فوجی تائید میں جو کچھ اخراجات ہوں وہ بھی ادا کریں گے اور اس کے علاوہ چار لاکھ محاصل کا علاقہ بھی سندھیہ کو دیں گے اس معاہدے کی اطّلاع نانا فرنویس کو ہوی تو اس نے اپنی تائید پر پرسرام بھاؤ کو تاسگاؤں سے بلوایا۔ لیکن اس کے آنیکے بعد مباحثہ میں یہی طے پایا کہ باجی راؤ کو گدی نشینی کے حیلے طلب کر کے اپنے عہدہ داروں کی نگرانی میں رکھ لیا جائے چنانچہ پرسرام باجی راؤ کو قلعہ سیونیری سے لالیا صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ ان کی گدی[1] نشینی کے لئے ایک تاریخ مقرر ہوی اور یہ قرار پایا کہ اس تاریخ وہ پہلے ایک خاص مندر میں جائیں جہاں پوجا و قشقہ سے فارغ ہو کر گدی پر پہنچیں اور جس وقت وہ دیوان پہنچیں تو ان کو وہاں سے بالا بالا پانچ ہزار عربوں کی حفاظت میں پھر قلعہ جنیر پہنچا دیا جائے جہاں وہ نظر بند رہیں تاریخ مقررہ تک پرسرام نے باجی راؤ کو اپنا کر لیا اور اُن سے اپنے لئے مختاری ریاست کا وعدہ لیکر نانا فرنویس کے اس منصوبے کو بیان کر دیا اور تجویز یہ بنائی کہ تاریخ مقررہ کو ناسازیٔ مزاج کا عذر کر کے ٹال دیا جائے۔ جب تاریخ مقررہ اسی غیر واقعی عذر پر ٹال دی گئی تو نانا فرنویس کو کچھ شبہ ہو گیا۔

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۹۶

پیشوا کی قایم مقامی کے جھگڑے میں ارسطوجاہ کی حکمت عملی اور اُن کی مخلصی

اسی دوران میں ایک روز دولت راؤ سندھیہ سیر و شکار کے سلسلے میں ارسطوجاہ کی قیام گاہ کے پاس سے گزرتے ہوئے اُن سے بھی آملے اور تقریب ملاقات یہ بتائی گئی کہ کسی نے ارسطوجاہ کے گھوڑے "ہمدم" کی تعریف ان سے کردی جس کے دیکھنے بلکہ حاصل کرنے کا شوق ان کو ہوگیا جب اُدہر سے گزرنے لگے تو اس گھوڑے کی خاطر وہ ارسطوجاہ سے جا ملے جنہوں نے بعد ملاقات اپنا گھوڑا معہ ساز و سامان ان کو دیدیا۔ جب نانا فرنویس کو یہ اطلاع ملی[1] کہ راجہ سندھیہ ارسطوجاہ سے آملے تو ان کو تردد ہوا اور وہ فوراً ان کے پاس چلے آئے اور دریافت کرنے لگے کہ کیا باتیں ہوئیں۔ آخر بڑے اصرار اور قسما قسمی کے بعد ارسطوجاہ نے کنایۃً اتنا کہدیا کہ بہرحال آپ کی خیر نہیں ہے بے فکر نہ رہیں۔ اب نانا فرنویس پریشان ہوگئے اور ارسطوجاہ ہی سے صلاح چاہی انہوں نے یہ رائے دی کہ بہتر ہے کہ آپ کانکن چلے جائیں اور جاتے جاتے اپنا سوال جواب پیش کردیں اگر اس کا تصفیہ حسب مراد ہوجائے تو فبہا ورنہ اپنی تدبیر آپ کریں اور انگریزوں کو ہموار کرکے یہ دیکھتے رہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اس کو تسلیم کرکے نانا فرنویس نے ارسطوجاہ سے کہا کہ آپ بھی میرے شریک رہیں اور مجھ سے دور نہ رہیں اس کے بعد اسی شب نانا فرنویس پورندھر چل دیئے اور وہاں سے والئی پورندھر جاتے ہوئے انہوں نے باجی راؤ سے یہ اقرارنامہ حاصل کرلیا کہ وہ ان کے ساتھ متحد و متفق رہیں گے مخالفت نہ کریں گے

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۸

اور جاتے جاتے ارسطو جاہ کو جلد تر اپنے پاس لانے کے لئے ایک مرہٹہ سردار کو دو سو سوار[1] کے ساتھ چھوڑ دیا جس کی اطلاع ارسطو جاہ کی طرف سے راجہ سندھیہ کو دیگئی تو وہ معاً اپنی فوج کے ساتھ ان کے پاس چلے آئے جب دولت راؤ کی فوج کو آتا دیکھا تو نانا پھڑنویس کے متعین کردہ سوار اور سپاہی ارسطو جاہ کے پاس سے فرار ہوگئے۔

نانا پھڑنویس واپس پہنچنے کے بعد بلوبا تاتیہ (مختار دولت راؤ سندھیہ) نے پرسرام بھاؤ کو فراہم کر کے بتاریخ ۲۶ مئی ۱۷۹۶ء (م ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۱۰ھ) چمناجی اپا کو گدی نشین کر دیا اور پرسرام بھاؤ ان کا مختار و وزیر بنا۔ اس نوبت پر باجی راؤ راجہ سندھیہ کو فراہم کرنے کے لئے ان کے ڈیرے گئے جہاں باتوں باتوں میں دیر ہوگئی وہیں ان کو یہ خبر ملی کہ چمناجی اپا کو پرسرام بھاؤ گدی نشین کرنے کے لئے ان کی قیام گاہ سے لے گیا جس کے بعد باجی راؤ نے سندھیہ ہی کی حمایت میں رہنے کو پسند کیا اب سندھیہ نے اپنے اخراجات فوج پرسرام سے طلب کئے اس نے یہ وعدہ کیا کہ ارسطو جاہ کو کھرڈلہ کے صلح نامہ کے بموجب ادائی رقم کے لئے کہے گا وہ رقم دیدیں تو اُن (سندھیہ) کو ادا کر دیا جائیگی لیکن ارسطو جاہ نے اس کے مطالبہ پر ادائی رقم کا وعدہ اس شرط سے کیا کہ پہلے ان کو نظربندی سے مخلصی ملے البتہ وہ ادائی رقم تک پونہ کی سکونت نہ چھوڑیں گے جس کی ان کو اجازت مل گئی اور وہ پونہ کے باہر گھانسی رام کوتوال کے میدان میں جا ٹھہرے اور جب انہوں نے نانا پھڑنویس کے مقابلے میں پرسرام بھاؤ کو مدد دینے کے لئے فوج کے فراہم کرنے کا ذکر کیا تو پرسرام نے خوشی سے ان کو فراہمی فوج کی اجازت دیدی جس پر انہوں نے وہیں پونہ کے ساہوکاروں سے کچھ رقم قرض حاصل کر کے

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۹

ایک معقول فوج تیار کرلی اور مزید فوج کی ضرورت محسوس کرکے غالباً اسی زمانہ میں انہوں نے نظام علی خان کو معروضہ لکھا کہ سرکار عالی کی افواج جلد تر روانہ کی جائیں چنانچہ بندگانعالی نے فوراً عیسیٰ میاں اور سبحان خان کو روانہ فرمادیا اور ان کے بعد فرانسیسی فوج کو موسیٰ پیرو اور موسیٰ ریموں کے تحت بھیجدیا جن کے ساتھ راجہ راو رنبھا اور سردار الملک گھانسی میاں اور اسد علی خان بھی تھے ۔

اب پرسرام بھاؤ نے نانا پھڑنویس کو اپنی خدمت پر رجوع ہونے کے حیلے سے پونہ طلب کیا لیکن نانا پھڑنویس نے یہ کہلا بھیجا کہ اپنے آنے سے قبل چند شرائط کی تکمیل منظور ہے جس کے لئے وہ (پرسرام) اپنے فرزند ہری پنت کو ان کے پاس روانہ کردے جسپہ ہری پنت نانا پھڑنویس کی طرف روانہ ہوا لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ وہ بڑی بھاری اور منتخب فوج کے ساتھ آرہا ہے تو ان کو سوءظن ہوا جس کی تائید باباراؤ پھڑکیہ کے خط سے بھی ہوئی جس میں اپنی آپ حفاظت کرنے کے متعلق اس نے لکھا تھا وہ وہاں سے مہاڈ کانکن چلے گئے اور پرتاب گڑھ سے ہوکر مہاڑ جا پہنچے ۔ بلوبا تاتیہ ان کے تعاقب میں سندھیہ کی پیادہ پلٹن کو مقرر کر رہا تھا لیکن پرسرام نے نانا پھڑنویس کے خفیہ طرفداروں کے اثر میں آکر اس کو اس امر سے باز رکھا البتہ نانا پھڑنویس کی جاگیرات سندھیہ کو دیدیں اور ان کے مکانات اور دوسری جائداد ضبط کرلی ۔

اس کے بعد باجی راؤ کی طرف سے ایک مرہٹہ سلحدار بالاجی کنجڑ نے ان کی

۵ھ ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد ۲ صفحہ ۲۶۲

گدی نشینی کے لئے نانا پھڑنویس سے ریشہ دوانی شروع کی اور ادہر نانا پھڑنویس بھی مرہٹہ سرداروں کو فراہم کرنے لگے جس میں ان کو کامیابی بھی ہوگئی چنانچہ بابا راؤ پھڑکیہ امیر پائیگاہ پیشوا تکاراؤ ہولکر ان کے مویہ ہوگئے اور رگھوبا تاتیہ کے ایک مخالف رایاجی پٹیل[1] کے ذریعے انہوں نے دولت راؤ سندہیہ کو بھی اپنا موید بنالیا اور نظام علی خان کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لئے انہوں نے ارسطوجاہ سے سلسلہ جنبانی کی جس پر اس دور اندیش مدارالمہام نے کھڑلہ کی جنگ میں دیئے ہوئے ملک اور رقم کے استرداد کا مطالبہ کیا اور اُس کے علاوہ اُن مزید اخراجات کا بھی مطالبہ کیا ۔ جو اس نوبت پر نانا پھڑنویس کی طرفداری میں عاید ہوں جس پر نانا پھڑنویس نے ایک عہدنامہ مرتب اور اپنی دستخط سے تکمیل کر کے مہاڑ سے ارسطوجاہ کے پاس بھیجدیا۔ نانا پھڑنویس بحالت موجودہ ایسے عہدنامہ کی تکمیل کے مجاز نہیں تھے اس لئے انہوں نے اس میں ایک فقرہ یہ اضافہ کردیا کہ ان شرائط پر سری منت باجی راؤ کے دستخط کرادئے جائیں گے یہی عہدنامہ عہدنامۂ مہاڑ کے نام سے موسوم ہے جس کی نقل ضمیمہ (ج) میں درج ہے ۔

---

[1] اس شخص کا نام سکارام گھاٹگے تھا جس کا تعلق کاگل خاندان سے تھا یہ اپنے ایک عزیز یشونت راؤ گھاٹگے سے لڑکر شکست پایا اور کولاپور سے نکل کر پرسرام بھاؤ کا ملازم ہوگیا جس کے بعد نانا پھڑنویس کے پاس ایک سو سوار کی عہدہ داری پر مامور ہوا جب نانا پھڑنویس پونہ سے نکل گئے تو وہ سندھیہ کی فوج میں ملازم ہوگیا ۔ اس کی لڑکی بہت خوبصورت تھی دولت راؤ اس لڑکی سے عقد کرنا چاہتا تھا اور غالباً اسی غرض سے اس نے اپنی فوج میں اس کو مامور کرلیا تھا ۔

نانا پھڑنویس کے منصوبوں کی تکمیل | اس سازش و تیاری کی اطلاع جب بلوبا کو ہوی تو اس نے باجی راؤ کے اکثر طرفداروں کو گرفتار کرلیا اور خود اُن کی قیام گاہ کا بھی محاصرہ کرلیا اور اس خفیہ فوج کو بھی نکال دیا جو باجی راؤ نے نانا پھڑنویس کی بھیجی ہوی رقم سے مہیّا کرلی تھی لیکن یہ برطرف شدہ فوج عالم پراگندگی میں وائی تک پہنچ گئی تھی کہ منّاجی پھڑکے اس سے جاملا اور اس کو پھر جمع کرلیا اور دوسرے سرداروں کے ساتھ یہ حصہ فوج بھی ملحق ہوگیا اس تمام فوج کی رقمی احتیاج نانا پھڑنویس نے پوری کردی اور اس کو ایما کیا کہ ساپلی گھاٹ میں جمی رہے۔ اس طرح وہاں تقریباً دس ہزار فوج جمع کرلی گئی جس کے بعد باجی راؤ کی گدی نشینی کا اعلان کیا گیا۔

بلوبا نے اس تمام کارروائی کو باجی راؤ ہی کی کارسازی پر محمول کیا اور ان کو قید کرکے ہندوستان بھیجدینے کے لئے سکارام گھاٹگے (راباجی ٹپیل) کو مامور کیا۔ باجی راؤ کو معلوم تھا کہ اس کی لڑکی پر دولت راؤ سندھیہ عاشق ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کو فراہم کرنے کی ترکیب یہ نکالی کہ گھاٹگے کو اس امر پر راضی کرلیں کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی سندھیہ سے کردے چند وعدوں کے تحت وہ راضی ہوگیا جس کی اطلاع باجی راؤ نے اپنی حسن کارگزاری کے اظہار کے ساتھ دولت راؤ سندھیہ کو کردی اور سندھیہ کے فراہم ہونے تک (ہندوستان جانے سے رُکنے کے لئے) خود آپ بیمار ہونے کا عذر کرکے نیرا ندی کے کنارے ہی ٹھیرے رہے۔

جب راجہ سندھیہ بھی نانا پھڑنویس کے ہم خیال ہوگئے اور منصوبہ پوری طرح مکمل ہوگیا تو ۲۷ اکٹوبر ۱۷۹۶ء (۲۴ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ) کو سندھیہ نے بلوبا کو گرفتار کرلیا

اور ایک حصۂ فوج بمعیت فوج نظام علی خان نانا وپنت چکر دیو کی رہبری میں پرسرام بھاؤ کو گرفتار کرنے پر مامور ہوا جس کی سن گن پاکر پرسرام بھاؤ چمناجی کو لیکر سیونیری بھاگا جہاں وہ گرفتار کر لیا گیا صاحب گلزار آصفی نے اس کی گرفتاری میں نظام علی خاں کی فوج کی کارگزاری کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ ارسطو جاہ[۵۱] نے اس مقصد کے لئے اپنی فوج میں سے سبحان خان میراں یار جنگ (عیسٰی میاں) و موسٰی پیرو کو مامور کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج کے ساتھ رات کو پرسرام کے گھر کا محاصرہ کر کے اس کو گرفتار کر لیں لیکن وہ محاصرہ سے کچھ ہی قبل اپنے مکان سے نکل بھاگا اور پونہ سے دو کوس پر اپنے لڑکے کے لشکر میں پہنچ گیا جب یہ خبر ملی تو سبحان خان اپنی فوج لیکر آدھی رات کے قریب اس لشکر پر حملہ کر دیا لیکن پرسرام کو یہاں سے بھی نکلجانے کا موقع مل گیا اور جب یہ خبر ملی کہ وہ قلعہ جنیر[۵۲] کی سمت گیا ہے تو سبحان خان نے معاً اس کا تعاقب کیا آخر صبح صبح اس کو قلعہ جنیر کے دروازے پر گرفتار کر لیا اور ارسطو جاہ کے پاس پیش کر دیا جنہوں نے اس کو دولت راؤ سندھیہ کے حوالے کر دیا۔

عہد نامۂ مہاڑ کی تعمیل | نانا پھڑنویس ۲۵ نومبر ۱۷۹۶ء (م ۲۴ جمادی الاول ۱۲۱۱ھ) کو مہاڑ سے پونہ واپس ہو کر اپنی خدمات پر مامور ہوئے اور باجی راؤ ۴ دسمبر ۱۷۹۶ء (م ۳ جمادی الثانی ۱۲۱۱ھ) کو گدی نشین ہوئے۔ پرسرام بھاؤ کی جاگیرات اور قلعہ احمد نگر سندھیہ کو دیدیا گیا اور رگھوجی بھونسلہ کے اقرار نامہ کی تعمیل کر دی گئی لیکن عہد نامہ مہاڑ کی تعمیل سے باجی راؤ نے انکار کر دیا جس پر

---

۵۱ گلزار آصفیہ صفحہ (۱۷۱)

۵۲ غالباً یہ وہی قلعہ سیونیری ہے جس میں باجی راؤ اور ان کے دونوں بھائی نظر بند تھے۔

ارسطو جاہ بگڑے اور بلا حصول رخصت ۱۳ جولائی ۱۷۹۷ء (م ۱۸ محرم ۱۲۱۲ھ) کو حیدر آباد لوٹے
ارسطو جاہ پونہ سے نکل کر سید اٹیکہ تک پہنچے تھے کہ نانا پھڑنویس نے ان کی تالیف قلب کیلئے بعض
معتمدین کو تحفہ تحایف کے ساتھ روانہ کیا اور معاہدے کے تصفیہ تک وہیں رُکے رہنے کی
تاکید کی چنانچہ وہ ڈیڑھ مہینے تک وہیں ٹھیرے اور اس دوران میں نانا پھڑنویس نے حسب
بیان کھارے[۱] بہ اختلاف جزوی باجی راؤ کو عہد نامہ مہاڑ کی تعمیل پر رضامند کرلیا۔ اور اس
علاقہ کا سہ ربع حصہ نظام علی خان کو واپس دیا گیا جو صلح نامہ کھڑلہ کی رو سے پیشوا کو ملا تھا
اور بیدر کے چوتھ میں سے سہ ربع حصہ بحق نظام علی خان قرار پایا اور دو کرور نقد ادائندنی
رقم میں سے صرف پندرہ لاکھ منہا کرکے دستاویزات پر بقیہ کی بھر پائی کردیگئی۔

نظام علیس ریلیشنس وِت مرہٹاس کے مولف کا خیال ہے کہ عہد نامۂ مہاڑ کی
تعمیل محض جنگی دھمکی کے تحت ہوئی ہے۔ اور وہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت تمام مرہٹہ
سردار اپنے مقام کو واپس ہو رہے تھے اور نظام علی خان کی فوج ارسطو جاہ کے تحت پونہ سے
قریب ٹھیری ہوئی تھی اگر اس موقع پر مہاڑ کے عہد نامہ کی تعمیل سے انکار ہی کردیا جاتا تو اس
امر کا امکان تھا کہ ارسطو جاہ اعلان جنگ کردیتے جن کا مقابلہ پیشوا کو تنہا کرنا پڑتا اور
اُن کی فوج غالباً ان کے مقابلہ کے لئے کافی نہ ہوسکتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ نانا پھڑنویس نے جس وقت اس عہد نامہ کی تکمیل کی ہے وہ

---

[۱] کھارے جلد دہم صفحہ ۵۰۱۵۔

[۲] بموجب حوالۂ نظام علیس ریلیشنس وت مرہٹاس۔

کسی حیثیت سے اس کی تکمیل کے مجاز نہیں تھے چنانچہ اس کا فقرہ (۱۲) اس کا شاہد ہے جس میں وہ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ان فقرات عہد نامہ پر سری منت بالاجی کے تکمیلی دستخط کرا دیں گے اور انہیں کی اس عدم قابلیت کا لحاظ کر کے غالباً ارسطو جاہ نے اس عہد نامہ کے بعد ہی ۲ ہر جمادی الاول ۱۲۱۱ھ (م ۳ ر نومبر ۱۷۹۶ء) کو دولت راؤ سندھیہ سے ایک علیحدہ عہد نامہ طے کیا جو ضمیمہ (د) میں درج ہے اور جس کا فقرہ (۲) یہ ہے۔

"بالاجی پنڈت نانا پھڑنویس از سرکار نواب آصف جاہ بہادر قرار کردہ باشند بدین موجب از طرف مشارٌ الیہ العمل خواہد آمد احیاناً اگر دقتے در آن بظہور رسد ابنجانب (سندھیہ) شریک صاحب (ارسطو جاہ) گردیدہ بموجب قرار عمل کنانیدہ خواہد داد و از سرکار این جانب ہم بالاجی پنڈت پھڑنویس قرار کردہ باشند بداں موجب از جانب نامبردہ عمل خواہد آمد احیاناً اگر دقتے در آن رو دہد صاحب شریک باباشندہ بموجب قرار از نامبردہ عمل کنانند ذمہ داراین مراتب صاحب اند و درین از طرفین تفاوت نشود"

غالباً یہی معاہدہ نانا پھڑنویس اور باجی راؤ کے منشاء کو زیادہ متاثر کرنے والا تھا اس واسطے کہ عہد نامہ مہاڑ کی تعمیل نظام علی خان کے حق میں نہیں ہو رہی تھی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ ارسطو جاہ کو اسی فقرہ کے تحت سندھیہ سے مدد لینی پڑتی جس کا نتیجہ جنگ ہی ہو سکتا تھا اور ظاہر تھا کہ سندھیہ کی فوج تقریباً تمام ہندوستان میں بہتر اور آزمودہ تھی عجب نہیں جو خود سندھیہ نے اس فقرہ کے نظر کرتے اور نانا پھڑنویس نے اپنے تکمیل کردہ عہد نامہ کے پاس و لحاظ سے اس کی تعمیل کے لئے باجی راؤ کو مجبور کیا ہو۔

نظام علیس رلے شنس کے مولف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدنامہ کھاڑ کی تعمیل جزءاً ہوی لیکن صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ بموجب اقرار[1] نانا پھڑنویس نے ایک کروڑ روپیہ نقد اور تین کرور روپیہ کی دستاویز اور صوبہ بیدر کے چوتھ کی معافی کی سند اور گذاشت محالات و قلعہ دولت آباد لیکر اور پونہ کے ساہوکاروں سے جو قرض ایک کرور روپیہ حاصل کیا تھا اس کی ادائی نانا پھڑنویس کے ذمہ کر کے ارسطوجاہ حیدرآباد واپس ہوئے ۔

عہدنامہ کھاڑ میں ایک کروڑ روپیہ نقد ادا کرنے یا ارسطوجاہ کے ذمگی قرض کی ادائی کا بار اٹھانے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں عذر ہے یہ البتہ ممکن ہے کہ تحت اخراجات جنگ موجب فقرہ (۸) مندرجہ معاہدۂ کھاڑ ان کو دس لاکھ روپے دئے گئے ہوں جس پر صاحب گلزار آصفیہ نے ایک صفر کا اضافہ کر دیا ۔

بہرحال مرہٹوں کی اس خانہ جنگی میں نظام علی خان کا معقول فایدہ ہوا جو ان کے فہمیدہ و مدبر مدار المہام ارسطوجاہ کی حسن سعی اور حکمت عملی کا نتیجہ ہے ۔

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۷۵

۱۲۱۳ھ — ۱۷۹۹ء

اسباب جنگ | ٹیپو سلطان کے لڑکے جو ۱۷۹۲ء (م ۱۲۰۶ھ) کے صلحنامہ کے تحت بطور یرغمال کمپنی کے زیر نگرانی تھے اوایل ۱۷۹۴ء (م ۱۲۰۸ھ) میں بہ اعزاز و اکرام واپس کردئے گئے اس کے بعد سے غالباً ٹیپو سلطان اپنی سلطنت کی وسعت کے خیال میں دور دور کے منصوبے قایم کرنے لگے چنانچہ وہ اپنے قلعہ جات کی ترمیم و تعمیر کی طرف توجہ کرنے کے علاوہ دور دور کی خود مختار سلطنتوں سے مراسلت کرنے لگے ایران کے ایک شاہزادے ان کے پاس آئے شاہ افغانستان سے کوئی مفاہمت ہوئی اور ایک سفیر کو خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی کے پاس روانہ کیا شاہ فرانس (نپولین اعظم) سے بھی ریشہ دوانی کی یہ اعمال اس قابل نہیں تھے کہ وہ جماعت (یا کمپنی) ان کو صرف نظر کر جاتی جو جلب منفعت اور ملک گیری کی خاطر اپنا وطن (انگلستان) چھوڑ ہندوستان میں قسمت آزمائی کے لئے آئی ہو۔ انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں نے اس کو نظر تعمق سے دیکھ کر قرار دیا کہ ٹیپو سلطان انگریزوں ہی کے خلاف کسی جارحانہ کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسی خیال سے ان کے منصوبوں کے دفع دخل کی

تیاریاں کرنے لگے۔

کمپنی کے کورٹ آف ڈائرکٹرس نے خاص اسی غرض سے لارڈ مارننگٹن (المعروف مارکویس ویلزلی) کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنایا جنہوں نے مسایل ہندوستان پر غور کرتے ہوئے مرہٹوں کے مقابلے میں نظام علی خان کو کمک نہ دینے پر اپنے مراسلہ مورخہ ۲۲ فروری ۱۷۹۸ء موسومہ پریزیڈنٹ بورڈ آف کنٹرول میں باین الفاظ اظہار خیال کیا ہے۔

"یہ کوئی دور اندیشانہ پالیسی نہیں ہے کہ نظام اور مرہٹے آپس میں لڑکر کمزور ہوجائیں درآن حالیکہ ٹیپو سلطان آرام میں ہیں"[۱]

اس سے ظاہر ہے کہ ان کے مطمح نظر صرف ٹیپو سلطان تھے گورنر جنرل موصوف نے اس امر پر بھی توجہ کی کہ مرہٹوں اور نظام علی خان کو معاہدوں کے ذریعے اپنے قابو میں لالیا جائے تاکہ وہ ٹیپو سلطان سے متفق ہوکر ان کی قوت میں اضافہ کرنے کا باعث نہ ہوجائیں۔

مارکویس ویلزلی بہ حیثیت گورنر جنرل ۱۷ مئی ۱۷۹۸ء (م یکم ذی الحجہ ۱۲۱۲ھ) کو کلکتہ پہنچے یہاں آنے کے تین ہی ہفتے بعد ان کو یہ اطلاع ملی کہ ٹیپو سلطان کے دو ایلچی فرانس پہنچے جن کے ذریعے انہوں نے حکومت فرانس سے اتحاد قایم کرنے کی تحریک کی اور اسی سلسلہ میں کچھ فرانسیسی عہدہ داروں کو بھی طلب کیا جس پر وہاں سے تقریباً دو سو سپاہی[۲] مع عہدہ دار ٹیپو سلطان کے پاس روانہ کئے گئے جو منگلور کی بندرگاہ پر ۲۶ اپریل ۱۷۹۸ء (م ۱۰ ذیقعدہ ۱۲۱۲ھ) کو پہنچے[۳]

---

[۱] میموارا ینڈ کرسپانڈنس آف مارکویس ویلزلی مرتبہ آر۔ آر۔ پیرس جلد اول صفحہ ۱۵۰۔ [۲] حسب مراسلہ لارڈ مارننگٹن مورخہ ۲۰ مارچ ۱۷۹۹ء موسومہ کورٹ آف ڈائرکٹرس۔ [۳] ملس ہسٹری آف برٹش انڈیا جلد ششم طبع ۱۸۲۶ء صفحہ ۶۶

انگریز مورخ اس فرانسیسی فوج کے آنے کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ ٹیپو سلطان انگریزوں سے سابقہ جنگ کا انتقام لیکر اپنے کھوئے ہوئے علاقہ کو واپس حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں اس وجہ سے تامل ہے کہ سپاہیوں کی اس قلیل تعداد[1] سے اس سوءظن کی گنجائش پیدا ہوتی ہے کہ یا تو انگریزی کمپنی کو نیچا دکھانے کے لئے صرف انہی دو سو سپاہیوں کی کمی تھی یا یہ کہ ٹیپو سلطان کو صرف انہیں دو سو سپاہیوں کی امداد کی ضرورت تھی ۔ یہ ضرور ہے کہ ٹیپو سلطان انگریزوں کے موافق نہیں تھے اور عجب نہیں کہ وہ یہ بھی چاہتے ہوں کہ نہ صرف اپنے متنزعہ حصہ ملک کو انگریزوں سے واپس حاصل کریں بلکہ ان کو ہندوستان سے بھی نکال باہر کردیں لیکن اس نوبت پر ان کے ان اعمال پر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ شاہ کابل و شاہ ایران سے جو مراسلت ہوئی تھی وہ مرہٹہ ریاست کے مقابلے کے لئے تھی ۔ شاہ ترکی سے جو مراسلت ہوئی اس کا امکان محض قومیت کے اعتبار سے تھا یا اس لئے کہ خلیفۃ المسلمین کے پاس سے اپنی شاہی کے لئے سند طلب کریں جس کے بعد سے وہ مستند طور پر اپنی ریاست کے خود مختار بادشاہ کہلائے جاسکیں کیونکہ جو امور کہ مخالفین ٹیپو سلطان ان کو برا ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ بطور خود بادشاہ یا سلطان کا لقب اختیار کئے ہوئے تھے ۔ شاہ فرانس سے جو مراسلت انہوں نے کی اس لئے ہوسکتی تھی کہ اپنی فوج کو زیادہ باقاعدہ بنانے اور اس کو یورپی اصول پر فوجی اور حربی تعلیم دلانے کے سامان مہیا کریں اور

---

[1] اس کی تعداد ٹیپو سلطان نے اپنے اطلاعی خط مورخہ ۳۰ اگست ۱۷۹۰ء موسومہ ریاست فرانس میں صرف ساٹھ سپاہی بتائی ہے اور لارڈ مارنگٹن نے بشمول عہدہ داران دو سو بتائی ہے ۔ مل ہسٹری آف برٹش انڈیا جلد ششم طبع ۱۸۲۶ء صفحہ ۶۷

اس مخالف انگریز قوم سے اس قسم کی مدد حاصل کرنے میں سہولت اسی صورت میں تھی کہ اس قوم کو یہ جتائیں کہ وہ خود بھی انگریزی قوم کے افراد سے خوش نہیں ہیں۔ بہرحال ٹیپو سلطان کے ان اعمال کو انگریزی کمپنی نے سخت ترین بدگمانی سے دیکھا اور یہ تصفیہ کرلیا کہ جتنا جلد ہوسکے ان کے منصوبوں پر پانی پھیر کر ان کی روزافزوں قوت کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیا جائے۔ سب سے پہلے لارڈ صاحب نے مدراس گورنمنٹ کی فوج کو سواحل ملیبار و کورومنڈل پر اتر آنے کے احکام دیئے اور اپنے اس خیال کی تائید و تکمیل میں جو بورڈ آف کنٹرول کے پریزیڈنٹ کے موسومہ خط میں ظاہر کیا تھا ٹیپو سلطان سے مقابلہ کرنے کی غرض سے نظام علی خان اور مرہٹہ راجگان و پیشوا کے ساتھ ایک فرید معاہدہ کرنے کی کوشش کی تاکہ اس پیش پا افتادہ مہم میں ان دیسی ریاستوں کی فوجی قوت کمپنی کے زیر اثر آجائے اور ان کے خود مختارانہ اقتدارات کمپنی کی صواب دید پر منحصر ہو جائیں۔

عہدنامۂ امدادی کی تکمیل | ۱۷۹۷ء (م ۱۲۱۲ھ) تک حیدرآباد میں ولیم کرک پاٹرک رزیڈنٹ تھے جب وہ کیپ آف گڈ ہوپ چلے گئے تو ان کے بھائی جیمس اچلیس کرک پیاٹرک ان کے قایم مقام ہوئے۔ انہیں کے ذریعے نظام علی خان کے ساتھ ایک عہدنامہ یکم سپٹمبر ۱۷۹۸ء (م ۱۹ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ) کو تکمیل پایا جس میں دائمی طور پر انگریزی امدادی فوج کو ملازم رکھنے اور اس فرانسیسی فوج کو جو سرکار عالی میں ملازم تھی برطرف کردینے کا معاہدہ ہوا اور یہ بھی طے پایا کہ ان فرانسیسیوں کو جو اس فوج میں ملازم ہوں انگریزی کمپنی کے حوالے کردیا جائے اور آیندہ کوئی یوروپین بلا اطلاع کمپنی مامور و ملازم نہ کیا جائے۔ لفٹنٹ کرنل ولسن کا

بیان ہے کہ اس[1] فرانسیسی فوج کی برطرفی کے لئے نظام علی خان اور ان کے وزیر ارسطو جاہ کو راغب کرنے میں بڑی دقتیں اٹھانی پڑیں ولسن کا یہ بیان خلاف واقعہ نہیں ہے اس واسطے کہ نظام علی خان کے تخیل کے تحت ارسطو جاہ کا مسلک یہ تھا کہ فرانسیسیوں سے خطرے کی صورت میں انگریزی افواج سے مدد لیں اور انگریزی افواج سے خطرے کی صورت میں فرانسیسی فوج سے اور اس فوج کو برطرف کر دینے کی صورت میں اس فایدہ کے حاصل کرنے کا موقع باقی نہیں رہتا بلکہ صرف انگریزی فوج کی رضاجوئی میں رہنا پڑتا جیسا کہ بعد میں فی الحقیقت ہوا لیکن اس وقت نظام علی خان کے مرض فالج میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ریاست کے اندرونی حالات اور ان کی قایم مقامی کی کشمکشوں میں (جس کا ذکر آگے آئے گا) ارسطو جاہ اس عہدنامہ کی تکمیل پر مجبور ہوئے اور نظام علی خان سے تکمیلی دستخط حاصل کر لی۔ یہ وہی عہدنامہ ہے جس کی رو سے ریاست آصفیہ تمام خارجی معاملات میں انگریزی کمپنی کے زیر اثر آگئی اور ایک حد تک اپنی حقیقی خود مختاری کھو بیٹھی اور چونکہ یہ خاص اہمیت رکھتا ہے اس کا ترجمہ ہم ضمیمہ ۵ میں درج کرتے ہیں۔

عہدنامہ کی تکمیل کی نوبت پر سکندر جاہ کی تخت نشینی میں استمداد کی شرط اور اس کے اسباب

اس عہدنامہ کے شرایط کے تصفیے کے لئے جو مشکلات انگریزی کمپنی کو درپیش تھیں ان کا اجمالی ذکر مارکویس ویلزلی نے اپنے مراسلہ[2] نشان (۷۔۴) موسومہ کپتان جے اے کرک پیاٹرک میں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو جاہ یہ بخوبی جانتے تھے کہ اس عہدنامہ کے شرایط زیادہ تر کمپنی کے مفید مطلب تھے۔

---

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد ۲ صفحہ ۳۰۹   [2] ڈسپیچس آف دی مارکویس ویلزلی مرتبہ آر ایم مارٹن جلد اول صفحہ ۱۵۸

اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اس کے ساتھ چند ایسے امور بھی طے کر لئے جائیں جو اپنے لئے بھی مفید ہوں وہ امور یہ ہیں :-

(۱) سکندر جاہ کی تخت نشینی کی تائید انگریزی گورنمنٹ کرے۔

(۲) ریاست آصفیہ کے اندرونی انتظامات و رفع مناقشات کے لئے انگریزی افواج متعینہ ریاست سے مدد ملا کرے۔

(۳) حیدر آباد اور پونہ کی ریاستوں میں جو اختلافات واقع ہیں یا آیندہ ہوں ان کے ارتفاع میں انگریزی کمپنی حصہ لے اور مدد دے۔

ان میں سے مابعد الذکر دو امور ایسے تھے جن کے متعلق انگریزی کمپنی نے قبل ازیں جواب دیدیا تھا کہ اس کو ریاست کے ان امور سے کوئی تعلق نہیں اس لئے وہ ان امور میں نظام کی کوئی مدد نہیں کر سکتی جس پر ارسطو جاہ کو ضروری معلوم ہوا کہ ان ہر دو مسایل کے متعلق بھی انگریزی کمپنی سے کوئی سمجھوتہ کر لیں۔ اور امر مقدم الذکر یعنے تخت نشینی سکندر جاہ کے متعلق تائید حاصل کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پائی گئی کہ نظام علی خان کی علالت (از مرض فالج) کے دوران میں سکندر جاہ نے جلد بازی کر کے امور ریاست میں بیجا مداخلت[1] کی تھی جو نظام علی خان کو ناگوار گذری اسی بناء پر خود بدولت نے اُن پر نگرانی قایم کر دی تھی سکندر جاہ کی جلدبازی کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ نظام علی خان نے یہ تصفیہ کر لیا تھا کہ اپنے ممالک محروسہ کو تین حصوں پر تقسیم کر کے ہر ایک حصہ اپنے فرزندوں میں سے سکندر جاہ

---

[1] فریزیرس اور قیت غل الائی دی نظام صفحہ ۱۹۳

فریدوں جاہ اور جہاندار جاہ کے نامزد کردیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کے[1] متعلق سندیں بھی تیار کر دی گئی تھیں لیکن امیر پائیگاہ اور راجہ شام راج نے اس خیال کے تحت کہ فریدوں جاہ نظام علی خان کے قایم مقام ہوں ان اسناد کو بروئے کار آنے سے روک رکھا۔

فریدوں جاہ ایک حد تک انگریزوں کے مخالف تھے جب ارسطو جاہ پونہ سے واپس آکر خدمت مدار المہامی کا جایزہ حاصل کر چکے تو انہوں نے دیکھا کہ نظام علی خان کے وہ صاحبزادے (سکندر جاہ) جن کے عقد میں وہ اپنی پوتی کو دینا چاہتے تھے اس طرح محروم کئے گئے ہیں تو ان کو اپنی آیندہ توقعات کے منقطع ہو جانے کا یقین ہو گیا اس لئے انہوں نے سکندر جاہ سے خفیہ طور پر مفاہمت کر کے پہلے نظام علی خان سے یہ منظوری حاصل کر لی کہ سرکاری کاغذات پر سکندر جاہ[2] دستخط کیا کریں کیونکہ فالج کا اثر سیدھی جانب پر ہونے کے باعث نظام علی خان اس قابل نہیں رہے تھے کہ سرکاری کاغذات پر کچھ لکھ سکیں یا دستخط کر سکیں اس حکم کے حصول کے ساتھ ساتھ ارسطو جاہ نے ان کی تخت نشینی کے لئے انگریزی کمپنی سے تائید حاصل کرنیکی تجویز کی۔ اور اسی تجویز کے تحت مابہ البحث عہد نامہ کی تکمیل کے وقت اس مسئلہ کو بھی پیش کر دیا۔ کپتان جے لے کرک پیاٹرک کی اطلاع دہی پر مارکویس ویلزلی نے ان کو مراسلہ نشان (۳۷) میں یہ لکھا کہ :-

"میرا مصمم ارادہ ہے کہ سکندر جاہ کی تخت نشینی میں تائید کیجائے لیکن میں نے اس کو اعظم الامر اسے فی الحال مخفی رکھنے کی جو تم کو ہدایت کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اظہار

---

[1] اورفیت فل الائی دی نظام صفحہ ۲۱۴ [2] اورفیت فل الائی دی نظام صفحہ ۲۱۶ -

ممکن ہے کہ نظام کے دل میں کوئی بدگمانی یا شک پیدا کرے"۔

اس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ نظام علی خان سکندر جاہ کو تخت نشین کرنا نہیں چاہتے تھے اور اُن کی تخت نشینی کی نسبت جو مفاہمت کہ ارسطو جاہ اور انگریزی کمپنی کے مابین ہو رہی تھی وہ نظام علی خان کے بلا علم و اطلاع تھی۔

ارسطو جاہ کے ان پیش کردہ امور میں سے تخت نشینی سکندر جاہ کے متعلق کسی تحریری وثیقہ یا تصفیہ کے بغیر عہد نامہ تکمیل پا گیا اور میسور کی جنگ کے بعد ویلزلی نے سکندر جاہ کی تخت نشینی میں مدد دینے کے لئے آٹھ شرائط پیش کر کے جے اے کرک پیاٹرک کو لکھا کہ

"اگر سکندر جاہ ان شرائط سے ناراض ہوں تو تم ارسطو جاہ اور میر عالم سے مل کر نظام کے کسی اور لڑکے کو انہیں شرائط کے ساتھ تخت پر بٹھانے کے لئے آمادہ کرو"۔[۱]

یہ شرائط سکندر جاہ نے بلا علم و اطلاع نظام علی خان تسلیم کر لئے۔

فرانسیسی فوج کی برطرفی تحت معاہدہ ۱۷۹۸ء م ۱۲۱۳ھ

معاہدۂ مذکور کی تکمیل کے ڈیڑھ مہینہ بعد تک بھی فرانسیسی عہدہ داروں کی برطرفی عمل میں نہیں آئی جب انگریزی رزیڈنٹ نے اپنی سابقہ فوج میں اضافہ کے لئے مزید انگریزی فوج طلب کر لی تو نظام علی خان کو یہ دھمکی دی کہ اگر فرانسیسی[۲] عہدہ داروں کے برطرف کرنے میں اب بھی کوئی پس و پیش ہو تو وہ خود اپنی فوج کو حکم دیدینگے کہ

---

[۱] ڈسپاچس آف ویلزلی مرتبہ آر یم مارٹن جلد اول صفحہ ۱۳۵ مراسلہ نشان (۴۱) مورخہ ۶ رنومبر ۱۷۹۹ء

[۲] اور فیبت فل الائی دی نظام صفحہ ۲۱۹

فرانسیسی فوج کی چھاؤنی پر حملہ کردے اور اس کے ساتھ اپنی انگریزی فوج کو اس چھاؤنی سے قریب تر جا ٹھیرنے کا حکم بھی دیدیا جس کے بعد بندگانعالی نے فرانسیسی عہدہ داروں کو برطرف کرکے اہالیان کمپنی کے سپرد کردینے کا حکم دیا ہے[۱] اے، کرک پیاٹرک حکم برطرفی کے حصول کیلئے جس وقت نظام علیخان کے پاس گئے ان کے ساتھ ان کے مددگار مسٹر مالکم اور ڈاکٹر بوئر بھی تھے حضور نے احکام برطرفی کے ساتھ رزیڈنٹ کو ایک ایک جیغہ سرپیچ اور کنٹھی مروارید سے اور ایک ایک جوڑ دست بند اور بھجبند سے سرفراز کیا اور ان کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک جیغہ اور سرپیچ عنایت ہوا۔

سرکارعالی کی فرانسیسی فوج میں صرف ایک سو چوبیس فرانسیسی عہدہ دار تھے جن کی برطرفی کے بعد ان کے تحت کی فوج نئے عہدہ داروں کے سپرد کردیگئی اس برطرفی کے لئے جو اہتمام انگریزی کمپنی کے ذریعے ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ برطرف ہونے والے عہدہ دار اگر چاہتے تو اپنی ماتحت فوج کے ذریعے ریاست کی افواج پر حملہ کردیتے۔ بہرحال احکام برطرفی کی تعمیل کی غرض سے کرنل جارج رابرٹس کے تحت چار ہزار تین سو پچاس سپاہیوں کی فوج بجواڑے سے حیدرآباد آئی جو یہاں کی سابقہ فوج (متعلقہ بنگالا) سے ملحق ہوگئی۔ اس فوج کے حیدرآباد آجانے کے بعد ہی رزیڈنٹ بہادر نے حملہ کی دھمکی دیکر فرانسیسی عہدہ داروں کی برطرفی کے احکام حاصل کئے جس کے بعد اس فوج نے فرانسیسی فوج کی چھاونی کا محاصرہ کرلیا اور اس کے سپاہیوں کی دلجوئی کرکے اُن سے وعدہ کیا گیا

---

[۱] اس وقت خود بدولت قلعہ محمد نگر میں رونق افروز تھے۔

ان کی پوری پوری تنخواہیں (جو واجب الطلب تھیں) ادا کر دیجائیں گی۔ اس توقع میں سپاہیوں نے فرانسیسی عہدہ داروں سے انحراف کر لیا جس کے بعد ان میں کا ہر ایک عہدہ دار ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہو گیا۔ اس طرح انگریزی فوج نے ان کو اپنی حراست میں لیکر کمپنی کے علاقہ میں روانہ کر دیا

عہدنامۂ مذکور کی تکمیل و تعمیل کے دوران میں گورنر جنرل کو یہ اطلاع کہ شاہ فرانس (نپولین اعظم) نے مصر پر حملہ کر دیا ہے جس کے فتح ہو چکنے کی صورت میں اس کا ہندوستان پر حملہ آور ہو جانا قرین عقل بھی تھا اور آسان تر بھی اس لئے لارڈ مارننگٹن نے ادہر مدراس کی فوج کو حکم دیا کہ میسور کے حدود کی طرف بڑہے اور ادہر بمبئی کی فوج کو احکام بھیجے کہ سرنگ پٹن کی طرف بڑھ آئے تاکہ مدراس کی انگریزی فوج کی کمک کر سکے اور ایک طرف سے سرکار عالی کی انگریزی افواج بھی طلب کی گئیں۔ عہدنامۂ مذکورۃ الصدر میں کوئی ایسی شرط صراحتہً موجود نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان کے مقابلے پہ اس فوج سے کام لیا جائے گا یا سرکار نظام کی اور فوج سے مدد حاصل کی جائیگی اور اس مدد کے معاوضہ میں مال غنیمت یا حصۂ ملک جو کچھ ہمدست ہو اس کی تقسیم باہمی کس تناسب سے ہوگی البتہ اس کے فقرہ پنجم میں بالاجمال یہ مذکور ہے کہ

"یہ امدادی فوج ہر وقت اہم خدمات کے لئے آمادہ رہیگی مثلاً حفاظت ذات بندگانعالی یا ان کے ورثا اور قایم مقاموں کے لئے[1] باغیوں کی اور ریاست میں فتنہ و فساد مچانے والوں کی تنبیہ و تادیب کے لئے لیکن اس کو چھوٹے چھوٹے معمولی امور پر یا حصول محاصل کے لئے مثل فوج سبندی مامور نہ کیا جائے گا"

---

[1] دی ٹرئی ٹیز مرتبہ سی یو ایچی سن جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۔ ۵ ۔

سابقہ جنگ میسور (۱۷۹۲ء م ۱۲۰۶ھ) کے قبل ایک معاہدہ ۱۷۹۰ء (م ۱۲۰۴ھ) میں ہوا تھا جس میں فوجی امداد اور اس کے معاوضہ میں باہمی تقسیم کا ذکر ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اس عہدنامہ میں تین فریق (نظام علی خان پیشوا اور انگریزی کمپنی) تھے اور اس کی دوسری شرط[1] میں ہر سہ فریق سے نقض معاہدہ کی وجہ سے ٹیپو سلطان پر فوج کشی کرنے کی قرارداد تھی۔ اس عہدنامہ کا اثر اس جنگ (۱۷۹۲ء) کی صلح کے ساتھ ہی باقی نہیں رہا کہ اس نوبت پر اس سے استفادہ کیا جاتا لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ اُن زمانہ میں ٹیپو سلطان کے کچھ اثرات ریاست آصفیہ میں قایم ہو گئے تھے کہ نظام علی خان کے بھانجے امتیاز الدولہ ممتاز الامرا کے ذریعے ٹیپو سلطان ریشہ دوانی کر رہے تھے اور ان کے ایک سفیر موسوم بہ مدینہ صاحب ان کی طرف سے حیدرآباد آتے جاتے تھے اور غالباً یہاں کے امرا میں سے بعض ان کی حمایت میں بھی تھے اس لئے انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس عہدنامہ میں اس آنے والی جنگ میسور کا کوئی ذکر صراحتہً کیا جائے یا اس کے متعلق کوئی شرط مرقوم ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کا امکان تھا کہ اس عہدنامہ سے سخت مخالفت کی جاتی۔ صرف فوجی اضافہ کی غرض ظاہر کر کے اور فرانسیسی عہدہ داروں کے برطرف کر دینے کی قرارداد پر عہدنامہ ۱۷۹۸ء (م ۱۲۱۳ھ) طے کیا گیا۔ ممکن ہے کہ ارسطو جاہ سے رزیڈنٹ نے بالمشافہ میسور پر فوج کشی کی نسبت کوئی اقرار کیا ہو یا خفیہ طور پر کوئی اور معاہدہ ہوا ہو جس کا کوئی شایع شدہ داخلہ ہمارے حیطۂ علم میں نہیں ہے۔

اس موقع پر طلبی فوج کے ساتھ اس فوج کی سپہ سالاری کی نسبت مارکوئس ویلزلی نے

---

[1] دی ٹری ٹیز جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۴۴۔

رزیڈنٹ کرک پیاٹرک کو لکھا۔

"کوشش کی جائے کہ اس مہم میں اعظم الامرا (ارسطو جاہ) افواج نظام کے سپہ سالار رہیں اور اگر کسی خاص وجہ سے وہ نظام کے ساتھ رہ جائیں یا یہ کہ ان کو افواج کے ہمراہ مہم پر چلنے کے لئے آمادہ نہ کیا جا سکے تو کسی اور شخص کو سپہ سالاری کے لئے انتخاب کرنے میں احتیاط کو کام میں لایا جائے (خیال رہے کہ) سپہ سالار ایسا شخص ہونا چاہیئے جو معتبر اور امیر ہونے کے علاوہ غرض واحد میں دلچسپی رکھنے والا بھی ہو افواج نظام کی سپہ سالاری کے لئے ایسا شخص ہو جو ان امور کے علاوہ فوجی معلومات اور جنگی تجربہ بھی رکھتا ہو اور حیدرآباد کے دربار میں ایسے صفات کا آدمی ملنا مشکل ہے۔"[1]

اس سے ظاہر ہے کہ انگریزوں کو اپنی تائید کی نسبت ارسطو جاہ پر پورا بھروسہ تھا لیکن اس کے ساتھ ویلزلی کو یہ بھی خیال تھا کہ چونکہ نظام علی خاں ان دنوں صحیح المزاج نہیں تھے اس لئے ارسطو جاہ کا ان کی قربت سے دور رہنا نہ خود ان کے مفاد کے مدنظر قرین عقل تھا اور نہ خود کمپنی کے مقاصد کے لحاظ سے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اس فوج کے سپہ سالار ارسطو جاہ نہوں تو کوئی ایسا شخص ہو جو ان کا ہم خیال ہو اور ریاست کے امرا میں سے نہ امیر پائیگاہ ہی انگریزی کمپنی کے طرفدار تھے اور نہ راجہ شام راج و ممتاز الامرا۔ ویلزلی کے جملہ آخر سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ چونکہ دربار میں ان صفات کا آدمی ملنا مشکل تھا جن کا انہوں نے

---

[1] ڈسپاچیس آف آریم مارٹن جلد اول صفحہ ۳۲۳ مراسلہ مورخہ ۹ ر نومبر ۱۷۹۸ء۔

ذکر کیا ہے اس لئے وہ یہ چاہتے تھے کہ متجانب ریاست کوئی انگریزی سردار ہی اس خدمت کے لئے نامزد کر دیا جائے لیکن اس کو پسند نہ کیا گیا آخر کار نظام علی خاں کی منظوری سے ارسطو جاہ نے میر عالم کو سپہ سالاری پر مامور کر دیا اور ان کے ہمراہ ہادی الدولہ بہرام جنگ، حیدر نواز جنگ اور ابو تراب خان کو مہم پر جانے کا حکم ہوا۔ یہ فوج دریائے کرشنا کے کنارے پہنچ کر رک گئی اس کے متعلق ویلزلی نے اپنے ایک مراسلہ کے ذریعے جے اے کرک پیاٹرک کو یہ اطلاع دی کہ

"مجھے کپتان وایٹ کا ایک خط ملا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ نظام[1] کی انفنٹری نے (چھ ہزار کی تعداد میں) دریائے کرشنا کے کنارے پڑاؤ ڈالا ہے اور آگے بڑھنے سے منحرف ہوگئی ہے میر عالم اس فوج کو آگے بڑھنے کے لئے آمادہ نہیں کر سکتے ہیں"

اس سے پایا جاتا ہے کہ یا تو فوج کو ٹیپو سلطان پر حملہ کی غرض سے نکلنے کی اطلاع اس مقام پر ملی اس لئے اس نے ان کے مقابلہ سے انحراف کر دیا یا یہ کہ دریائے کرشنا کی طغیانی کی وجہ سے اس نے اس کے پار ہونے سے انکار کر دیا بہرحال اس کو آمادہ کیا گیا اور یہ فوج جب دریائے کرشنا پار ہو چکی تو فروری ۱۷۹۹ء (م رمضان ۱۲۱۳ھ) میں کرنل آرتھر ویلزلی کی فوج سے ملحق ہوگئی۔ اور میر عالم کی نگرانی فوج بے قاعدہ پر قائم رہی حملہ یا پیش قدمی میں ان کے احکام یا مشورے کو کوئی دخل نہ رہا۔

---

[1] ڈسپاچس آف آف ویلزلی مرتبہ آر یم مارٹن جلد اول صفحہ ۴۱۵ مراسلہ نشان (۱۳۷) مورخہ ۲۱ جنوری ۱۷۹۹ء

وجہ تحریک اور اعلان جنگ | انگریزی افواج کی پیش قدمی کے بعد غالباً وجہ تحریک جنگ پیدا کرنے کے لئے مارکوئیس ویلزلی نے ٹیپو سلطان کو مطالبات ذیل میں متواتر چند خطوط لکھے۔

(۱) نو وارد فرانسیسیوں کو انگریزی کمپنی کے حوالہ کر دیا جائے۔

(۲) انگریزی کمپنی کا وکیل (رزیڈنٹ) دارالریاست سرینگ پٹن میں رکھا جائے

(۳) بنادر مقبوضہ (مثلاً گوڑیال بندر منگلور وغیرہ) بغرض تجارت انگریزی کمپنی کے تفویض کر دیئے جائیں۔

یہاں ہم کو اس سے کوئی بحث نہیں کہ یہ مطالبات کس حد تک بجا تھے بہرحال ان کا جواب ٹیپو سلطان نے گورنر جنرل کے حسب دلخواہ نہ دیا اسی بناء پر میسور پر فوج کشی کا اعلان کر دیا گیا۔

حالات جنگ اور شہادت ٹیپو سلطان | صاحب نشان حیدری کے بیان کے موافق اس موقع پر ٹیپو سلطان کے ملک میں کچھ ایسی سازشیں ہو گئی تھیں کہ بعض ملازم عہدہ دار و امراء در پردہ خود ان کے مخالف ہو گئے اور احکام کی عدم تعمیل اور ٹال مٹول سے غنیم کو اپنے حسب منشاء حملہ آور ہونے میں کامیابی کا موقع دیتے تھے چنانچہ ان کا دیوان میر صادق، سپہ سالار قمر الدین خان وغیرہ اسی زمرہ میں تھے اور ٹیپو سلطان کو ان کے حقیقی خیر خواہوں سے بدظن کرا کے اُن سے دور کر رہے تھے تاکہ وہ ان کا ساتھ نہ دے سکیں۔

مدراس کی انگریزی فوج جب جنرل ہاریس کے تحت میسور کی طرف بڑھی تو ٹیپو سلطان نے

لہ نشان حیدری صفحہ ۳۸۳

پورنیا[1] کو ان کی مدافعت کے لئے مامور کیا۔ جو اپنی فوج کو انگریزوں کی مدافعت سے باز رکھ کر اس کے آگے پیچھے لگا رہا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ قابو کی تلاش میں ہے اور اس کی فوج نے کسی مقام پر کہیں حملہ بھی کر دیا تو حملہ آوروں پر زجر و توبیخ کر دی جس سے پھر اس کی فوج نے حملہ کا قصد ہی نہ کیا۔ جب ٹیپو سلطان کو انگریزی فوج کے بڑھے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بذات خود چین پٹن تک آ گئے لیکن عین اسی موقع پر انگریزی جنرل اپنا رخ پھیر کر دوسری سمت چل نکلا۔ ٹیپو سلطان نے یہ خبر پاکر وہی رخ اختیار کیا آخر مڑولی (عرف گلشن آباد) میں غنیم کو جالیا۔ اس مقابلہ میں قمر الدین خان نمک حرامی کر کے اپنی ہی فوج پر ٹوٹ پڑا جس سے ٹیپو سلطان کی فوج کو شکست ہو گئی۔ اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ کورگ کے راستہ سے بمبئی کی انگریزی فوج سرینگ پٹن کی طرف آ رہی ہے اس اطلاع کے ساتھ ہی ٹیپو سلطان کچھ فوج جنرل ہاریس کی مدافعت پہ چھوڑ کر آپ کورگ کی طرف متوجہ ہوئے جہاں ٹیپو سلطان کے بعض سرداروں نے میجر اسٹوارٹ کا مقابلہ کر کے اس کو راستہ سے ہٹا دیا جس کے بعد وہ کالی کوٹ کی طرف نکل گیا اور ٹیپو سلطان سرینگ پٹن لوٹے اس اثنا میں جنرل ہاریس سرینگ پٹن کے قریب آ گئے تھے ایک سمت خود ان کی فوج تھی دوسری طرف سرکار نظام کی امدادی باقاعدہ انگریزی فوج اور بے قاعدہ ریاست کی فوج[2] اور تیسری جانب بمبئی کی فوج ان ہر سہ افواج نے سرینگ پٹن کا محاصرہ کر کے گولہ باری شروع کر دی ٹیپو سلطان کے بعض نمک حرام عہدہ داروں کی وجہ انگریزی افواج ایک شکستہ فصیل کی

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۳۸۳ [2] صاحب نشان حیدری نے ریاست حیدر آباد کی فوج کی تفصیل یہ بتائی ہے کرنل رابرٹ کے تحت چار ہزار سپاہ مدراس و دو ہزار سپاہ بنگالہ، میر عالم کے تحت آٹھ ہزار سوار، رگھن رائے کے تحت چھ ہزار جوان پیادہ

راہ سے قلعہ میں در آئیں اور دروازوں پر قبضہ کر لیا جس کے بعد ٹیپو سلطان بذات خود نکل آئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے ۴ مئی ۱۷۹۹ء (م ۲۹ ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ) کو شہید ہو گئے۔ سرینگ پٹن پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

یہاں ہم یہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ واقعات سے کوئی امر ایسا نہیں پایا جاتا جس سے یہ یقین کیا جا سکے کہ انگریزی کمپنی یا ان کے حلیف نظام علی خان یا ان کے دیوان ارسطو جاہ کا یہ خیال یا یہ منصوبہ تھا کہ ٹیپو سلطان کو شہید کر دیں اور اس کے بعد تمام ملک میسور کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ خود ٹیپو سلطان کے نمک حرام عہدہ دار یہ چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان سے سلطنت منتزع ہو جائے اور وہ اس جنگ میں کام آ جائیں چنانچہ قلعہ سرینگ پٹن پر قبضہ ہونے تک بھی ان کو صحیح خبریں نہیں پہنچائی جاتی رہیں اور مقابلے سے پہلو تہی کرتے رہے اور نہ اس عالم پریشانی میں ٹیپو سلطان کے صلاح کاروں نے کوئی صحیح مشورہ ان کو دیا۔ جب محاصرہ کی صورت دگرگوں ہوتی نظر آئی تو ٹیپو سلطان نے اپنے فرانسیسی سردار موسیٰ سیپو کو طلب کر کے مشورہ کیا جس پر اس نے رائے دی کہ شب میں ایک حصہ فوج کے ساتھ معہ خزانہ وہ قلعہ سے نکل کر چیتل درگ چلے جائیں اور قلعہ سرینگ پٹن خود (موسیٰ سیپو) اس کے سپرد کر دیں۔ یہ ممکن تھا کہ ٹیپو سلطان اس مشورے پر عمل کر کے قلعہ چیتل درگ میں پناہ گزیں ہو جاتے یا ان شرائط کو (گو وہ کتنے ہی شدید کیوں نہ ہوں) قبول کر لیتے جو انگریزوں نے ان کی تحریک صلح پر پیش کئے تھے لیکن انہوں نے نہ ان شرائط کو قبول کیا اور نہ موسیٰ سیپو کے مشورے پر کاربند ہوئے بلکہ پھر اپنے دیوان میر صادق اور پورنیا سے مشورہ کیا جنہوں نے اس

فرانسیسی سردار کی رائے کا تخطیہ اس طرح کیا کہ

"فرانسیسی[1] اور انگریز دونوں ایک ہیں سگ زرد برادر شغال حضرت یقین فرمالیں کہ جیسے ہی حضرت نے قلعہ ان کے سپرد کیا یہ انگریزوں کے تفویض کردیں گے۔"

اس کے بعد بدرالزماں نے اس پر اور مستزاد کیا کہ

"قبلہ[2] عالم! جیسے ہی حضرت کا مع خواتین و خزانہ و شہزادگان قلعہ چھوڑ کر باہر تشریف لیجانا معلوم ہوگا سب جانثاروں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اور شیرازہ جمعیت قائم نہ رہے گا۔"

جس پر ٹیپو سلطان فسخ عزیمت کر کے خزانہ و جواہرات کے صندوق وغیرہ جیسے کے ویسے رکھا دیئے اور راضی برضائے مولیٰ ہو بیٹھے۔

---

[1] سلطنت خداداد صفحہ ۲۴۹ [2] سلطنت خداداد صفحہ ۲۵۰۔
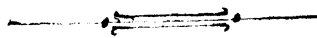
تقسیم ملکِ میسور

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد ملک میسور اور ٹیپو سلطان کی مال و دولت پر انگریزوں
نے قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد اس کی تقسیم کا مسئلہ درپیش ہوا۔ اس نوبت پر فریقین معاہدہ
صرف دو (نظام علی خان اور انگریزی کمپنی) تھے جن میں اس تمام ملک و مال کی تقسیم ہونی چاہیے
تھی لیکن ویلزلی یہ چاہتے تھے کہ اس کی تقسیم میں اپنی آیندہ صلاح فلاح کو پیش نظر رکھ کر اس کو
اس قسم سے تقسیم کریں کہ نظام علی خان کا رقبۂ حکومت بھی بہت زیادہ ہونے نہ پائے اور
اس جنگ میں ٹیپو سلطان کے جس عہدہ دار (میر قمر الدین خان) نے انگریزوں کی طرفداری
کی ہے اس کو بھی کوئی حصہ دیا جائے۔ اور مرہٹوں کو بھی اس میں شریک کیا جائے اگرچہ وہ
اس جنگ میں کوئی عملی حصہ نہیں لئے تھے جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اس قوم کو بھی اس طرح
اپنا ممنون احسان کر کے ہموار کر لیا جائے اور سابق راجہ میسور کی بیوہ کے لڑکے کو تخت
سلطنت پر متمکن کر دیا جائے تا کہ ایک تو اس طرح نیا بنایا ہوا راجہ ان کا شریک و حلیف
رہے اور دوسرے یہ کہ اس نئے راجہ کو متمکن کرنے کی صورت میں بیوہ رانی سے اس معاہدہ
کی تعمیل میں معقول جلب منفعت ہو جو انگریزی کمپنی نے ذریعۂ ترمل راؤ (نایب رانی میسور) ۲۷ ستمبر
۱۷۸۲ء (م ۱۹ شوال ۱۱۹۶ھ) کو بمقام تنجاور کیا تھا۔ یہ سب امور ایسے تھے کہ لارڈ صاحب مذکور

فردفرید اس کو طے کرتے تو اس کا امکان تھا کہ نظام علی خان یا ان کے دیوان ارسطو جاہ کے دل میں سوظنی اور مخالفت پیدا ہوجاتی ۔ اسی بنا پر انہوں نے تقسیم ملک و مال کے لئے ایک کمیٹی مرتب کی جس کے ارکان جنرل ہاریس، کرنل آرتھر ویلزلی[1] ہنری ویلزلی[2] (لارڈ کولی) لفٹننٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک، لفٹننٹ کرنل باری کلوز، کپتان ملکم، اور منرو مقرر ہوئے ۔ اور ریاست آصفیہ کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے ارسطو جاہ سے یہ منظوری حاصل کرلی کہ لفٹننٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک نمایندۂ ریاست رہیں ۔ اس کمیٹی کے مامور ہونے کے بعد مختلف اجلاس ہوئے جس میں تقسیم ملک و مال کے مسایل پیش ہوتے رہے اور جس کی اطلاع وقتاً فوقتاً میر عالم اور جے اے کرک پیاٹرک (رزیڈنٹ) کے ذریعے ارسطو جاہ و نظام علی خان کو ہوتی رہی ۔

تقسیم میں ملک کے علاوہ مال غنیمت بھی تھا جس میں نقد و جواہر کے علاوہ اجناس و جانور بھی تھے ۔ مسایل تقسیم پر ارسطو جاہ نے منجانب نظام علی خان جو اختلاف کیا ہے ان کے خط موسومہ میر عالم سے بخوبی واضح ہوسکتا ہے جس کو ہم نے ضمیمہ ۹ میں بجنسہٖ درج کیا ہے ۔

تقسیم مال کی نسبت ارسطو جاہ کو اطلاع دیگئی تھی کہ غنیمت میں صرف ایک لاکھ ہون کا مال سپاہ سرکار کے حصہ میں آتا ہے جس پر وہ تعجب ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

---

[1] یہ مارکویس ویلزلی کے دوسرے بھائی تھے جو بعد میں لارڈ ولنگٹن سے مخاطب ہوئے ۔

[2] یہ مارکویس ویلزلی کے سب سے چھوٹے بھائی تھے جو بعد میں لارڈ کولی سے مخاطب ہوئے ۔

"گورنر جنرل بہادر نے تو یہ لکھا تھا کہ توشک خانہ و آلات حرب وضرب کے علاوہ کروڑہا روپیہ کا مال تھا جس میں بندگانعالی مساوی کے شریک ہیں اگر یہ کہا جائے کہ سرکار عالی کی جمعیت کم ہے اور کمپنی کی زیادہ، اسی تناسب سے تقسیم ہوگی تو کہا جائے کہ اس صورت میں شرکت مساویانہ باقی نہیں رہیگی جس کی قرارداد ہوی ہے اور اس سے کمپنی کی بدنامی ہوگی ہرگز اس حصہ کو قبول نہ کیا جائے اور اہل کمپنی یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارا قاعدہ ہے کہ غنیمت سپاہیوں کا حق ہے تو ان سے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ٹیپو سلطان کے متعلقین و فرزندان نصف ملک اور خزانہ کے طلبگار ہیں تو ان کو کیوں دیا جاتا ہے اس واسطے کہ قلعہ یورش کے ذریعے فتح ہوا ہے اور فرانسیسیوں کے مثل وہ بھی اسیروں میں داخل ہیں انہیں صرف بقدر پرورش قوت لایموت دینا مناسب اور واجب ہے بقیہ حصہ مساوی ہو اور سرکار عالی او کمپنی انگریزی اپنے اپنے حصہ میں مختار رہے چاہے اپنے سپاہیوں کو دے یا نہ دے۔"

ملک کی تقسیم میں پہلے یہ قرارداد ہوی کہ اس کے تین حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک ٹیپو سلطان کے پسماندوں اور فرزندوں پر تقسیم ہوگا اور باقی دو شرکاء تقسیم کرلیں گے لیکن چونکہ کمپنی کے مطمح نظر یہ تھا کہ انگریزی کمپنی نظام علی خان، پیشوا اور ٹیپو سلطان کے وہ عہدہ دار جو اس جنگ میں انگریزی کمپنی کے طرفدار رہے ہوں اس سے مستفید ہوں اور ان کے علاوہ ریاست میسور پر سابق راجہ کی اولاد سے کسی کو متمکن کر کے اس سے بھی تحت معاہدہ جلب منفعت کرے اس لئے وہ قرارداد کالعدم کردی گئی اور

جب ان مسایل کو پیش کر کے ارسطوجاہ کو یہ اطلاع دیگئی کہ اس طرح ملک تقسیم ہوجائے تو سات لاکھ ہون سالانہ محاصل کا علاقہ سرکار عالی کے حصہ میں آئیگا جس میں سے دولاکھ ہون سالانہ کا علاقہ ٹیپو سلطان کے سپہ سالار میر قمرالدین خان کی جاگیر میں دیا جائے تو ان کے حصہ میں صرف پانچ لاکھ ہون کا علاقہ بچ رہے گا اس علم کے بعد ارسطوجاہ نے میر عالم کو لکھا کہ

"حالیہ جنگ کے دوران میں ٹیپو سلطان نے جب مصالحت کے لئے سلسلہ جنبانی کی تھی تو ان کے پاس جنرل ہاریس نے یہ شرط پیش کی تھی کہ دو کرور روپیہ نقد اور نصف ملک دیدیا جائے اگر اسی پر صلح ہوجاتی تو یقیناً بندگانعالی اس میں سے نصف حصہ پاتے جب ان شرائط پر صلح نہیں ہوی اور ملک حسب مراد بالکلیہ فتح اور شرکاء کے قبضہ میں آگیا ہے تو اس کی تقسیم میں جو کچھ شرکاء کو ملے وہ اس حصہ سے زیادہ ہی ملنا چاہیئے جو ان شرائط کے تحت مل سکتا تھا نہ کہ اس سے کم"۔

کمیٹی نے ارسطوجاہ کی اس حجت پر کوئی لحاظ نہ کیا اور انہیں امور کے تحت تقسیم کی قرارداد کرلی جو ان کے پیش نظر تھے۔ اس کے بعد تفویض و تعین مواضعات کا مسئلہ تھا جس میں منجملہ دیگر مواضع کے ارسطوجاہ یہ چاہتے تھے کہ قلعہ چیتل درگ نظام علی خان کے حصہ میں آئے لیکن مارکوئس ویلزلی کو اس سے بھی اختلاف ہوا اور قرار دیا کہ وہ کمپنی کے ہی ساختہ پرداختہ شخص کے تابع رہے چنانچہ انہوں نے مراسلہ مورخہ ۵ رجون ۱۷۹۹ء کے ذریعہ لفٹننٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک (رکن کمیٹی تقسیم) کو لکھا کہ

"چیتیل درگ[1] اور بیدنور وغیرہ راجۂ میسور کے قبضہ میں دیئے جائیں گے اور ملجاظ اس کے کہ اس راجہ کے ساتھ ہم نے معاہدہ کیا ہے مجھے اعتماد ہے کہ وہ کافی طور پر ہمارے زیر حکم رہیں گے لیکن میں اس امر پر متفق نہیں ہو سکتا کہ چیتیل درگ نظام کے قبضہ میں دیا جائے یہ ہر طرح ایک غیر مطمئن انتظام ہوگا اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ ایسا خیال میر عالم[2] کا ہو تو ان کے دل سے نکال دو۔"

چیتیل درگ کا قلعہ نہایت مستحکم اور شاندار تھا اور حدود ممالک سرکار عالی سے قریب ہونے کے باعث ارسطو جاہ اس کو ممالک محروسہ میں داخل کرنا چاہتے تھے اگر وہ سرکار عالی کے تفویض کیا جاتا تو ممالک محروسہ اور نئے راجہ میسور کے حدود باہم ملجاتے جس کو انگریزی کمپنی مناسب تصور نہیں کرتی تھی اور سوائے اس کے کمپنی کا مقصد غالباً یہ بھی تھا کہ اس موقع پر اس معاہدہ سے بھی فایدہ اٹھایا جائے جو رانی میسو کے ساتھ ۲ ستمبر ۱۷۸۲ء کو نسبت تخت نشینی راجہ اس کے نایب کے ذریعے ہوا تھا اور جس کا آخری فقرہ یہ تھا:

"نظام[3] اور مرہٹوں کو اس حصۂ ملک کے سوائے جو وراثتہً ان کے قبضے میں رہا ہو اور کوئی خطہ نہ دیا جائے۔"

اسی لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی مزید قطعہ نظام علی خان کے قبض و تصرف میں جائے اگر ایسا ہو جاتا تو کمپنی کو اس معاہدے کے تحت کسی مطالبہ کا قانونی حق

---

[1] ڈسپاچیس آف ویلزلی مرتبہ آر یم مارٹن جلد ۲ صفحہ ۲۵
[2] میر عالم اس معاملہ میں صرف ایک سفیر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔
[3] دی ٹریٹیز سی یو ایچیسن طبع ۱۹۲۹ء جلد نہم صفحہ ۲۲۸

باقی نہیں رہتا۔ ان امور متنازعہ پر حسب منشاء ارسطوجاہ میر عالم نے کمیٹی تقسیم میں اور مستقیم الدولہ[۵۱] نے رزیڈنٹ (جے اے کرک پیاٹرک) سے استبداد کیا جس کی اطلاع پر مارکویس ویلزلی نے اپنے مراسلہ نشان (۲۳) مورخہ ۳۰ ؍ جون ۱۷۹۹ء لکھا کہ

"باوجود برٹش گورنمنٹ اور میرے حسن سلوک کے میر عالم نے ہم دونوں (یعنے ویلزلی اور کرک پیاٹرک) کے خلاف بے چینی پیدا کرنے کے لئے اپنی بے بنیاد شکایات کے ذریعے (جو انہوں نے اعظم الامرا کو سرنگاپٹم سے لکھے ہیں) ہر ایک کوشش کو عمل میں لایا ہے مجھے معتبر اطلاع ملی ہے کہ میر عالم کی اس روش کی سوائے اس کے کوئی اور وجہ نہیں کہ وہ سرنگاپٹم کی تقسیم غنیمت میں کوئی ذاتی حصہ پانے سے محروم رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی عاقبت اندیشی سے اپنے آپ کو جنرل ہاریس کے حصہ کے مساوی کا مستحق قرار دیتے ہیں ان کے اس ناواجبی ادعا سے انحراف کئے جانے پر یہ بے چینی واقع ہوئی یہ طرز عمل ان کی شان سے بعید اور ان کے اقرار کے مغایر ہے اور برٹش گورنمنٹ کے جو عنایات ان پر رہے ہیں اس کے خلاف ہے اور آیندہ سے میرے خیال میں وہ بدگمانی سے دیکھے جانے کے قابل ہوں گے۔"

اس سے یہ ظاہر ہے کہ لارڈ صاحب نے میر عالم کو ریاست میں اور خود رئیس کے پاس بدنام کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ مال غنیمت سے اپنے لئے کسی حصہ کے طلبگار تھے جس کے نہ ملنے پر وہ یہ اعتراضات پیدا کر رہے ہیں۔ ارسطوجاہ کا محوّلہ خط دیکھا جائے تو

---

[۵۱] میر عالم جب مہم میسور پر روانہ ہوئے تو ان کی جگہ مستقیم الدولہ ارسطوجاہ اور رزیڈنٹ کے مابین وکیل مقرر ہوئے تھے

معلوم ہوگا کہ ان اعتراضات میں میر عالم کی ذاتی رائے کو بہت کم دخل تھا جو کچھ انہوں نے عمل کیا صرف امتثال امر میں بموجب ہدایت کیا ہے۔

اس کے بعد اسی خط میں ویلزلی نے نظام علیخان اور ارسطو جاہ کے اعمال پر بھی تنقیدی نظر ڈالی ہے اور اس میں ان فواید و برکات کا ذکر کیا ہے جو نظام علی خان اور ان کی ریاست کو انگریزی اتحاد سے حاصل ہوئے تھے تاکہ ان سب کے اظہار کے ساتھ نظام علی خان یا ان کے دیوان ارسطو جاہ تقسیم کے مسئلہ پر زیادہ گہری نظر ڈالکر کسی غلطی فہمی میں نہ پڑیں یا مخالف نہ ہو جائیں چنانچہ مارکوئیس ویلزلی لکھتے ہیں۔

"نظام اور اعظم الامرا کے اعمال بھی اسی قبیل سے ہیں بیں اس سے زیادہ سبک اور خارج از عقل کوئی امر نہیں پاتا جو انہوں نے ہماری اور نظام کی فوج سے اس کی بہادری اور محنت کے صلے اور انعام کے حقوق چھین لینے کے لئے کیا ہے نظام کی فوج کیا بہ اعتبار تعداد اور کیا بلحاظ قابلیت اتنی ناقص اور کم تھی کہ کمپنی کے مماثل نظام کا حصہ قرار دینے میں بڑی ناانصافی ہوگی اس صورت میں ہماری فوج خاطر خواہ محنت اٹھانے کے باوجود اپنے متوقعہ استفادہ سے محروم رہیگی۔ نظام کے رسالے کو (جو بے قاعدہ ہونے کی وجہ سے انتظام کے قابل نہیں) چھوڑ کر باقی فوج ہماری افواج کے ساتھ ساتھ انعام پائے اس کے سوائے اور کوئی اصول اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ نظام کے رسالے کی بابت میر عالم کے ساتھ ایک تصفیہ ہوا تھا آیا میر عالم نے نظام کی پیدل فوج کو ان کے رقمی انعامی حصص سے محروم رکھا اور نظام کے ذاتی استعمال کے لئے اس کو محفوظ کر دیا یہ ایسا سوال ہے جس کے

دریافت کرنے کی مجھے ضرورت نہیں اور نہ میں ایک ایسے معاملہ میں دخل دیکر برٹش گورنمنٹ کے اعمال کو دھبہ لگانا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس امر میں میرے انکار سے ہز ہائنس کے ساتھ کے اتحاد کو نقصان پہنچیگا میں اپنے اس خط کو نظام اور اعظم الامرا اور مستقیم الدولہ کے رویہ اور زبان پر روشنی ڈالتے ہوئے ختم کرتا ہوں۔ بڑا افسوس ہے کہ میں ان کی حالیہ گفتگو کی اطلاعوں میں ایک ایسی ہوا پاتا ہوں جو ہمارے اور ریاست حیدرآباد کے تعلقات کی مضبوطی کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ مستقیم الدولہ کی زبان سخت ناپسندیدہ ہے اور چونکہ وہ میر عالم کے قریبی رشتہ دار ہیں[۵۱] اس لئے ان کے مربی اور قرابت دار کی (مطالبۂ انعام میں) ناکامیابی ان کی اس گستاخی اور جرأت کا درپردہ باعث ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مستقیم الدولہ نے جو زبان استعمال کی ہے اس کی نسبت قبل از قبل اعظم الامراء سے مشورہ ہو چکا تھا۔ یہ صورت قابل زجر و توبیخ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مستقیم الدولہ سے میرے ان اقتدارات کا اظہار کروگے جو نظام نے مجھ کو قبل ازیں دئے ہیں۔ یہ فرد اقتدار جو میرے ہاتھوں میں دیگئی برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ اقتدار کے نظر کرتے بالکل مہمل اور فضول ہے۔

سرینگ پٹن کے قلع قمع کے بعد سے نظام نے دو دفعہ یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ میرے ان مکمل اقتدارات میں ذرا بھی مداخلت نہ کرینگے جو انہوں نے فتح میسور میں اپنے فواید کی نسبت استعمال میں لانے کے لئے میرے سپرد کئے تھے میری خواہش ہے کہ تم بہت جلد مستقیم الدولہ کو اُن کی شوخ کلامی پر جو انہوں نے برٹش گورنمنٹ کی نسبت کی ہے مبینہ طریقہ پر تنبیہ کر دیں۔

---

[۵۱] میر عالم کی علاتی بہن مستقیم الدولہ سے منسوب تھیں۔

اور اگر مزید سختی کی ضرورت ہو تو اُن کو ان کے پنشن[1] (الونس) سے محروم کر دیں اور ساتھ ہی تم دیوان کو اسی تفصیل کے ساتھ جس سے مجھے واقف کیا گیا ہے یہ ظاہر کریں کہ آیا انہوں نے اپنے نوکروں کو ایسی ناجایز گستاخی اور بدکلامی کی اجازت دے رکھی ہے اس موقع پر اعظم الامرا کو ان فوایدو برکات سے آگاہ کرانا نامناسب نہ ہوگا جو نظام گورنمنٹ نے گزشتہ سال برٹش طاقت سے اتحاد کی بدولت حاصل کئے ہیں چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں نظام کو اس مسلح اور باقاعدہ جماعت (فرانسیسی) کی بغاوت سے خلاصی دلائی گئی جو ان کی ریاست کے مرکز میں اس کی آزادی پر اثر ڈال رہی تھی۔ اُن کے دشمن، مرہٹوں کی مداخلت انگریزی قوت سے روکی گئی جن سے ان کی قوت کی تباہی ہو جاتی۔ ان کا نہایت نا ممکن التسخیر دشمن (ٹیپو سلطان) ان کے خزانہ پر کوئی مزید صرفہ عاید کئے بغیر تباہ و تاراج کر دیا گیا اور اُس دشمن کے عوض ایک ایسی قوت (یعنے نیا راجہ میسور) قایم کی گئی جو ان کے ساتھ متحد ہے اور جس سے ان کی ریاست کو بالکلیہ اطمینان ہے اس کے علاوہ انہوں (نظام) نے ملک کا ایک بڑا حصہ اور اس کا محاصل اور فتح و شہرت اپنی فوج کے ذریعے حاصل کی ہے جس نے برٹش آفیسروں کے تحت جنگ میں اپنی خدمات بجا لائے فی الجملہ انہوں (نظام) نے ایک پست حالت سے اپنے ملک میں اور بیرونجات میں حقیقی قوت اور عزت اور نام حاصل کیا اور ہندوستان کے اور بادشاہوں میں ایک ذی وقعت مرتبہ پایا یہ سب برٹش طاقت کے ساتھ اتحاد کے نتایج ہیں جو بلا کسی کوشش اور محنت کے انہوں نے

---

[1] معلوم یہ ہوتا ہے کہ انگریزی سے منتظم الدولہ کو بھی کوئی الاونس ماہوار مقرر تھا۔

حاصل کئے یہ بھی کوئی عاقبت اندیشی ہے کہ مال غنیمت پر نہرہائی نس کی عدم دست رسی (جو برٹش گورنمنٹ سے اس بنا پر جایز رکھی گئی تھی کہ مال غنیمت سے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کیجائے جنہوں نے اس جنگ کے موقع پر اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا تھا) سے باوجود اتحاد سے اپنے فواید حاصل کرنے کے اپنے تعلقات کو خطرے میں ڈالنے کے درپے ہے۔

یہ خط اس وقت لکھا گیا ہے جب کہ کمپنی نے اپنے حسب منشا تقسیم ملک و مال کر کے اسی کے تحت طے نامہ مورخہ ۲۲ جون ۱۷۹۹ء (م ۱۷ محرم ۱۲۱۴ھ) کی تکمیل کر لی جس کی رو سے (ان تمام متہائیوں کے بعد جن کا ذکر قبل ازیں کیا گیا ہے) پانچ لاکھ سینتیس ہزار تین سو تیس پگوڈا پونے دو فنم کا علاقہ نظام علی خان کے حصہ میں آیا۔ اور اس علاقہ میں سے بھی دو ثلث حصہ نظام کو ملا جو پیشوا کے لئے رکھا گیا تھا اس لئے کہ انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔

تقسیم ملک و مال کی جو کمیٹی قایم ہوی تھی اس کی برخواست کے بعد میر عالم مدراس ہیں مدعو کئے گئے جہاں ۸ ربیع الثانی ۱۲۱۴ھ (م ۹ ستمبر ۱۷۹۹ء) کو بڑا بھاری جشن فتح منایا گیا اس کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو کر ۲ جمادی الاول ۱۲۱۴ھ (م ۲ اکٹوبر ۱۷۹۹ء) کو معہ افواج امدادی حیدرآباد پہنچے۔ اس فوج کی چھاؤنی کے لئے بلدہ حیدرآباد کی شمالی سمت میں حسین ساگر کے پرے ایک مقام تجویز کیا گیا یہی مقام بعہد سکندر جاہ اچھی طرح آباد ہو گیا تو انہیں کے نام پر اس کا نام سکندرآباد رکھا گیا۔

اسی زمانہ میں سکندر جاہ کی شادی ارسطو جاہ کی پوتی جہاں پرور بیگم سے بمقام

بیدر ہوی ۔ اس تقریب سے فراغت پانے کے بعد نظام علی خان انتظام ممالک مفتوحہ کی طرف متوجہ ہوئے اور میر عالم کو اس کے بندوبست اور حصول عمل دخل کے لئے روانہ فرمایا ۔ ان کے تحت مہاراجہ چندولال وغیرہ بھی مامور کئے گئے ۔

اسی تنظیم کے دوران میں نظام علی خان نے اس حصہ ملک کو اپنے صاحبزادے سلیماں جاہ اور ارسطو جاہ کی جاگیر میں دیکر اس کی اطلاع لارڈ صاحب کو کردی لیکن اسی زمانے میں انگریزی کمپنی کے مدنظر ایک ایسے طے نامہ کی تکمیل تھی جس کی رو سے سرکار نظام کی انگریزی امدادی فوج میں دو پلٹن اور ایک رجمنٹ کا اضافہ کیا جائے اور اس کی تنخواہ میں حالیہ مفتوحہ ملک اور سابقہ حاصل کردہ علاقہ (جو ۱۷۹۲ء م ۱۲۰۵ھ کی جنگ میسور میں بحصہ نظام آیا تھا) حاصل کرلیا جائے ۔ اور جب اس تجویز کی بموجب انگریزی رزیڈنٹ جے ۔ اے ۔ کرک پیاٹرک نے نظام علی خان سے طے نامۂ امدادی بابتہ ۱۸۰۰ء ۲۲ ھر جمادی الاول ۱۲۱۵ھ (م ۱۲ ھر اکٹوبر ۱۸۰۰ء) کو تکمیل کرالیا تو لارڈ صاحب نے ذریعۂ مراسلہ مورخہ ۲ ھر نومبر ۱۸۰۰ء (م ۱۴ ھر جمادی الثانی ۱۲۱۵ھ) لکھا ۔

"چونکہ اس خط میں[1] سرفرازی جاگیر کی اطلاع دیگئی ہے اس سے حدود مواضع و نام مقامات کا تعین نہیں ہوتا ہے اس لئے ان کی صراحت فرمائی جائے" ۔ جس سے یہی پایا جاتا ہے کہ اس کے جواب میں جن جن مواضع کا نام لکھا جاتا ان کی نسبت یہی عذر کیا جاتا کہ وہ اس طے نامہ کی رو سے افواج امدادی کی تنخواہ میں دواماً تفویض کردئے گئے ہیں ۔

[1] اصل خط اور اس کی منسلکہ فرد کی نقل یہ ہے : ـــ "آنچہ ملک و تعلقات در مہم ٹیپو سلطان بحصہ سرکار دولتمدار آمدہ

اسی سنہ میں اعتقاد الدولہ شمشیر جنگ محمد وفادار خان کا باغ انگریزی رزیڈنٹ کی سکونت کے لئے مختص کر کے اس میں ایک محل تعمیر کرایا گیا جس کا صرفہ سرکار عالی پر عاید ہوا صاحب حدیقۃ العالم نے اس کا خرچ جملہ دو لاکھ روپے بتایا ہے اب تک بھی اس کے ضروری مصارف وغیرہ کی پابجائی تا حد علم حکومت سرکار عالی سے ہوتی ہے۔

میر عالم کی خدمت وکالت سے علیحدگی اور اس کے اسباب اور خدمت وکالت کا انضمام دیوانی میں

اس بندوبست اور عمل دخل کے اختتام پر مارکوییس ویلزلی کے اس مراسلہ[1] کا اثر ظاہر ہوا جو انہوں نے رزیڈنٹ کرک پیاٹرک کے نام لکھا تھا اور جس میں انہوں نے میر عالم کی نسبت خیال ظاہر کیا تھا کہ "وہ بدگمانی سے دیکھے جانے کے قابل ہوں گے"۔ چنانچہ وہ نظر بند[2] کر دیئے گئے اور ان کی خدمت وکالت ارسطو جاہ نے اپنی خدمت دیوانی میں ضم کر دی۔

خدمت وکالت کے انضمام کے بعد سے رزیڈنٹ اور مدار المہام کے مابین کوئی توسل قایم نہ رہا۔ جو کچھ مراسلت یا حکم احکام ہوتے بالراست طے پاتے۔ عہدنامۂ امدادی کی تکمیل سے قطع نظر بھی کر لیجائے تو سکندر جاہ کی تخت نشینی میں لارڈ صاحب سے استمداد کی تحریک پہلی اور انضمام وکالت دوسری غلطی تھی جس سے ارسطو جاہ نے ریاست کی خود مختاری کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تفصیل ذیل عنایت فرمودہ شد:۔

برخوردار سعادت آثار اقبال یار و کامگار نامدار رئیس الملک سلیمان جاہ بہادر	فرزند ارجمند سعادت و اقبال نشاں رفعت و جاہ نثار مختار دولت آصفیہ وکیل مطلق ارسطو جاہ بہادر
دو حصہ	یک حصہ

[1] مراسلہ نشان ۲۴ مورخہ ۳۰ جون ۱۷۹۹ء

[2] تفصیل مطلوب ہو تو ملاحظہ ہو "میر عالم"

انتقالِ نظام علی خان

نظام علی خان کا انتقال اور ان کا دفن

میسور کی جنگ کے اختتام کے بعد انگریزی کمپنی کی توجہ مرہٹہ ریاستوں پر منعطف ہوی اور اس کوشش میں رہی کہ ان کو بھی اپنے زیر اثر کر لے چنانچہ ۱۸۰۱ء (م ۱۲۱۵ھ) کے بعد سے ۱۸۰۳ء (م ۱۲۱۸ھ) تک وہ اسی تگ و دو میں لگی رہی اور چونکہ ممالک محروسہ سرکار عالی کے حدود مرہٹہ ریاستوں کے حدود سے متصل تھے اس لئے مرہٹوں کے مقابل کی جنگ میں نظام علی خان کی امداد ضروری تھی اور اس کے علاوہ عہدنامہ جات کی روسے بھی بصورت جنگ کمپنی کی مدد کرنا ان پر لازم تھا لیکن اس وقت تک ان کے ایام حیات ختم ہو گئے اور انھوں نے سابقہ مرض (فالج) کے سلسلہ میں ۷ اربیع الثانی ۱۲۱۸ھ (م ۶ ہر اگست ۱۸۰۳ء) کی صبح عالم جاودانی کی سیر فرمائی اور ریاست کو اپنے صاحبزادے سکندرجاہ اور مدارالمہام ارسطوجاہ کے ید قدرت میں چھوڑا۔

انزہاق روح کے ساتھ ہی ارسطوجاہ کی تحریک پر رزیڈنٹ نے حضوری ڈیوڑہی پر اور ہر ایک صاحبزادے کے محل پر ایک ایک سرکردۂ ولایتی معہ دو دو سو جوانان بار کے متعین کر دیا جس سے تخت نشینی میں کوئی فتنہ و فساد ہونے نہ پایا۔

نظام علی خان کی نعش صحن مکہ مسجد میں ان کی والدہ کی بائیں جانب سپرد خاک کی گئی۔ ان کے اور ان کے بعد کے انتقال کئے ہوئے رؤسا کی قبروں پر ایک معمولی سائبان تھا چند سال قبل ہمارے اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان خلد اللہ ملکہ نے ان تمام قبور پر ایک سنگ بست عمارت تعمیر کروائی ہے جس کے دیکھنے سے گذشتہ بادشاہوں کی عظمت و وقار کا تصور ذہن میں آجاتا ہے قبر پر شاہ تجلی کے مشہور شاگرد شیر محمد خان ایمان کا یہ قطعہ کندہ کر کے لگایا گیا ہے۔

برروح پاک میر نظام علی مدام	خوانند باوضو ہمہ اشخاص فاتحہ
زین مصرع عجیب دو تاریخ را بخوان	مستوجب بہشت۔ باخلاص فاتحہ
۱۲۱۸ ھ	۱۲۱۸ ھ

ازواج و اولاد نظام علی خان

صاحب نگارستان آصفی نظام علی خان کے صرف چار محلات کا نام بتا کر یہ کہتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بہت سی ازواج تھیں صاحب گلزار آصفیہ و توزک آصفیہ و شجرۂ آصفیہ نے ایک ایک مزید نام بتایا ہے ان مورخین کے اعتبار سے جملہ سات محلات معلوم ہوتے ہیں لیکن ہماری تلاش میں فی الجملہ نو محلات دریافت ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) زیب النساء بیگم (۲) بخشی بیگم (۳) تہنیت النساء بیگم (۴) عنایت النساء بیگم (۵) فضل النساء بیگم (۶) سلطانی بیگم (۷) جانی بیگم (۸) کریم النساء خانم۔ (۹) بہور بانو بیگم۔ بقول صاحب شجرۂ آصفیہ زیب النساء بیگم معروف بہ برہان پوری بیگم کے بطن سے جہاندار جاہ تھے دوسری بیوی بخشی بیگم کے بطن سے میر احمد علی خان عالیجاہ تھے

جو خروج کرنے کے بعد ۱۲۱۰ھ (م ۱۷۹۵ء) میں انتقال کر گئے تیسری بیوی تہنیت النسا بیگم سے دو صاحبزادے تولد ہوئے ایک میر اکبر علی خان سکندر جاہ دوسرے میر تیمور علی خان اکبر جاہ چوتھی بیوی عنایت النسا بیگم سے دو فرزند (میر سجان علی خان فریدوں جاہ و میر جمشید علی خان[1] جمشید جاہ) اور دو لڑکیاں (بشیر النسا بیگم و ریاض النسا بیگم) ہوئے تھے بہرور بانو بیگم سے میر جہانگیر علی خان سلیمان جاہ اور روشن آرا خانم کے بطن سے میر جہاندار علی خان کیوان جاہ تھے ان کے علاوہ جو صاحبزادیاں تھیں ان کے متعلق یہ متعین نہیں ہو سکتا کہ کس کس کے بطن سے تھے ان کے نام حسب ذیل ہیں :-

دیگر صاحبزادیاں :- (۱) فخر النسا بیگم (۲) جہاں آرا بیگم (۳) ساجدہ بیگم (۴) امیر النسا بیگم (۵) سلیمہ بانو بیگم (۶) نقشبندی بیگم (۷) قمر النسا بیگم (۸) کابلی بیگم (۹) حمدۃ النسا بیگم (۱۰) فرحت النسا بیگم (۱۱) نور جہاں بیگم (۱۲) امامی بیگم صاحب شجرۂ آصفیہ نے دو نام مزید بتائے ہیں ایک بدری بیگم دوسرے بہجت بیگم ۔

عمارات | بلدۂ حیدرآباد کو پایۂ تخت قرار دینے کے بعد اپنی رہائش کی خاطر نظام علیخاں نے کئی محل تعمیر کرائے ۔ چہار بنگلہ جو عرف عام میں چو محلہ کے نام سے مشہور ہے گلشن محل مہابت محل ۔ موخر الذکر ہر دو محل اب اس نام سے موسوم و معروف نہیں ہیں زمانہ مابعد میں یا تو ان کے نام بدل دیئے گئے ہیں یا ان کو منہدم کر کے ان کی جگہ کسی اور نام کے محل تعمیر ہوئے

---

[1] صاحب نگارستان آصفی نے ان کا نام میر انتظام علی لکھا ہے اور صاحب گلزار آصفیہ نے میر جمشید علی ۔

نوازش محل[1] نام کا بھی ایک محل تعمیر ہوا تھا جو نظام علی خان کے قدیم خانساماں نوازش علی کے زیر اہتمام تکمیل پایا اور اسی مناسبت سے اس کا نام نوازش محل رکھا گیا انہیں نوازش علی کے زیر نگرانی پادشاہی عاشور خانہ کی ترمیم بھی ۱۲۰۱ھ میں ہوئی تھی

روشن بنگلہ اور پنچ محلہ بھی نظام علی خان ہی کی تعمیرات کردہ عمارات ہیں ہم کہا جاتا ہے کہ یہ اُس چوبینہ سے تعمیر ہوئے ہیں جو نرمل کے ابراہیم باغ کی عمارتوں کو منہدم کر کے حیدرآباد لایا گیا تھا۔ اس کے متعلق صاحب تذکرہ نرمل کا بیان ہے کہ ابراہیم بیگ[2] خان دھونسہ کے فرزند احتشام جنگ جب ایلچپور پر مامور ہوئے تو انہوں نے اپنے لئے ایک مکان کی تیاری شروع کی اس شہر میں ایک مکان موسوم بہ سبز بنگلہ تھا جس کو آصف جاہ اول نے تعمیر کرایا تھا احتشام جنگ نے اس محل کو منہدم کر کے اس کے ملبہ اور چوبینہ سے اپنا محل تیار کیا جب یہ اطلاع نظام علی خان کو ہوئی تو وہ بہت غضب آلود ہوئے۔ ارسطو جاہ نے ان کے رفع غضب کے لئے یہ صورت انتقام پیش کی کہ احتشام جنگ کے والد کی بنا کردہ عمارات جو ابراہیم باغ میں واقع ہیں منہدم کر کے ان کا چوبینہ بلدہ طلب کر لیا جائے اور اس سے یہاں مکانات و محل تیار کرائے جائیں چنانچہ حسبہٖ احکام جاری ہوئے اور تعمیل ہوئی۔ روشن بنگلہ اور غنی محل غنی یار خان داروغہ عمارات کی زیر نگرانی تیار ہوئے تھے۔ اسی پر سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ پنچ محلہ بھی انہیں کی نگرانی میں تعمیر ہوا۔

تمّت دورِ دوم

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۹۳

[2] تذکرہ نرمل صفحہ ۹۷۔

ضمیمہ (الف)

شجرۂ نظام علیخان

میر قمر الدین خان نظام الملک
آصف جاہ اول

- خیر النساء بیگم — ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ
- میر محمد پناہ امیر الامراء غازی الدین خان فیروز جنگ
- میر احمد خان نظام الدولہ ناصر جنگ شہید
- سید محمد خان امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ
- میر نظام علی خان نظام الملک **آصف جاہ ثانی**
- میر شریف خان شجاع الملک بسالت جنگ
- میر مغل علی خان ناصر الملک ہمایوں جاہ

- میر احمد علی خان ماہ جاہ
- میر اکبر علی خان سکندر جاہ **آصف جاہ ثالث**
- میر سبحان علی خان فریدوں جاہ
- میر تیمور علی خان اکبر جاہ
- میر جمشید علی خان جمشید جاہ
- میر ذو الفقار علی خان جہاندار جاہ
- میر جہانگیر علی خان سلیمان جاہ
- میر جہاندار علی خان کیواں جاہ

- میر فرخندہ علی خان ناصر الدولہ **آصف جاہ رابع**
- میر بشیر الدین علی خان صمصام الدولہ
- میر گوہر علی خان مبارز الدولہ
- میر تفضل علی خان سیف الملک میر بادشاہ
- میر منور علی خان منور الدولہ
- میر فیاض علی خان ذو الفقار الدولہ
- میر محمود علی خان قطب الدولہ
- میر داور علی خان قمر الدولہ
- میر فتح علی خان مظفر الدولہ

- میر تہنیت علی خان افضل الدولہ **آصف جاہ خامس**
- میر جہانگیر علی خان روشن الدولہ

میر محبوب علی خان
آصف جاہ سادس

- میر فاروق علی خان
- نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ و دولتہ **آصف جاہ سابع**
- میر احمد محی الدین خان صلابت جاہ
- میر محمود محی الدین خان بسالت جاہ

- والاشان میر حمایت علی خان بہادر **اعظم جاہ ولی عہد**
- والاشان میر شجاعت علی خان بہادر **معظم جاہ**
- میر کاظم علی خان کاظم جاہ
- میر عابد علی خان عابد جاہ
- میر حشمت علی خان حشمت جاہ
- میر ہاشم علی خان ہاشم جاہ
- میر تقی علی خان تقی جاہ
- میر بشارت علی خان بشارت جاہ
- میر رجب علی خان رجب جاہ
- میر سعادت علی خان سعادت جاہ

میر برکت علی خان مکرم جاہ مجیدی

ضمیمہ (ب)

عہدنامہ اییت گیر سنہ ۱۱۹۸ھ

اول اینکہ تجویز طرفین آنچہ مصلحت قرار یافت بعد قرار یافتن آن مصلحت نفع و نقصان ندیدہ آن مصلحت را بہ انجام باید رسانید و بعد شروع شدن آن مصلحت اگر در دل راؤ پنڈت پردھان آید کہ این مصلحت را دار مدار کردہ فیصل باید نمود و در خاطر حضرت بندگانعالی آید کہ این مصلحت را دار مدار نکردہ بانصرام باید رسانید لازم کہ پنڈت پردھان بلا اندیشہ متفق مشورہ بندگانعالی بودہ مصلحت مذکور را بانجام رسانند۔ علی ہذا القیاس ما بین مصلحت در دل حضرت بندگانعالی آید کہ این مصلحت را دار مدار کردہ فیصل باید نمود و بدل راؤ پنڈت پردھان آید کہ دار مدار نکردہ این مصلحت بانصرام باید رسانید لازم کہ بندگانعالی بلا اندیشہ متفق مشورہ پنڈت پردھان بودہ مصلحت مذکور را بانجام باید رسانید و اگر بصلاح طرفین آید کہ این مصلحت را بدار مدار فیصل باید کرد آن وقت مضایقہ نیست بمشورہ طرفین ہر چہ قرار باید موافق آن دار مدار باید کرد۔

دویم انکہ در خاطر بندگانعالی آمد کہ فلان مصلحت باید کرد و در مصلحت راؤ پنڈت پردھان آن مصلحت نیامد و بندگانعالی بجد شدند کہ این مصلحت قرار می دہم باید کہ دلازم کہ پنڈت پردھان قبول نمودہ در مصلحت قرار دادہ بندگانعالی شریک باشند علی ہذا القیاس در خاطر راؤ پنڈت پردھان آمد کہ فلان مصلحت باید کرد و در مصلحت بندگانعالی آن مصلحت نیامد راؤ پنڈت پردھان

بہم رسند که مصلحت که قرار می دہم باید کرد لازم که بندگانعالی قبول فرموده در مصلحت قرارداده
راؤ پنڈت پردهان شریک باشند ـ

سیوم آنکه وقتیکه باتفاق طرفین مہم کرناٹک قرار یافت آنچه ملک وقلاع وگڈھی ہا و
کھنڈنی مال وامتعه وغیره بدست آید ازانجمله محالات پنجاه وسه لک وہشتاد وسه ہزار روپیه
جمع کامل بابت عمل مادھوراؤ متوفی که پیشکش آن پانزده لک روپیه حیدرعلی خان قبول نموده
بود آن تعلقه بطرف راؤ پنڈت پردهان باشد درآن حصه سرکار بندگانعالی نیست وتعلقه
کڑپه وغیره بابت عبدالحلیم خان وغیره اقرباء وازتعلقه کرنول وغیره جاگیر رمست خان بہادر
وغیره پسر واقرباء وآنچه درتعلقه ادونی وغیره از ۱۱۸۲ فصلی که درتصرف حیدرعلی خان بود و درین ولا
فتح علی خان قابض ومتصرف است درسرکار بندگانعالی باشد درآن حصه راؤ پنڈت پردهان
نیست سوائے این هرچه بدست آید نصفا نصف حصه نمایند ویکے حصه ملک نوشته اندازد و
یکے بردارد ودرحصه ملکے که درسرکار بندگانعالی خواهد آمد راؤ پنڈت پردهان را درآن ازوجه
چوتھ وغیره بابت ہائے شراکت نیست مگر آنچه وجه چوتھ ومقطعه تعلقه ادھونی وکرنول درسرکار
راؤ پنڈت پردهان می رسید جاری باشد ـ

چہارم آنکه در دولت حضرت بندگانعالی یا بردولت راؤ پنڈت پردهان اگر مخالفے
نظر بد کرده عزم کند چه بندگانعالی وچه راؤ پنڈت پردهان سود وزیان ندیده باجمعیت آمده
شریک یکدیگر شوند وبتنبیه مخالف سرگرم باشند هرگاه باهم نوشته برسد بے درنگ ہمان وقت
یکے شریک دیگرے بردولت هرکه مخالف نمودار شد موافق مصلحت آن شخص سردار دیگر

متفق باشد و از صواب دید او مخالفت نورزد۔

پنجم آنکه اگر بر دولت بندگانعالی و راؤ پنڈت پردھان یک دفعه مخالف ها عزم نمایند بمشورت بندگانعالی و راؤ پنڈت پردھان دفعیه و تنبیه او باید کرد و بپاس دولت خود متحرک سلسله علیحده علیحده نباید شد و هرچه کردن باشد تجویز طرفین باید کرد۔

دفعه ششم آنکه قرار مدار عملداری جزئیات مثل چوتھ و سردیسمکھی وغیره فیما بین بعمل آمده است موافق آن کمایشداران راؤ پنڈت پردھان و عمال و جاگیرداران سرکار بندگانعالی باهم قایم باشد احیانا از کسی زیادتی سوائے اقرار بعمل آید فیما بین هر دو سرکار موافق قرار از نوشت خواند تصفیه نمایند بنابر جزئیات خلل در کلیات نباید و کلیات موافق قرار قایم باشد۔

هفتم اینکه در دولت حضرت بندگانعالی یا در دولت راؤ پنڈت پردھان اگر کار کمک فوج روید هد از جانبین کمک بعمل می آمده باشد۔

هشتم آنکه از طرفین تدبیر برهمی دولت یکی دیگرے نکند و اگر سررشته برهمی دولت یکی بدست دیگرے بیاید آن سررشته را برهم سازد و گفته کسی درین امر مسموع نباشد و و از ین مراتب همدیگر اطلاع می شده باشد۔

نهم آنکه هر مشورت که مقرر کردن باشد بنابر آن بر نوشت و خواند خطوط است تفصیل آن از طرفین نوشته شود و حواله آن بر خطوط و کلا درمیان نباشد و اگر حواله خط کسی باشد مسودهٔ آن خط ایصال دو همدیگر پیش او باشد و اصل آن پیش همدیگر نماید۔

دهم آنکه تجویز طرفین مصلحتے قرار یافت و از طرفین متوجه آن مصلحت شدند اتفاقاً مخالف دیگر

بر ملک حضرت بندگانعالی با راؤ پنڈت پردھان نمودار شود بمشورت همدیگر ورزند واز مصلحتے که بر وقایم شدند نمودهٔ تنبیه مخالفے که بر ملک یکے رو آورده باشد از طرفین باید کرد ۔

یازدهم اینکه از سرداران هر دو دولت راج کاران طرفین نباید داشت فقط دوستے اگر نماید مضایقه ندارد ۔

دوازدهم آنکه بخاطر راؤ پنڈت پردھان رسید که فلان مصلحت باید کرد آن مصلحت بخاطر بندگانعالی نرسیده دیگر مصلحت اگر بر خاطر حضرت گوارا شد اگر ازین جهت کشش میان آمد از طرفین همچنین کشش باهم نباشد و بر هر مصلحتے که نفع و نیک باشد آن مصلحت را باید کرد ۔

سیزدهم آنکه هفت لک روپیه بابت مقطعه راج مندری وغیره بابت سرکار بندگانعالی بطرف انگریز است بندگانعالی بگیرند و پانزده لک روپیه پیشکش راؤ پنڈت پردھان که بطرف فتح علی خان است راؤ پنڈت پردھان بگیرند تهه نامه بندگانعالی و راؤ پنڈت پردھان با انگریز است احیاناً از طرف انگریز برخلاف تهه نامه بعمل آید و جهم بر آنها از طرفین کردن لازم شود سرکار مصطفےنگر و ویلور و سیکاکل و راج مندری چهار سرکار بلا شرکت در سرکار بندگانعالی و تعلقه بنجاور بلا شرکت بطرف راؤ پنڈت پردھان باشد تتمه آنچه مال ملک وغیره و قلاع و گڈهی ها نصفا نصف باید گرفت ۔

دفعه چهاردهم آنکه از طرفین سوائے صلاح و امداد فوج هر کس که مکان یا سنوستان این طرف تنگ بهدرا حضرت بندگانعالی یا راؤ پنڈت پردھان هر کس که تسخیر نمایند اگر در تعلق بندگانعالی باشد خود قابض و متصرف شوند و جهه چوتھ معه تابینی و ساهوتره و سردیسکهی موافق معمول

واجبی بالمقطعہ ہرچہ جاری باشد براؤ پنڈت پردھان می دادہ باشند و اگر در تعلق راؤ پنڈت پردھان باشد در قبضہ خود دارند و وجہ پیشکش سرکار بندگانعالی آنچہ واجبی باشد راؤ پنڈت پردھان بہ بندگانعالی می دادہ باشند و اگر آن طرف دریائے تنگ بھدرا بے امداد فوج یا از فوج یک کس یا ہر دو فوج بہر طورے کہ تسخیر شود یا بدست آید حصۂ آن باہم نصفا لنصف می گرفتہ باشند و راؤ پنڈت پردھان بعد گرفتن نصف حصہ برائے چوتھ وغیرہ مزاحمت نرسانند۔

پانزدہم اینکہ برادران و اقربا وغیرہ چہ از سرکار بندگانعالی یا راؤ پنڈت پردھان بطرف ہرکس کہ خواہد آمد آنہا را جا نباید داد و بلکہ دستگیر نمودہ می فرستادہ باشند درین مادہ قصور از طرفین نشود۔

شانزدہم آن کہ از طرفین ہریک مصلحت کہ قرار یابد بعد شروع آن اگر از ہر دو دولت بر دولت یکے مخالف دیگر وارد شود مصلحت اول را بہر طور دارمدار نمودہ تنبیہ مخالف وا زو باتفاق طرفین بعمل باید آورد و اگر درین مصلحت چیزے نقصان از نقدی یا از ملک بشود ہر دو طرف بعنوان بالمناصفہ۔

ہفدہم آنکہ در عزم از انگریز و فتح علی خان آنچہ ملک وغیرہ بہ تسخیر خواہد آمد قرار تقسیم آن در دفعہ سیوم و سیزدہم نوشتہ شدہ مگر ہرچہ از راج کاری دولت و رعیت یا بعنوان دیگر ملک مال وغیرہ بدست طرفین آید موافق قرار دفعہ سیوم و سیزدہم نصفا لنصف بلا تفاوت باہم می گرفتہ باشند۔

ضمیمہ (ج)

عہدنامۂ مہاڑ از بالاجی پنڈت

یادداشت قرارنامہ بالاجی جنار دھن با سرکار حضرت بندگانعالی نظام علی خان بہادر
بہ استصواب اعظم الامراء بہادر سنہ سبع تسعین[1] ماۃ الف سنہ ۱۲۰۶ فصلی مطابق سنہ ۱۲۱۱ھ در دولت
سری منت پنڈت پردھان تحلل کمال رو نمود من (نانا پھڑنویس بالاجی پنڈت)۔
بکوکن و مہار رفتم انجام دولت بہتر نیست بہ تجویز حضرت (نظام علی خان) اینکہ در آنچہ
دولت محفوظ ماند آن نمایند این چنین در دل آمدہ معرفت اعظم الامراء بہادر قرار یافت اگر از
دولت خواہ فہمیدہ غیر فہمیدہ قصورے شدہ باشد آن از دل حضرت فراموش شود
و از طرفین تا امروز آنچہ شد شد آیندہ از دل صاف عمل خواہد نمود و اعظم الامراء بہادر
مدار المہام سرکار حضرت اند و من دولت خواہ کارپرداز سرکار سری منت ہر دو باہم
از یک مصلحت و یک تجویز عمل نمایند و چیزے کہ ہر دو دولت را رونق و بہتری باشد
آن موجب تجویز و مصلحت ہمدیگر از طرفین بعمل آمد و درین تفاوتے ہرگز نباید در آنچہ محافظت
دولت سری منت و در حق خیر خواہ بہتر باشد از طرف حضرت و اعظم الامراء بعمل آید و آنچہ

---

[1] معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس سنہ (۱۱۹۷ھ) کے عربی الفاظ مرہٹہ سرداروں کے ذہن نشین ہو گئے تھے اور وہ تقریباً ہر ایک سنہ کے بیان کرنے سے پہلے انہیں الفاظ کو دہراتے تھے یہ ممکن ہے کہ وہ ان الفاظ کو سنہ کا مرادف سمجھتے ہوں

برائے دولت حضرت نیک وبحق اعظم الامرابہتر باشد آن از طرف سری منت وخیرخواہ بعمل خواہد آمد درین تفاوت کنندہ راقسم وسوگند دین وایمان خود است ۔

سند ۲ ھیہ سردار معتبر سرکار سری منت است وکاروباری مشارٌ الیہ بالاجی منت وغیرہ غیررویہ نمودہ پرسرام رامچندر رادر مصلحت خود گرفتہ سری منت باجی راؤصاحب را مقید داشتہ اند بنابرآن فوج وباروغیرہ جنگی سرانجام سرکار حضرت وحضرات وغیرہ فوج سرکار سری منت وسیناصاحب صوبہ رگھوجی بھونسلہ باہم متفق شدہ باجی راو صاحب وچماجی اپاصاحب رایکجا نمایند بنابریں ہرچہ محنت ومشقت خواہد افتاد جمعیت سرکار حضرت نماید واعظم الامرابہادر از جمعیت پانزدہ ہزار سوار وپانزدہ ہزار بار وتواپ وغیرہ سرانجام جنگی باخیرخواہ شریک باشند ۔ کمپنی انگریز بہادر شریک مصلحت خیرخواہ خواہند شد ۔ واگر شریک نشدند تاہم ایشان برخلاف مصلحت این جانب نخواہند شد دوست دار مضبوطی این مراتب نمودہ است ۔

ملک ۳ وغیرہ معہ قلعہ دولت آباد جملہ عوض از سرکار حضرت کہ برمقام کھررہ (کھرڈلہ) قرار دادن آن شدہ بود آن جملہ ملک وقلعہ ودست آویز عوض نقد واپس دادہ خواہد شد وسابق درمقام یادگیر (ایت گیر) کہ تہہ نامہ فیمابین سرکارین شدہ بود آن بحال و برقرار است ملک گذاشت کردہ آنچہ باقی برآن محالات است تقاضائے آن ہم نخواہد شد دوانی بیر وغیرہ چہارم توقفہ صوبہ بیدر وغیرہ جملہ عوض سوراج درقرار کھررہ آمدہ آن دستاویزہا واپس دادن قرار یافت آن واپس دادہ خواہد شد تا ۲۰۴ فت

عوض سوراج معہ دوانی بیروغیرہ بموجب معمول حضرت بدہند۔

فیمابین سرکار حضرت و رگھوجی بھونسلہ سینا صاحب صوبہ تہ نامہ است بدآن موجب برطبق تجویز حضرت و اینجانب بعد بندوبست دولت سری منت بندوبست وفیصلۂ آں کردہ خواہد شد۔

در دہلی و اتسنا وغیرہ محال قدیم نواب بودند درین ولا محال مذکور معرفت جہدجی سندھیہ گذاشت شدند و نیز چنین قرار بودہ کہ یک محال آیندہ گذاشتہ آید برطبق آں راو سندھیہ را گفتہ محالات حضرت بطرف حضرت اجرا خواہد کنایند۔

ہردو سرکار تا امروز از سوال وجواب جزئیات سنواتی آنچہ خواہد بود از آن ہردو سرکار دست بردار شوند از آیندہ عمل سوراج در تمام می دادہ باشند در محالات و وتھانہ جات وغیرہ بموجب معمول باشد۔

بقایا بابت عمل کہ اجراست آن وتھانہ معمولی باید داد۔ سوال وجواب سنواتی را از طرفین درخواست نمایند و آیندہ موافق تہہ نامہ براہ راست باشند از اینکہ مرضی حضرت چنین است کہ سوراج صوبہ بیدر واگذاشت کنند چون بر ہر دو دولت مدنظر حضرت مساوی است و باجی راؤ صاحب خاوند اند خیر خواہ القسیمہ قرار می کند کہ این مقدمۂ وطنی است باجی راؤ صاحب را ہموار نمودہ گذاشت کنانیدہ خواہم داد۔

قرار صدر مخصوص بذات مبارک حضرت و بدین موجب بھونسلہ جلد بیاید و وشریک شود و صاحب این جانب آن را نوشتہ بطلبند بدین موجب صاحب می گویند کہ

برائے خرچ مبادلہ بیست لک روپیہ بدہ ہندہ لک روپیہ خواہیم داد۔ بروقت خواہد رسید واگر نرسید مرور گیرند دستگردان دادہ خواہد شد۔

فوج[۹] ٹیپو نمود نشود بندوبست این از انگریز واز آن طرف باید کرد۔ فوج نمودار نخواہد شد واگر شود پس صاحب واین جانب وکمپنی انگریز بہادر باہم موجب قرار پٹن بندوبست خواہیم نمود

عوض[۱۰] مردم فتوریان ومفتریان سرکار حضرت اگر درتعلقہ سرکار سری منت باشد مدعائے خود را ثابت باید نمود اگر مدعا بہ اثبات رسد بنا بر دادن عوض بمردمان نسبت سرکار خود تاکید کردہ خواہد شد۔

آنچہ[۱۱] صدر مرقوم گشتہ برآن دستخط سری منت کنانیدہ دادہ خواہد شد۔

نواب[۱۲] واین جانب ہر دو دولت باہم بحساب دامن وچولی اند اگر طرفین را کسے ہر چند تفہماید در دل نباید آورد واگر بیاید بہمان وقت تصفیۂ آن می کردہ باشند واگر مخالفتے بر دو لتے از این دولت ہا برپا شود پس ہر دو متفق شدہ دفعیہ مخالف نمایند واظہار تکلیف خود نکنند۔

بر طبق[۱۳] قلم بند شدن تصفائے دلی طرفین عمل نمایند واز طرفین غرض خود در ادخل نمایند بموجب[۱۴] صدر طرفین رویہ اختیار کنند۔

جملہ قلم در شمار چہاردہ بدین موجب پنجم ماہ ربیع الآخر السوین ماست سنہ[۱۵] سبعہ تسعین

---

[۱] یہ الفاظ ستہ بھی بے معنی سے ہیں۔

ضمیمہ (د)

تہد نامۂ سندھیہ

یادداشت قرارنامہ با نواب اعظم الامرا بہادر نسبت سرکار نواب آصف جاہ نظام علی خان بہادر از طرف مہاراجہ دولت راؤ سندھیہ عالیجاہ بہادر بہ استصواب رایاجی پٹیل وکشناجی سیٹھی حضرہ سا سبع تسعین ماۃ الف سنہ ۱۲۰۶ فصلی مطابق سنہ ۱۲۱۱ ہجری شاک یک ہزار وہفت صد وہیجدہ بنام سونت سر قلم بندی تفصیل وار۔

از کنولاس بانتی مہاراجہ مادھوراؤ سندھیہ و آن صاحب دوستی و برادری و قرار مدار آنہا بود ہمان از طرف ما از آن صاحب بحال و برقرار۔ سرکار این جانب و سرکار نواب صاحب واحد امورات ہر دو سرکار متحد دانستہ در آنچہ کہ نیک است از طرفین بعمل خواہد آمد در ہیچ بارہ جدائی نماندہ است ہر یک امور بصلاح و مصلحت طرفین می شدہ باشد۔

شری منت راجیسری باجی راؤ رگھناتھ صاحب را بر دولت قایم کنند و بالاجی پنڈت نانا پھڑنویس را بطور سابق بر کاروبار قایم سازند بدین نمط فیمابین این جانب و صاحب تذکرہ بمیان آمدہ قرار شد بر طبق آن صاحب و این جانب یکدل شدہ

آن را در عمل آرند در آن تفاوت نشود و باجی راؤ صاحب و اپا صاحب و امرت راؤ صاحب را یک جا کرده باید داد و مردم کوته اندیشان را بنابر خلش رخنه نمانند بدین سان صاحب و این جانب نمایند ـ

بالاجی[۳] پنڈت نانا پهڑنویس از سرکار نواب آصف جاه بهادر قرار کرده باشند بدین موجب از طرف مشارٌ الیه بعمل خواهد آمد احیاناً اگر دقتے در آن بظهور رسد این جانب شریک صاحب گردیده بموجب قرار عمل کنانیده خواهد داد و از سرکار این جانب هم بالاجی پنڈت پهڑنویس قرار کرده باشند بدان موجب از جانب نامبرده بعمل خواهد آمد احیاناً اگر دقتے در آن رو دهد صاحب شریک با ما شده بموجب قرار از نامبرده عمل کنانند ذمه دار این مراتب صاحب اند و درین از طرفین تفاوت نشود ـ

راجشری[۴] بالاجی جنار دهن پهڑنویس را از طرف پرسرام رامچندر وغیره و بالاجی انت پاگاه نویس وغیره اندیشه هست در نوعے که اندیشه مشارٌ الیه از نامبرده ها رفع شود همین از طرف صاحب و این جانب بعمل آید و در چیزے که از بالاجی پنڈت ترقی دوستی و اتحاد شود از طرف صاحب و این جانب بظهور رسد و از طرف مشارٌ الیه نیز هم چنان بعمل خواهد آمد ـ

سری[۵] منت باجی راؤ رگهناته صاحب و بالاجی جنار دهن این هارا آورده قایم نمایند و خود بحیدرآباد روند و این جانب بجام گاؤن برود پس برائے طلبیدن مشارٌ الیهما جلدی شود بالاجی پنڈت را خاطر جمع نموده بنابر طلب مشارٌ الیه ازین جانب

وصاحب روانگی معتبران لشتابی مع خطوط دل جمعی شود ۔

بموجب مرقومہ صدر قرار پنج قلم این جانب بذات از سرکار نواب واز آن صاحب نموده است آن مدام بحال خواهد ماند درین از گفتۂ کسے کاروبار یعنی در قرار مذکور قصور شدنی نیست ۔

ترقی و زیادتی دوستی روز بروز شود اگر کسے از قلم بندی صدر تفاوت نماید در میانگی آن دین و ایمان خود یعنی قرآن وہان و بیل و بھنڈارا است ۔

بتاریخ دویم جمادی الاول کاتک سدہ مقام مانجری نزدیک پونا بدین موجب قرار ۔

ضمیمہ (ھ)

عہدنامۂ امدادی

سنہ ۱۷۹۸ء
۱۲۱۳ ہجری

ازآنجاکہ نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر نے بہ اعتبار اس اتحاد کے جو ان کے اور انگریزی کمپنی کے مابین قایم ہے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ ان کی ملازمت میں ایک دستہ فوج انگریزی کمپنی کا اضافہ کیا جائے ارل آف مارنگٹن گورنر جنرل بہادر نے اس پر لحاظ کرکے اور حالیہ معاملات اور ٹیپو سلطان کے مخالفانہ طرز عمل کے اعتبار سے (جو انہوں نے جزیرۂ فرانس کو اپنے ایلچی روانہ کرکے اور ایک باہمی معاہدہ اس گورنمنٹ سے بمقابلہ انگریزی قوم طے کرنے کی تجویز کے ساتھ ایک دستہ فرانسیسی فوج کا اس سے حاصل کرکے کیا ہے) یہ ضروری خیال کیا ہے کہ ایسی صورت اختیار کی جائے جو متحدین کے مقبوضات کی حفاظت کے لئے ضروری ہو اور اسی بناء پر بمقابلہ ٹیپو سلطان مدافعانہ شرکت واتحاد قرار پایا اور اس غرض کے لئے گورنر جنرل مذکور نے کپتان جیمس اچلیس کرک پیاٹرک منصرم رزیڈنٹ دربار نظام کو یہ اختیار دیا ہے کہ منجانب آنربل یونائٹڈ ایسٹ انڈیا کمپنی ہزہائی نس کی خدمات کے لئے انہیں کے اخراجات سے آنربل کمپنی کی طرف سے ایک دستہ فوج کے مستقل اضافہ کی نسبت نظام الملک آصفجاہ بہادر سے

بشرائط ذیل معاہدہ طے کریں جو اس وقت صورت عمل میں آئے گا جب کہ یہ معاہدہ گورنر جنرل کی دستخط ہو کر واپس آ جائے۔

دفعہ ۱ ارل کورنوالس کے خط مورخہ ۷ جولائی ۱۷۸۹ء موسومہ ہز ہائی نس دی نظام کا مضمون حمائل عہد نامہ تائید معاہدہ نسبت قیام فوج بسرکار نظام علی حالہ واجب العمل و برقرار رہے گا۔ یعنی نئی امدادی فوج کے احکام انہیں شرائط کے تابع رہیں گے جو موجودہ فوج سے متعلق ہیں تاوقتیکہ پیشوا ان میں کسی تبدیلی پر رضامند ہوں اور ہز ہائی نس اس کو پسند کریں۔

دفعہ ۲ حسب قواعد مجریہ کمپنی نئی امدادی فوج بالکلیہ یا جزاً کمپنی کی گورنمنٹ کے ضروریات کے تحت برخواست ہو سکے گی بشرطیکہ اس کی اس تعداد میں کمی نہ ہو جس کا ہز ہائی نس کے پاس رہنا مشروط ہے۔

دفعہ ۳ نئی امدادی فوج کی تنخواہ اس روز سے ریاست کے ذمہ ہو گی جس روز کہ وہ ان کے حدود میں داخل ہو جائے یہ جملہ فوج چھ ہزار سپاہی معہ بندوق پر مشتمل ہو گی۔ اور ان کے ساتھ تناسب تعداد توپوں کی ہو گی جو یورپیوں کے تحت ہو گی اور جن کی مجموعی تنخواہ دو لاکھ ایک ہزار چار سو پچیس روپے ماہانہ ہو گی اور جس کی ماہ بماہ باقاعدہ ادائی کے لئے اطمینان بخش طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ اس امدادی فوج کے اخراجات معہ ضروریات لازمہ کے سالانہ چوبیس لاکھ سترہ ہزار ایک سو روپے ہوں گے اور یہ رقم سالانہ چار مساوی قسطوں میں ادا ہو گی یعنے انگریزی ہر تین مہینوں کے ختم پر

چھ لاکھ چار ہزار دو سو پچھتر روپے نقد خزانۂ ہز ہائی نس سے بلا ردّ و کد ادا کئے جائیں گے۔ اگر یہ اقساط زیر باقی رہ جائیں تو اس کی رقم اس پیشکش میں مجرا ہو گی جو منجانب کمپنی ہز ہائی نس کو بابت سرکاران شمالی واجب الادا ہوا حیاناً ان اقساط کی ادائی میں تعویق ہو تو اس صورت میں ایسے ضلاع کی تفویض عمل میں آئے گی جن کا حقیقی محاصل رقم مذکور کے برابر ہو۔

۵۸ فوج امدادی کی جملہ اشیاء مایحتاج و غلہ کا محصول سابر اسی طرح ادا ہوگا جس طرح کہ سابقہ دستۂ فوج کا ہوتا رہا۔ اسی طرح ایک خاص مقام اس فوج کے قیام کے لئے مخصوص کیا جائے گا جہاں وہ اس وقت تک رہیگی جب تک کہ اس کے عملی خدمات درکار ہوں اور جب ریاست کی کسی مہم پر اس کو مامور کیا جائے تو اس کے ساتھ ایک معتبر ملازم ریاست مقرر ہوا کرے گا اور اس فوج کے کمانداراور دیگر عہدہ داروں کے ساتھ ایسا سلوک مرعی رکھا جائے گا جو ہر دو ریاستوں کے اعزاز و مرتبہ کے لحاظ سے مناسب ہو۔

۵۹ مذکورہ فوج امدادی ہر وقت اہم اموریں ادائے خدمات کے لئے تیار رہیگی۔ ایسے اہم امور مثلاً یہ ہوں گے۔ ہز ہائی نس کی ذات یا نسلاً بعد نسلٍ ان کے ورثا یا قایم مقاموں کی حفاظت، اور باغیوں اور برپا کنندگان فتنہ و فساد کی تنبیہ لیکن اس کو معمولی امور میں مثل سہ بندی مامور نہ کیا جائے گا اور نہ اس کو وصول محاصل میں لگایا جائے گا۔

(۶) امدادی فوج کے حیدرآباد پہنچتے ہی فرانسیسی ملازمین و عہدہ دار نہر ہائی نس کی ملازمت سے برطرف کر دئے جائیں گے اور وہ فوج بھی (جو اُن فرانسیسی عہدہ داروں کے تحت ملازم ہے) برطرف کر دی جائیگی تاکہ اس سابقہ فرانسیسی فوج کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور نہر ہائی نس بذات خود اور اپنے ورثاء اور قایم مقاموں کی جانب سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ پھر کسی فرانسیسی کو اپنی یا اپنے کسی سردار یا تابع کی ملازمت میں نہ رکھیں گے اور نہ رکھنے دیں گے اور نہ کسی فرانسیسی کو اپنے ممالک محروسہ میں رہنے دیں گے اور نہ کسی یوروپین کو اپنی ملازمت میں رکھیں گے اور نہ بلا علم و رضامندی کمپنی اپنے ملک میں رہنے دیں گے ۔

(۷) تمام فرانسیسی اور وہ سپاہی جو کمپنی کی ملازمت سے نکل کر اس فرانسیسی فوج میں ریاست کی کسی اور فوج میں شریک ہو گئے ہوں گرفتار کر کے برٹش ریزیڈنٹ کے تفویض کر دئے جائیں گے اور مذکورہ قسم کے کسی شخص کو آیندہ نہر ہائی نس کے ممالک میں پناہ گزیں ہونے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ ہر ایسا شخص بلا تعویق گرفتار اور حوالۂ رزیڈنٹ کر دیا جائے گا اور اسی طرح کمپنی کے علاقہ میں بھی کسی کو پناہ نہیں دیجائیگی اور نہر ہائی نس کی ملازمت سے نکل بھاگے ہوئے سپاہی بھی بلا تعویق گرفتار اور سپرد کر دئے جائیں گے ۔

(۸) از آنجا کہ حسب فقرہ (۶) نہر ہائی نس نے حزم و احتیاط اور بعض برائیوں کے ارتفاع کے لحاظ سے فرانسیسیوں کو اور نیز ان کی مرتب کردہ فوج کو اپنی ملازمت

علیحدہ کرنے کا اور ان کی جگہ بشرایط و قیود متذکرہ خط ارل کورنوالس موسومہ ہز ہائی نس
دی نظام آنریبل کمپنی کی فوج کے قایم کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اس لئے یہ قرار پایا کہ
بنظر باہمی فواید پیشوا و ہز ہائی نس اور بہ اعتبار رفاہ رعایائے ہر ایک کمپنی کی گورنمنٹ
برضامندی و منظوری ہر دو (نظام و پیشوا) اپنی مساعی جمیلہ اس امر کی نسبت عمل میں
لائیگی کہ اس نئے معاہدے میں ایک ایسا فقرہ داخل کیا جائے جو ہر ایک کو دوسرے
مطمئن کردے اگر پیشوا ایسے نیک مشورے سے جو دونوں ریاستوں کے حق میں مفید ہو
متفق نہ ہوں اور اختلافات ان دونوں ریاستوں یعنے ریاستہائے آصف جاہ بہادر و
راؤ پنڈت پردھان میں پیدا ہوں تو انگریزی گورنمنٹ اقرار کرتی ہے کہ خود مداخلت
کرکے حق و صداقت و انصاف کے ساتھ آپس میں صفائی و اتحاد کرادیگی نواب آصف جاہ
بہادر یہ اقرار کرتے ہیں کہ راؤ پنڈت پردھان کی سرکار کے خلاف کوئی زیادتی نہ کریں گے
اور یہ کہ بصورت اختلافات انگریزی گورنمنٹ کی صلاح اور ان کے حق و صداقت و انصاف
کو بلا رد و کد تسلیم کرلیں گے۔

۹۔ سابقہ معاہدات مابین انگریز و ریاست نواب آصف جاہ اور پیشوا برقرار رہیں گے اگر
اس کے بعد راؤ پنڈت پردھان اسی قسم کے معاہدۂ امدادی میں کمپنی کے ساتھ شریک
ہونے کی خواہش ظاہر کریں تو آصف جاہ بطیب خاطر اظہار رضامندی کریں گے۔

۱۰۔ یہ اضافۂ امداد کا معاہدہ جو دس شرائط پر مشتمل ہے آج کے دن کپتان کرک پیاٹرک
اور نواب آصف جاہ بہادر کے مابین طے پا کر کپتان کرک پیاٹرک نے اس کی ایک انگریزی

اور فارسی کی کاپی اپنی دستخط و مہر سے نواب صاحب کو دی جنہوں نے اپنی طرف سے بھی

ایک ایسی ہی کاپی باقاعدہ تکمیل کرکے کپتان کرک پیاٹرک کو دی کپتان کرک پیاٹرک

اقرار کرتے ہیں کہ اس معاہدے کی گورنر جنرل کی مصدقہ کاپی پچاس روز کی مدت میں حاصل کرکے

ہز ہائی نس کو دیں گے ۔ جس کے بعد کپتان کرک پیاٹرک کی دی ہوئی کاپی واپس

کردی جائیگی ۔ اس اثناء میں مجوزہ فوج کو طلب کرنے کے لئے لکھنے میں تاخیر نہ کیجائیگی

حیدرآباد میں تباریخ یکم ستمبر ۱۷۹۸ء مطابق ۱۹ ۔ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ ہجری

دستخط و مہر ہوئی ۔

جے ۔ اے کرک پیاٹرک

منصرم رزیڈنٹ
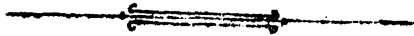
ضمیمہ (۹)

رقعۂ ارسطوجاہ موسومۂ میر عالم

میر صاحب جلیل المناقب عظیم الاوصاف سلامت

دو قطعہ مکتوب بہجت اسلوب یکے مرقوم شب بست و نہم ذی حجہ سنہ ۱۲۱۳ ہجری متضمن
کیفیت جنگ کہ سواران سرکار دولت مدار محنت و تردد ہا بعمل آوردند و تردد ذات
صبح و شام و آوردن منحز الدولہ و برادر لارڈ بہادر میر دوران بہادر را ہمراہ خود از جینین پٹن
بسرینگ پٹن و بہ اصرار نگاہداشتن بہادران معزبہ میر دوران بہادر کہ بعد ملاقات
لارڈ بہادر روانہ خواہد شد و نوشتن آن جلیل المناقب بہ راجہ روشن رائے بہادر بمشاورہ
جنرل ہاریس بہادر وغیرہ کہ پنج ہزار سوار جاگیردار و پائگاہ وغیرہ خود نگاہداشتہ تتمہ
سواران را رخصت حضور پرنور نمایند و با جمعیت پلاٹن و سواران کوچ نمودہ از راہ
گورم کنڈہ روانہ قلعۂ گتی شود و اینکہ این لارڈ نہ مثل لارڈ سابق است و نہ این فوج
انگریزی مثل فوج سابق پیشتر کہ ہمیشہ با حیدر علی خان مقابلہ می شد گاہے از پنج یا
ہفت پلٹن زیادہ نبود و الحال شصت پلٹن معہ سیزدہ پلٹن سرکار در این مہم حاضر بود و
علاوہ این فوج و ساز و سر انجام عزم بلند لارڈ بہادر بتحریر نمی گنجد کیفیت آن مفصل بوقت

ملاقات ظاہر خواہند نمود و بعمل آمدن این تتہ نامۂ جدید در عجب وقت و دولت راؤ بے اندیشہ کہ تاتی اتبنن ٹیپو سلطان توان گفت یقیناً دولت خود را بربادی دہد و دولت باجی راؤ اگر درین صدمہ بشرط حسن تدبیر بالاجی پنڈت و سخن شنوی این جانب کہ از حالات بنیاد آن گذاشتن شرط است بالمرہ برباد نشود البتہ ضعیف و بے رونق کالمعدوم خواہد شد و سوالے کہ از راجہ رگھوجی بھونسلہ بعمل آمدہ البتہ حشمت جنگ بہادر ظاہر نمودہ باشند یعنے شراکت و یکدلی راجہ مذکور با سرکار دولتمدار و کمپنی انگریز بہادر اگر راجۂ مذکور بصاف دلی اقبال این معنی نماید و آیندہ بر جادۂ دولت خواہی ثابت قدم بماند محفوظ خواہد ماند و اگر مثل سابق بر رویہ خاندان خود قابو طلبی کند نتیجہ خوب نخواہد دید و درین باب این جانب ہم آنچہ مناسب باشد براجۂ مذکور خواہند نوشت کہ فی الحقیقت این سوال مبنی بر سلسلہ جنبانی این جانب است کہ بیشتر مکرر درین باب گفتہ بودند باید کہ رگھوجی ممنون و مرہون این جانب باشد و روبراہ نمودن جواب و سوال تقسیم غنیمت کہ ہر روز تکرار ہا می شود و اگر درین مادہ چیزے از حشمت جنگ بہادر ہم نویسانیدہ شود بہتر است معہ نقل خط مثنیٰ مرقومہ بستم شہر شوال و تاتی محررۂ شب پنجم محرم الحرام سنہ ۱۲۱۴ھ مشعر بر این کہ بعد پنج شش روز باز ناسخ و منسوخ بعمل آمدہ یعنے دریافت موقوفی آمدن لارڈ بہادر بموجب ممانعت ڈاکٹران و شروع شدن سوال جواب ہا با معز الدولہ بہادر و بمیان آوردن مذکور گورم کنڈہ و رسانیدن بہادر معز روز دویم خریطہ لارڈ بہادر معہ نقل عنایت نامہ موسومۂ بہادر موصوف و گفتن اینکہ الحال این مقدمہ

بعرض حضور رسید و درجه پذیرائی یافت دیرو درنگ درین کار مناسب نیست و نوشتن روز دویم دو مرتبه شقه بانقول آن لهذا بطوری که تعلقه مذکور بجاگیرخان مسطور مقرر نموده شده از نقل سند موضوح می گردد و اینکه لارڈ بهادر را نظر بر درستی کلیات و آن عظیم الاوصاف را مطمح نظر کفایت سرکار دولتمدار و میر قمرالدین خان بهادر سردار نامی و برخلاف اهل تبین معامله فهم و داشتن حلقه بندگی حضور در گوش و غاشیه اطاعت بر دوش و پیام نمودن آن عظیم الاوصاف بمفخر الدوله بهادر بتاریخ غره محرم که اگر انفصال معاملات درین جا می تواند شد پس وجه توقف چه خواهد بود اگر درین جا نمی تواند شد روانگی مناسب تا کجا به انتظار می توان نشست و جواب دادن بهادر معرکه در دو روز جواب این معنی منقح گفته می شود یعنی نقشه معاملات همین جا قرار داده خواهد شد یا ملاقات با لارڈ ضرور خواهد گردید و رسیدن خطوط لارڈ بهادر با قرار داد نقشه بنام بهادران معز و خلاصه اینکه جنرل هاریس بهادر و کرنل کلوس بهادر خود و مفخر الدوله و کپتان مالکم بهادر را مختار معاملات ساخته و نقشه معاملات قرار داده فرستاده اند انشاء الله تعالی از امروز که از تاریخ چهارم شهر محرم است شروع سوال جواب خواهد شد و راجه روشن رائے بهادر بعد رسیدن خط آن جمیل المناقب که برائے روانگی پنج شش هزار سوار به حضور پرنور نوشته بودند در جواب نوشتند که مردم سپاه برائے روانگی حضور یک ماهه پیشگی می خواهند و زر در خزانه نیست که به آنها داده روانه نموده شود و در جواب نوشتن آن عظیم الاوصاف که باربردار باید فرستاد تا به لشکر رسیده بندوبست روانگی افواج نموده

بانزیہ پتن معاودت کردہ آید راجہ معز بعد رسیدن این خطہ دو سہ کوچ متواتر نمودند انشاء اللہ
تعالی عنقریب از راہ گورم کنڈہ بہ تعلقہ گتی می رسند۔ روانہ نمودن چہار صد جوان بار تعلقہ
میر دوران بہادر با یک کپتان پلٹن برائے تھانہ قلعہ گورم کنڈہ و مقرر نمودن قلعہ داری قلعہ مذکور
بطریق ضبطی بنام سعید حسین خان و برائے تعلقداری آنجا کہ براجہ روشن رائے بہادر تونشتہ
بودند و راجہ معز محمد امین خان بہادر عرب را مقرر کردند الحال کہ تعلقہ مذکور بنام میر قمر الدین خان
قرار یافتہ احتیاج تجویز تعلقدار نماند مگر تجویز تعلقدار گتی ضرور و صورت اجازت بنام ناگن گوڑا
کہ بہ نسبت دیگران مالگذار و کفایت شعار است مقرر خواہند نمود و اطلاع نقشہ تقسیم ملک آنچہ
مسموع شدہ باید دید کہ این نقشہ ہم قایم می ماند یا تغیر و تبدیل می شود و گفتن آن عظیم الاوصاف
در مذکورات بہ اہل کونسل کہ اگر سرپہ ٹیپو را بر پا نمودن متضمن مصلحت دولت ہا و نیک نامی ہر دو
سرکار است و خواہ مخواہ بعمل می آید درین صورت بقرار نوکری در ہر دو سرکار کہ اگر در سرکار
دولت مدار مہم عمدہ رو دہد با تمام جمعیت ہمراہ رکاب با ہمراہ جمعیت سرکار حاضر باید شد
و در تقدیم نوکری و جانفشانی دقیقہ نباید گذاشت و اگر کار جزوی از قبیل تنبیہ زمینداران مفسد
رو بکار گردد جمعیت بر طبق حکم فرستادہ ہمراہ تعلقداران سرکار بہ تنبیہ اشرار پردازند و ہمسر کار
کمپنی نیز ہمین دستور چنانچہ مفخر الدولہ بہادر و مشیران دیگر جواب دادند کہ بندوبست این معنی
بعمل خواہد آمد و کیفیت گرفتن قریب شش لک روپیہ بطریق دستگردان از جنرل ہاریس بہادر
بدوازدہم ذی حجہ و رسانیدن براجہ روشن رائے بہادر و تتمہ چہار لک روپیہ بعد رسیدن
خزانہ کہ قریب برائے کوٹہ رسیدہ است و ببدرقہ دو پلٹن متعاقب می رسد براجہ مسطور

رسانیده می‌شود و کوچ کردن جنرل هاریس بهادر بسمت پتیل درگ مع نقل سند و اقرارنامه
میر قمرالدین خان بتاریخ شانزدهم محرم یکجا وصول آورده مسرور خیریت ها و مطلع مضامین مندرجه
ساخت و هم از خطوط موسومه مستقیم الدوله بهادر کیفیت مرقومه مشروحاً بوضوح انجامید چون
قابل ملاحظه و عرض حضور پرنور نبود لهذا شمه از آن معروض داشته نشد اگرچه کیفیت تقسیم ملک غنیمت
هنوز ناسخ و منسوخ و چیزے قرار نگرفته و بدون گرفتن قرار چه قسم این معنی را یقینی تصور باید نمود بر پیام
یک لمحه گو که موجب نوشته سامی چیزے ازین قرین صدق توان نمود پس هیچ نیست چراکه
آن عظیم الاوصاف فواید نامه جدید مطمح نظر دارند و نوشته اند به این نقشه درین معامله رو بکار بر عکس
تصور می نماید و مراد صاحب را چه قسم سرخروئی از خداوند نعمت خود خواهد گشت و هم در چشمان که
ناتوان بین اند و در هر خریطه موسومه گورنر جنرل بهادر همین مندرج است که به استصلاح و استطلاع
و اتفاق صوابدید آن عظیم الاوصاف که از نقیر و قطمیر مکنونات و مرکوزات و از سر اسرار خفی و جلی
حضور پرنور واقف و آگاه اند بعمل آید و گورنر جنرل بهادر مکرر قلمی نموده اند که سرسبزی و بهتری سود
و بهبود و رونق سرکار دولت مدار را بعینه بمنزله سود و بهبود سرکار کمپنی بهادر منظور دارند جوابش
مکرر همین درج گردیده که بمشاوره و استصلاح و استحسان آن جلیل المناقب موافق ارقام خود
بعمل خواهند آورد چنانچه نقول خرایط و در جواب آن با مترشدات مکنونات و مرکوزات سرکار
سابق بر این به آن عظیم الاوصاف و هم حسب الاستدعا به حشمت جنگ بهادر اطلاع داده شده
که ذهن نشین گورنر جنرل بهادر نمایند و حالا باز مکرر قلمی می گردد اگرچه صاحبان کونسل پیش خود
بموجب مرکوزات و مکنونات حضور که قانون رؤسائے ماسلف و صلاح دولتین باشد

بعمل آرند یعنے ضابطہ روسائے عمدہ در رو داد چنین امورات ہمین است کہ پسماندہ ہا را
طورے بفراغ معیشت لیکن نوعے کہ آیندہ قابوئے فتنہ پیرائی نماند می دارند چنانچہ در معاملہ
روبکار ہم منظور والا ہمین است کہ خویش و اقربائے مخصوصہ ٹیپو سلطان مرحوم را در ذیل
دو کس کہ عمدۂ آن ہا باشد داشتہ یکے را در سرکار دولت مدار و یکے را در سرکار کمپنی انگریز
بہادر جائے بفراغ معیشت نگاہدارند و بہ تجربہ و دریافت اوضاع و اطوار آیندہ اگر قابل
ترقی باشند ترقی خواہند یافت و منظور ازین ہمین کہ آیندہ زمانۂ حادث مثل وزیر علی خان
و غلام محمد خان روہیلہ طاقت فتنہ پیرائی باقی نماند بہتر و الا آن جلیل المناقب دست از استحسان
و مترشدات حضور پرنور نداشتہ جواب صاف بہ اہل کونسل و مفخر الدولہ بہادر بدہند کہ صاحبان
بفضل الٰہی دانا اند و حکم سرکار بہ استصلاح و استطلاع و استحسان و صوابدید و اتفاق و اشتراک
و در آنچہ سود و بہبود و سرسبزی و بہتری و رونق و صلاح دولت باشد بعمل آید صادر گردیدہ
است درین تحریف نمی تواند شد و در احکام ہمین معنی بر می آید اگر اہل کونسل بگویند کہ گورنر
جنرل بہادر درین معاملہ مختار اند جواب شافی ہمین باید داد کہ نظر بر اتحاد مخبری گورنر جنرل بہادر
آن ہم بہ اتفاق و اشتراک و صوابدید و استصلاح این جانب کہ در آن مفید حال و آیندہ سرکار
باشد نہ کہ برخلاف آن تجویز شود چہ قسم بعمل می توان آورد و ملاقات من با لارڈ بہادر ہر جا کہ
باشد ضرور روانہ پیش لارڈ بہادر باید شد و این ہمہ مراتبات را ذہن نشین باید نمود در
صورت اصلاح و استحسان خود نظم و نسق و حصہ مساوات چہ در غنیمت و چہ در ملک مع حصہ
سپاہ خود کہ موافق قانون خود کارپردازان سرکار دولتمدار مختار اند عمل باید آورد و اگر در آن ہم

این معنی اصلاح وصورت پذیر نگردد همین باید گفت که تا این مدت نیک نامی کمپنی مشهور آفاق
در تمامی رؤسائے ہند بود تا اینکه خرایط چنین مضمونات حاضر وموجود بر عکس آن تصور می شود
پس صاحب ہرچه خواسته باشند بکنند وآن عظیم الاوصاف رخصت شده باید آمد ویقین
خاطر است که مواخذهٔ این معنی البته اہل ولایت بازپرس خواہند نمود بلکه در اظہار ہم این معنی
بعمل آید اولی است چنانچه ہمین مراتبات به حشمت جنگ بہادر ہم از طرف خود گفته فرستاده
شده که زبان زد خاص وعام چنین است وہم روز دویم به منشی جی زیاده از آن گفته شد که
ہمین مراتبات بر آن عظیم الاوصاف نوشته می رود که اگر پیش از اطلاع مراتب پوست
کنده احیاناً بخیال مختاری خود بر عکس نوشته جات واظہارات چشم پوشی نموده که دور از قیاس
وفہمیدگی کونسلان است بعمل آرند مناط اعتبار نخواہد بود چنانچه مراتب مذکور را حشمت جنگ
بہادر به گورنر جنرل بہادر ومفخر الدوله بہادر زیاده ازین مفصل نوشته اند وگفته فرستادند که
انشاء الله تعالی موافق مرکوز ومکنون خاطر اقدس گورنر جنرل بہادر تا مقدور بعمل خواہند آورد
ونیز در مقدمه گورم کنده که از مکنونات سرکار چیزے کم وزیاده شده است تعجب می نماید
چراکه گورنر جنرل بہادر در خریطه حضور پرنور واین جانب صاف نوشته اند که موافق مرکوزات
ومکنونات سرکار بعمل می آید چنانچه گورنر جنرل بہادر در خریطهٔ حضور پرنور نوشته اند که بلحاظ مراتب
مجوزهٔ سرکار بعمل خواہد آمد وبمن صاف ترقیم نموده اند بلکه بقید رسم ہائے تعلقات که مرکوز داشتن
سرکار بود نوشته اند ازین معنی بسیار تعجب رو نمود چراکه خریطهٔ جنرل بہادر در حضور پرنور ارسال
داشته اند دران مندرج است که خود میر صاحب وجنرل ہاریس بہادر ارقام نموده اند که

مقدمه جاگیر خان متشار الیه را بلحاظ مراتب مجوزه و مرقوم آن والا قدر در اسرع ازمنه انفصال سازند و در خریطهٔ آن عظیم الاوصاف که نقل آن برائے ملاحظه ترسیل داشته اند در آن مرقوم است که به تجویز بهترین نقشهٔ انفصال آن بذریعه تصفیه درخواست میر قمر الدّین خان را در اسرع ازمنه پردازند. چنانچه البته در مضمون هر دو خریطه بدو طور متصور می شود چنانچه همین قسم به حشمت جنگ بهادر گفته فرستاده شد بهادر موصوف هم متحیر و متعجب اند که با وجود اطلاع دادن من مرکوزات سرکار و رسیدن جواب از پیش گورنر جنرل بهادر به تفصیل تعلقات یعنی قلعه معه قصبه و سه تعلقه یعنی کمارکالوه و رائچوتی حسب الاستدعاء در سرکار مانده تتمه بجاگیر میر قمر الدّین خان قرار می یابد که چنین بظهور رسیده پس قصور صاحبان سرینگ پٹن می نماید این معنی هم نوشته می رود و یقین خاطر این جانب است که پسران و پسماندگان ٹیپو سلطان را تا مقدور موافق مکنونات سرکار دولت مدار و اظهار میر صاحب خواهند کرد و نصف ملک هرگز بر آں ها نخواهند داشت اغلب که متن هم سابق بر این در کونسل مذکور شده بود که تمامی ملک را سه حصه نموده یک حصه بر آں ها می دارند حالا آن هم نمانده است پس وقتیکه نظم و نسق درست نشود تا هر چنین شهرت که بخیال هر کس هر آنچه می رسد بگویند مناط اعتبار نمی تواں فرمود و یقین تصور دارند که گورنر جنرل بهادر بصوابدید و رضامندی میر صاحب چنان بعمل خواهند آورد که سرخروئی این جانب و میر صاحب در حضور پر نور زیاده از منقوش خاطر خواهد گردید بدیقین تصور داشته هیچ تاملے درین باب بخاطر راه یاب نفرمایند۔

از دریافت ارقام شریف که ملک هفت لک هون بحصهٔ سرکار آید در آں دو ملک تون

بابتہ گورم کنڈہ جاگیر میر قمر الدین خان منہار رفتہ باقی ماند پنج لک ہون اگر ملکے کہ در آن وقت اظہار زیادہ محاصل زبان زد بودہ باشد قریب دہ لک ہون خواہد بود بنظر غور تامل نمایند کہ بعد اخراجات قلعجات وعمالان ومتصدیان وسہ بندی محال وغیرہ چہ قدر در سرکار باقی خواہد ماند کہ در آن توقع نگاہداشتن این پلاٹن ہا واین رجمنٹ ترپ سواران نمودہ آید از وقتیکہ این خبر دریافت گردیدہ تاملات عمیق متحیر چہ قسم عہدہ برائی اخراجات وکدام روبصاحب واین جانب درحضور خواہد ماند ملحوظ این مراتب زیادہ ازین جانب بہ آن عظیم الاوصاف مطمح نظر است باز ہم برائے اطلاع شمہ از آن قلمی گردید چراکہ پیش از مفتوح شدن قلعہ جنرل ہاریس بہادر نسبت فرستادن پیام بہ ٹیپو سلطان زبانی کپتان مالکم بہادر برین معنی کہ در صورت دادن دو کرور روپیہ ونصف ملک صلح نمودہ آید از آن عظیم الاوصاف مشاورہ نمودہ بودند وآن جلیل المناقب نظر بر فواید دولتین تجویز یورش ومورچال جواب دادند بفضل الٰہی حسب دلخواہ قلعہ مفتوح گردید باید کہ زیادہ از آن فواید حاصل شود نہ اینکہ برعکس آن اظہار از آن طرف گردد دیگر اینکہ آنچہ آنہا می خواہند کہ بجدو کد تمام لک ہون ہو پے از مال غنیمت بحصۂ سپاہ سرکار مع آن عظیم الاوصاف ومیر دوران بہادر وغیرہ تجویز می کنند در آں ارادۂ آن جلیل المناقب این است کہ نصف را جواہر کہ بکفایت بدست می آید ونصف نقد بگیرند تعجب ہزار تعجب رو نمود غنایم معہ خزانہ وغیرہ کہ مکرر گورنر جنرل بہادر کرورہا سیوائے توشکخانہ وآلات حرب وضرب محفوظ است نوشتہ اند پس در ہمہ چیز حصہ مساوی باشد موافق قرار ومدار واگر بگویند کہ جمعیت ما

زیادہ است وجمعیت سرکار کم بقدر آں می دہم ہمیں باید گفت کہ پس شراکت مساوی کجا ماند

وخلاف نوشت وخواند بعمل می آید پس چہ قدر بدنامی طرف کمپنی عاید حال تواند شد زنہار

زنہار اقبال گرفتن مبلغ مذکور نخواہند نمود قطع نظر ازین دوستی ہا شماتت دیگراں تصور باید

کرد ودیگر اینکہ اہل کمپنی می گویند کہ روئیہ سپاہ ما این است کہ غنیمت حق سپاہ است پس

پسران ٹیپو سلطان ووابستگان آنہا را کہ نصف ملک وخزانہ وغیرہ می خواہند کہ برآن ہا تجویز

بحالی دارند چرا نمی گویند کہ این حق ماست از یورش قلعہ را مفتوح کردیم وآنہا داخل اسیران کہ

حکم فرانسیسان دارند مگر بقدر قوت لایموت آنہا بقدر مناسب تجویز باید نمود وتتمہ در ہمہ چیز

حصہ مساوی شود در آن در حصہ سپاہ خود اہل کمپنی مختار اند وبدستور در حصۂ سپاہ سرکار کارپردازان

سرکار دولتمدار موافق قانون خود مختار اند چنانچہ این مراتب ہم بہ منشی جی وحشمت جنگ بہادر اطلاع

دادہ شد آنہا ذمہ گرفتہ اند کہ ہمیں مراتب بہ گورنر جنرل بہادر نوشتہ شدہ است ازین معنی

مطمئن خاطر باشند کہ ہمیں قسم بعمل خواہد آمد واین مراتب را ذمہ خود گرفتہ اند کہ حصۂ سپاہ سرکار

حوالۂ آن عظیم الاوصاف خواہد گردید آیندہ کارپردازان سرکار مختار اند واز تعداد خزانہ وجواہر و

اثاثہ وآلات حرب وضرب وغیرہ نقد وجنس گوہر کا ہے باشد خود واقف گشتند وسرکار

اطلاع ندادند این کدام نیک طینتی ونیک نامی وحق پرستی است در عالم شراکت کہ حصۂ

مساوی در ہمہ چیز باید آمد شریک نہ کردن غیر از نفسانیت امر دیگر در نظر دوربینان متصور نمی گردد

واینکہ معز الدولہ بہادر اظہار می کنند کہ امر جزوی وکلی این مہم سپرد لارڈ بہادر است جواب

باید داد کہ تاہم بودن آن ہم بہ استصلاح وصوابدید آن عظیم الاوصاف ونظر بر عالم یگانگت و

دریافت مضمون خرایط گورنر جنرل بہادر باز ہم از سرکار بدین مضمون در ہمہ خرایط درج گردیدہ
کہ در ہمہ چیز بصوابدید و استحسان آن عظیم الاوصاف بعمل آمد چنانچہ حشمت جنگ بہادر قایل این
معنی اند مفخر الدولہ را ہم ہمیں مراتب پوست کندہ جواب باید داد کہ در آن جا زیادہ ازین
مراتب بہ حشمت جنگ بہادر ابلاغ شدہ البتہ آگاہی دادہ باشند و نیز بہ این جانب حکم رسیدہ
لہذا اظہار نمودہ می شود و درصورتیکہ در ہمہ باب استحسان خاطر آن جلیل المناقب باشد
اولی والا ہیچ وجہ من الوجوہ قبول نباید کرد۔

آنچہ در مقدمہ سخن شنوی این جانب بالاجی پنڈت مرقوم خامہ وداد بود دریافت
گردید ترقیم این معنی کہ از قبیل الہام متصور گشت پیش ازین بہ بالاجی پنڈت نویسانیدہ شدہ بود
کہ قیام و استقلال خود باعث رونق دولت باجی راؤ ازچشم داشت بندگانعالی و دوستی این
جانب متصور دارند پس سرکار بندگانعالی نظر بصلاح و فلاح دوستی بہ اہل کمپنی نوشت و خواند
فرمودہ اند بدون اطلاع کمپنی انگریز بہادر در ہیچ باب بکشادہ پیشانی چیزے نمی تواں نمود و
این قسم تا کے پس بہتر آنست کہ مفید دولت وابستہ موافقت بہ اہل کمپنی نمودہ بند و بست
مقدمات خانگی وغیرہ خود بعمل آوردن اولی است کہ باعث آسایش و رفاہ خلایق و اتحاد
سرکارین گردد چنانچہ درین روزہا بالاجی پنڈت از شنیتا دری پنڈت نویسانیدند نظر بر صلاح
سرکار دولتمدار از چندے چنین مراتب ذہن نشین باجی راؤ می نمودند چنانچہ چیزے رو براہ
آوردہ ام و چیزے می آرم درین روزہا کہ کرنیل پالمر بہادر را باجی راؤ بہ تقریب شادی چمناجی
اپا برادر خود بازیافت نمودند وقت برخاست گفتند کہ بعضے مراتب بہ بالاجی پنڈت

گفته شده است خواهند دریافت چنانچه بوے اظهار پنڈت مذکور ازین بر می آید به حشمت جنگ ازین معنی آگهی داده شده بود منشی جی هم اظهار کردند که از اخبار ما هم چنین بدریافت می رسد که روبراه وته نامه جدید مطابق سرکار شاید بعمل خواهند آورد و سوالے که اهل کمپنی از رگهوجی بهونسله نموده انداز اظهار حشمت جنگ بهادر مجملی معلوم گردید آنچه قرار گیرد به استرضاے حضور پرنور خواهد شد چنانچه از سابق سلسله جنبانی این معنی به اهل کمپنی بود و درین ماده به رگهوجی نوشته شده بود حالا باز حشمت جنگ بهادر درخواست دارند که یک احکام بنام رگهوجی متضمن استرضاے حضور می خواهند نوشته داده اطلاع آن عظیم الاوصاف نموده خواهد شد پیش از دو سه روز خط پسر راجچند پنڈت متوفی رسیده مخلص مضمون اینکه بعد عشره محرم الحرام آنچه سوال جواب کمپنی قرار می گیرد دریافته حاضر حضور می شوم - چون مستقیم الدوله بهادر از قبیل ذکر از طرف خود به حشمت جنگ بهادر و منشی جی بمیان آورده بودند روز دوم که برادر منشی جی میر امان الله پیش بهادر مذکور آمده اظهار کردند و روبروے ایشان قلمبند شده است نقل آن با نقل خریطه گورنر جنرل بهادر باز با حتیاطاً ترسیل داشته شد موضوح می گردد غرض آنچه سوال جواب خاطر خواه باشد زیاده از اطلاع اینجا در همه باب بعمل خواهند آورد -

درباب تجویز تعلقداری گنج بنام ناگن گوڑا که مناسب ترقیم نموده اند به راجه روشن راے نوشته سپرد مشار الیه باید نمود بعد ازین بعرض حضور پرنور رسانیده خواهد شد -

تجویز جاگیر میر قمر الدین خان مناسب وقت و مضمون سند و محلکه بسیار مستحسن از مکنونات

دوم کوزات حضور که دو سه تعلقهٔ متعلقهٔ گورم کنڈه بود تفویض خان مذکور گردیده کیفیت تکرار آن از نوشتهٔ حشمت جنگ بهادر از مفخر الدوله خواهند دریافت که قصبهٔ کمارو کالوه وراپچوتی در سرکاری باید -

همواره از ترقیم خیریت مسرورمی نموده باشند زیاده چه بقلم آید والسّلام مہر دوران بهادر سلام -

اشاریہ

نظام علی خان

حصۂ اوّل

الف

ب

پ

ت

ص

اشاریہ

نظام علی خاں

حصّہ دوّم

الف

پ

ث

ج

خ

گ

ل

م

(ن)

و

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۵	رُخ کیا	رُخ لیا
۶	۱۴	رُخ کیا	رُخ لیا
۱۳	۱۷	مہادیوراؤ	مادھوراؤ
۱۵	۱۱	بودر	بوو
۲۲	۸	دیں	دینگے
۲۶	۹	صلابت جنگ کے	صلابت جنگ کی
۳۳	۱۱	صادرکردی	صادکردی
۴۳	۳	جنگ میسور	جنگ میسور ۱۷۶۷ء / ۱۱۸۱ھ
۵۱	۶	رکن الدولہ	رکن الدولہ کو
۵۳	۱۳	صلح نامہ روسے	صلح نامہ کی روسے۔
۵۵	۱۳	نظرلینا	نظیر لینا۔
۷۰	۴	میرے سپاہیوں	میرے سپاہیوں میں۔
۷۴	۲	اس نے بھی	اس نے یہ بھی
۷۹	۱۵	ورثاء کو اور اس	ورثاء کو اس
۸۳	۶	سرپیچ کرن بوقت	سرپیچ کرن
۸۷	۸	خواصی بٹھلاکر	خواصی میں بٹھلاکر
۸۹	۱	رامچند	رامچندر
۹۰	۹	کوماجی	گوماجی
۹۱	۳	بہالیگئی	بہالے گیا
۱۰۱	۱۲	دوازدہ ملک روپیہ	دوازدہ لک روپیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۱	۱۹	حزمُ وہوشیاری	حزم وہوشیاری
۱۰۸	۸	رُکا	روکا
۱۰۹	۲	رکن الد	رکن الدولہ
۱۱۰	۱۰	قابل	قابل
۱۱۴	۱۹	رکن الدولہ کے	رکن الدولہ کی
۱۱۸	۱۳	تذویر	تزویر
۱۲۷	۱۲	اُسی کی ا	اِسی
۱۳۰	۱۲	سردگی	سرکردگی
۱۳۳	۷	فوج مُخالف	فوج مخالف
۱۳۴	۱	اس منزل پر سے	اس منزل سے
۱۳۴	۱۸	سدی طعرس	سدی ظفر الماس
۱۳۷	۲	بمقابلہ چپیال	بمقام چٹپیال
۱۴۳	۳	مصالحت وصول چوتھ	مصالحت اور وصول چوتھ
۱۴۷	۷	سفر	سفیر
۱۶۲	۱	بورم	بورلم
۱۷۰	۱۴	تبریاں	بتیریاں
۱۷۹	۵	پوریندیہ	پرینڈہ
۱۸۴	۲	سالتھ	سات
۱۸	۷	پوریندیہ	پرینڈہ
۱۹۴	۱۱	گانگن	کانکن
۱۹۵	۳	مو یہ	موید
۲۴۳	۱۱	مخلفتے	مخلفے